ذریعے سے اصلاح کی کارروائی برابر بڑھتی گئی۔ زیارتوں کے لئے جانا بند کردیا گیا، تہواروں کی غیر معمولی تعداد گھٹادی گئی۔ مجسمات اور آثار بزرگانِ سلف کی پرستش کی ایسے الفاظ میں مذمت کی گئی گویا وہ بالکل ہی ارسیمس کے اعتراضات کی نقل تھے۔ ارسیمس نے کتاب مقدس کے ایک ایسے ترجمے کے لئے پُر جوش تمنا ظاہر کی تھی جسے جولاہے اپنے کرگھے پر اور کسان ہل چلاتے وقت زبانی پڑھتے جائیں، یہ تمنا آخر پوری ہوئی۔ نارفک اور مور کی وزارت کے اوائل زمانے میں بادشاہ نے ٹنڈیل کے ترجمے کی (جو لوتھر کے اصول پر کیا گیا تھا) اشاعت کی ممانعت کرتے وقت یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ خود انجیلوں کے ایک انگریزی ترجمے کا انتظام کرے گا مگر یہ کام اساقفہ کے ہاتھوں تعویق میں پڑا رہا اور بعد مدت کے ابتدائی کارروائی کے طور پر عقائد، حضرت عیسیٰؑ کی مناجات، اور احکام عشرہ کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا اور یہ حکم دیا گیا کہ ہر معلم مدرسہ اپنے طلبہ کو اور ہر باپ اپنے بچوں کو ان کی تعلیم دے مگر اساقفہ کا ترجمہ پھر بھی معلق رہا۔ یہانتک کہ اس کی تیاری سے ناامید ہوکر اسقف اعظم کرنمیر کا ایک دوست مائلز کورڈیل اس کام پر مقرر کیا گیا کہ ٹنڈیل کے ترجمے پر نظر ثانی کرکے اسے درست کرے، اس طرح پر اس نے جو ترجمہ مرتب کیا وہ ۱۵۳۵ء میں خود ہنری کی مسلمہ سرپرستی میں شائع ہوا۔ اور شاہی سرکردگی کلیسا کی داستان اس کے صفحۂ عنوان ہی میں مندرج تھی۔ تمام انگلستان

میں صداقت مذہبی کی جدید بنیاد کو بادشاہ نہ کہ کلیسا کا ایک عطیہ سمجھا جانا لازم قرار دیا گیا۔ اول ہنری نے اپنے تخت گاہ سے یہ مقدس کتاب کرنمیر کو دی۔ اس کے بعد کرنمیر اور کرامول اسے عام پادریوں اور عوام الناس میں تقسیم کر سکے۔

کرامول کو اولاً جس مخالفت سے سابقہ پڑا وہ خانقاہوں کے ہول بند کئے جانے کا مباحثہ تھا، مگر ایک مدت تک اس کے سوا کوئی اور مخالفت پیش نہیں آئی۔ جس زمانے میں وہ ہیبت و عظیم انقلاب جس نے کلیسا کو پامال کر دیا تھا بڑھتا جا رہا تھا، تمام انگلستان خاموشی کے عالم میں اسے دیکھ رہا تھا۔ کلیسا کے تمام ابتدائی تغیرات میں، پوپ کے اختیارات و تحصیل زر کی مخالفت میں، مذہبی عدالتوں کی اصلاح میں، یہانتک کہ پادریوں کی آزادی قانون سازی کے قطع برید میں قوم بہ حیثیت مجموعی بادشاہ کے ساتھ تھی، مگر پادریوں کو غلامانہ حالت میں لے آنے واعظوں پر قیود عائد کرنے، اور خانقاہوں کے بند کر دینے کے معاملے میں قوم کا بیشتر حصہ بادشاہ سے علٰحدہ رہا۔ اس خاموشی کی تہ میں جس غصے اور نفرت کی آگ بھڑک رہی تھی اس کا کچھ پتہ صرف شاہی جاسوسوں کے بعض منتشر بیانات سے چلتا ہے۔ یہ خاموشی درحقیقت ہول و ہیبت کے باعث تھی۔ کرامول کے عروج کے قبل اور اسکے زوال کے بعد دونوں زمانوں میں ہنری کے عہد میں اسی قسم کے مظالم و خونریزیاں ہوتی رہی تھیں جیسی اس زمانے میں

عام طور پر جاری تھیں مگر کرامول کی حکومت کا زمانہ تاریخ انگلستان کا وہ زمانہ ہے جسے روبس پی ایر کا عہد حکومت کہنا بجا ہوگا یہ انگلستان کے ہول و ہیبت کا زمانہ تھا۔ اِس تخویف کے ذریعے سے کرامول نے بادشاہ پر قابو حاصل کرلیا تھا۔ زمانۂ مابعد میں کرنمیر نے اس کے بارے میں ہنری کے سامنے یہ حجت پیش کی تھی کہ" کرامول وہ شخص تھا جس کی ضامن خود حضور کی ذات تھی اور جہانتک میرا خیال ہے وہ حضور سے اس سے کم محبت نہیں کرتا تھا جس قدر وہ خدا سے محبت رکھتا تھا"لیکن بادشاہ کے ساتھ کرامول کا انداز خالص فرماں بری اور بے عذر اطاعت ہی کا نہیں تھا اسقف اعظم ہی کا بیان ہے کہ" وہ حضور کو ہر قسم کی غداری سے محفوظ رکھنے میں اس قدر خبر گیراں تھا کہ شاید ہی کوئی خفیہ سے خفیہ سازش ایسی ہوئی ہو جس کا اس نے اول ہی سے پتہ نہ چلا لیا ہو" تمام خاندان ٹیوڈر کی طرح ہنری بھی علانیہ خطرات سے بے خوف رہتا تھا مگر خفیہ بے وفائی اور بغاوت کے خفیف سے خفیف احتمال سے بھی خوف زدہ ہوجاتا تھا۔ کرامول نے اپنی طاقت کی عمارت اسی اندرونی خوف کی بنیاد پر بلند کی تھی اس نے معتمد ہوتے ہی جاسوسوں کی ایک فوج کی فوج تمام ملک میں پھیلادی۔ خفیہ شکایتوں کیلئے اس کے کان ہر وقت کھلے رہتے تھے غداری اور سازش کے قصے ہی ہر طرف سُنائی دیتے تھے، اور ان کے پتہ چلانے

اور ان کے فرو کرنے سے کراموول ہر بار بادشاہ پر اپنی گرفت سخت کرتا جاتا تھا اور جس طرح تخویف سے اس نے بادشاہ پر قابو حاصل کرلیا تھا۔اسی طرح تخویف ہی سے اس نے رعایا پر بھی قبضہ کرلیا تھا۔ارسمس نے اس وقت کی حالت کا بہت صحیح نقشہ کھینچا ہے کہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ"ہر پتھر کے نیچے بچھو بیٹھا ہوا ہے" لوگ پادریوں کے سامنے گناہوں کا جو خفیہ اعتراف کرتے تھے وہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں رہتا تھا لوگ اپنے خاص الخاص دوستوں سے جو باتیں کرتے تھے وہ بھی اس کے کانوں تک پہنچ جاتی تھیں، اسکے زوال کے وقت اُمرا نے بہت خوش ہوکر یہ کہا تھا کہ لوگ بے فکری میں جو باتیں کہ جاتے تھے۔کسی غمگین راہب کی زبان سے کوئی شکایت نکل جاتی تھی، کوئی دیوانی راہبہ اگر کچھ بک دیتی تھی تو وہ ان سب باتوں کو کھینچ تان کر بغاوت قرار دیدیتا تھا۔محفوظ رہنے کا صرف ایک ہی ذریعہ تھا کہ آدمی بالکل خاموش رہے۔ارسمس کہتا ہے کہ"میرے وہ احباب جو مجھے خط لکھا کرتے تھے اور تحفے بھیجا کرتے تھے۔اب نہ تو ان میں سے کوئی مجھے خط لکھتا ہے نہ تحفہ بھیجتا ہے نہ کسی کے پاس کسی کا خط جاتا آتا ہے اور یہ سب محض خوف کی وجہ سے ہے"، مگر اس خاموشی کی پناہ کا دروازہ بھی بند کردیا گیا اور اس کے لئے ایک ایسا شرمناک قانون بنایا گیا کہ انگلستان کے مجموعۂ قوانین میں اِس سے زیادہ

مکروہ کوئی قانون نہیں ہوگا۔ نہ صرف خیال کو بغاوت قرار دیا گیا بلکہ لوگوں کو مجبور کیا گیا کہ اپنے خیالات کو ظاہر کریں ورنہ خاموشی ہی کی وجہ سے ان کو بغاوت کی سزا دیجائیگی، آزادی کی جن قدیم بنیادوں پر اعتماد تھا وہ اس بے باک وناہنجار طرز عمل سے بالکل برباد کردی گئیں۔ اعلیٰ ترین تنظیمات تک کو تخویف کا ذریعہ بناکر انھیں ذلیل کیا گیا۔ وولزی نے اگرچہ قانون سے انتہائی حد تک اپنی غرض میں کام لیا مگر عدالتوں کی آزادی پر اس نے علانیہ حملہ نہیں کیا۔ اگر پارلیمنٹ کے جمع کرنے سے وہ جھجکتا تھا تو محض اس وجہ سے کہ وہ آزادی کا ملجا و ماویٰ تھیں مگر کرامول کے زمانے میں جوری پر دباؤ ڈالا گیا اور ججوں کو قابو میں کرلیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عدالتیں صرف شاہی غرض کے اظہار کا ذریعہ ہوگئیں۔ اور جن مواقع پر یہ برائے نام عدالت بھی خونریزی میں مانع ثابت ہوئیں۔ وہاں پارلیمنٹ کے ذریعہ سے پے در پے ضبطی کے قوانین نافذ کئے گئے۔ کرامول کے زوال کے وقت تمام مجلس شاہی نے ہم آواز ہوکر کہا کہ وہ خود اسی نے خونریزی کے جو قوانین بنائے ہیں انھیں قوانین سے اس کا انصاف کیا جائے گا۔" یہ بھی قسمت کا عجیب پھیر ہے کہ عرضی مواخذہ کے رواج میں اس نے جس حد کی ناانصافی پر عمل کرنا چاہا تھا یعنی جواب کی سماعت کے بغیر لوگوں کو مجرم قرار دیدیا جائے، خود اسی پر اس کا عملدرآمد ہوا۔ لیکن کرامول کی تخویف اگرچہ نہایت ظالمانہ تھی مگر فرانس کی تخویف کے

مقابلے میں وہ اعلیٰ و شریف تر قسم کی تھی۔ اس نے بے ضرورت اور حرص کی وجہ سے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا اور نہ ادنیٰ لوگوں کو پھانسیاں دیں۔ اس کی ضرب خاص کر اسی وجہ سے موثر ثابت ہوتی تھی کہ اس کے حملے کی زد بہترین افراد پر پڑتی تھی۔ اس نے جب کلیسا پر حملہ کیا تو کارتھوزی فرقہ کو اپنا شکار بنایا حالانکہ انگلستان کے اہل کلیسا میں یہ فرقہ سب سے زیادہ مقدس اور سب سے زیادہ نام آور سمجھا جاتا تھا۔ جب بیرنوں کی باری آئی تو خاندان کورٹنی اور پول کے اراکین اس کی زد میں آئے یہ وہ خاندان تھے جن کی رگوں میں شاہی خون دوڑ رہا تھا۔ جب اس کی نگاہ غضب "تعلیمات جدیدہ" کی طرف پھری تو اس نے سر ٹامس مور کے سے شخص کو قتل کردیا مگر اس کا جرم ذاتی انتقام کی آمیزش سے پاک تھا۔ اس کے دوستوں میں اس کی بابت جو چند قصے باقی رہ گئے تھے اگر ہم ان سے اس کے مزاج کا اندازہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک فیاض طبع اور رحمدل شخص تھا اور اس کے انداز و اطوار خوش گوار و دلفریب تھے جس سے اس کے جسمانی بھدے پن کی ایک گونہ تلافی ہوجاتی تھی، دوستی میں وہ مستقل تھا اور اس وجہ سے ہوا خواہوں کا ایک گروہ اس کے گرد جمع ہو گیا تھا مگر اسکے کام پر محبت و نفرت کسی شے کا اثر نہیں پڑتا تھا۔ میکیاویلی کے شاگرد نے کتاب حکمراں (Principle) کا مطالعہ بے وجہ نہیں کیا تھا' جسنے خونریزی کا ایک منتظم سلسلہ قائم کردیا تھا۔ اس کے

کاغذات کے اجزا سے اب بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے روزانہ کے معمولی یادداشتوں میں بالکل معمولی اختصار کے ساتھ لوگوں کی جانوں کے فیصلے درج کردیتا تھا۔ یادداشت "ریڈنگ کے رئیس خانقاہ پر ریڈنگ میں مقدمہ قائم کیا جائے اور وہ قتل کیا جائے" یادداشت "ماسٹر مور کے متعلق بادشاہ کی مرضی معلوم کرتا ہے" یادداشت "جب ماسٹر فشر اور دوسرے لوگ قتل کئے جائیں گے" درحقیقت ہر قسم کے جذبات اور شخصی احساس کا یہی قطعی فقدان ہے جس کے باعث کرامول کی شکل تاریخ انگلستان میں سب سے زیادہ مہیب و خوفناک نظر آتی ہے۔ جس مقصد کے وہ درپے تھا اس پر اسے نہایت اصرار تھا وہ ہاتھ میں تبر لئے ہوئے اپنا راستہ بالکل اسی طرح نکالتا جاتا تھا جس طرح کوئی لکڑ ہارا جنگل کے درختوں کو کاٹ کر راستہ صاف کر رہا ہو۔

مور کی موت

کرامول کے پہلے ہی دار کے انتخاب سے ظاہر ہوگیا کہ کیسی جچی تلی بیرحمی کے ساتھ وہ حملہ کرنا چاہتا ہے۔ یورپ کی عام رائے میں مور اپنے وقت کے تمام انگریزوں میں سب سے زیادہ معزز سمجھا جاتا تھا۔ جب طلاق کے معاملے کا انجام یہ ہوا کہ روما سے کھلم کھلا مخالفت ہوگئی تو وہ خاموشی کے ساتھ وزارت سے الگ ہوگیا مگر اس کا یہ خاموشی سے کنارہ کرنا اور لوگوں کی شدید مخالفت کی بہ نسبت بہت زیادہ موثر تھا۔ مور کے اس انداز سکوت سے بالضرور کرامول کو

ایک خاص قسم کا تکلیف دہ اثر محسوس ہوتا تھا۔ "تعلیمات جدید" کے مذہبی اصلاحات جلد جلد ترقی کر رہے تھے مگر یہ امر پوشیدہ نہیں تھا کہ جو شخص "تعلیمات جدیدہ" کی جان تھا وہ یہ یقین رکھتا تھا کہ آزادی و انصاف کا خون کر کے مذہبی اصلاح حاصل کرنا ہرگز سودمند نہیں ہے۔ درحقیقت مور طلاق اور عقد ثانی کو مذہباً جائز نہیں سمجھتا تھا البتہ وہ اس امر کو تسلیم کرتا تھا کہ پارلیمنٹ کو جانشینی کے انتظام کا اختیار حاصل ہے اور اسوجہ سے وہ آئن بولن کے لڑکوں کو تاج کا قانونی وارث سمجھتا تھا مگر "قانون وراثت" کی رو سے ہر شخص پر حلف اُٹھانا لازم کیا گیا تھا اور اس حلف ۱۵۳۴
میں صرف جانشینی ہی کو تسلیم نہیں کرنا پڑتا تھا بلکہ یہ بھی اقرار کرنا پڑتا تھا کہ کیتھرین کا عقد اول ہی سے احکام انجیل کے خلاف اور ناجائز تھا۔ ہنری کو اس معاملے میں مور کا خیال بہت دنوں سے معلوم تھا اور اسے حلف اُٹھانے کے لئے بلانا گویا موت کے لئے بلانا تھا۔ مور اپنے مکان واقع چلسی میں مقیم تھا کہ اسے لیمبتھ میں طلب کیا گیا، یہ وہی مقام تھا جہاں وہ وارہم اور ارسمس سے خوش طبعی کیا کرتا، اور ہالبین کی تصویریں دیکھا کرتا تھا۔ کچھ دیر کے لئے اس کے دل میں یہ خیال آیا ہوگا کہ اسے تسلیم کر لینا چاہئے مگر یہ خیال بہت جلد رفع ہو گیا۔ جب علی الصباح اس کے باغ کے زینوں سے کشتی دریا میں اتری تو مور کی زبان سے یکایک یہ نکل گیا کہ "خدا کا شکر ہے کہ میدان میرے ہاتھ رہا"۔ گرنیمر

اور اس کے رفقا نے جدید حلف اس کے سامنے پیش کیا مگر جیسا کہ وہ پہلے سے سمجھے ہوئے تھے مور نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ وہ کچھ دیر باغ میں چہل قدمی کرے اور اپنے جواب پر دوبارہ غور کرے۔ دن گرم تھا، مور ایک کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا جہاں سے وہ نیچے کے صحن کے مجمع کو دیکھ سکتا تھا۔ موت آنکھوں کے سامنے تھی پھر بھی وہ اپنی طبعی زندہ دلی کے باعث نیچے کے مجمع سے لطف اُٹھا رہا تھا، اس نے بعد کو کہا کہ "میں نے دیکھا کہ ماسٹر لیٹمر صحن میں بہت ہی خوش و خرم پھر رہا ہے، وہ ہنس رہا تھا اور اس نے دو ایک آدمیوں کی گردنیں اس نزاکت سے پکڑیں گویا وہ عورتیں تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ یوں ہی پھر رہا تھا" نیچے کے مجمع میں زیادہ تر پادری، رکٹر (Rectors) اور وکر (Vicars) تھے اور یہ لوگ مور پر اس حلف کے قبول کرلینے کے لئے زور دے رہے تھے جسے وہ موت سے زیادہ سخت سمجھتا تھا۔ اس نے اس امر میں انکی شکایت نہیں کی۔ اس نے جب ایک شخص کو جس نے کچھ ہی دیر پہلے حلف کے خلاف ششش و پنج ظاہر کیا تھا خود نمائی کے ساتھ بلند آواز سے پانی مانگتے ہوئے سُنا تو وہ اس پر مزاح کرنے سے باز نہیں رہا۔ مور نے کہا کہ "اس نے یاتو پیاس کی وجہ سے پانی پیا ہے یا خوشی کی وجہ سے یا محض

ظاہر کرنے کے لئے کہ پوپ اس سے واقف ہے" آخر کار وہ دوبارہ بلایا گیا مگر اس نے پھر بھی انکار ہی کیا۔ کرنیمر نے اسے بہت سے ایسے نازک امتیازات بتائے جس سے اس سابق چانسلر کی عقل بھی چکر میں آگئی مگر اس کے عزم میں فرق نہیں آیا اور وہ ٹاور (لندن کے قلعہ) میں بھیج دیا گیا۔ اس کے بعد ہی فشر (اسقف روچسٹر) بھی برج میں آیا۔ اس پر الزام یہ تھا کہ ایک دیوانی عورت کی (جسے لوگ "راہبہ کنٹ" کہتے تھے) پیشین گوئیاں سُننے سے در پردہ اس نے غدّاری کو تقویت پہنچائی تھی۔ کچھ دنوں تک کرامول بھی ان لوگوں کے قتل کرنے سے رکتا رہا، وہ قید میں پڑے رہے یہانتک کہ مذہبی تغیرات کے متعلق خاموش و عام مخالفت کے پامال کرنے کے لئے ایک نیا اور زیادہ خطرناک آلہ تجویز کیا گیا۔ ۱۵۳۴ء کے آخر میں ایک نیا قانون منظور ہوا اور اس کے رو سے بادشاہ کے خطابات سے انکار کرنا غدّاری قرار پایا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ شروع ۱۵۳۵ء میں ہنری نے "روئے زمین پر کلیسائے انگلستان کے سرگروہ اعلیٰ" کا خطاب اختیار کیا تھا۔ مذہبی طرز زندگی کی طرف سے عام بے پروائی کے باوجود چارٹر ہاوس کے رفقا کے ایثار و زہد کی وجہ سے وہ لوگ بھی ان کی عزت و حرمت کرتے تھے جو خانقاہی طریقے کے خلاف تھے۔ ایک سخت مقاومت کے بعد ان لوگوں نے شاہی سرگروہی کو قبول کر لیا اور قانون کے مجوّزہ حلف اطاعت کو مان لیا تھا۔ شاہی

کارتھوزی فرقہ

سرگروہی سے انکار کرنا تو بغاوت قرار ہی پا چکا تھا مگر قانون کی ایک نہایت ہی رکیک تاویل یہ کی گئی کہ اگر اس سرگروہی کے دلی اعتقاد کے متعلق عہدہ داروں کو شافی جواب نہیں ملے گا تو یہ بھی علانیہ انکار کے مثل سمجھا جائے گا۔ اس جدید کارروائی کا مقصد صاف ظاہر تھا۔ اس پر رفقائے چارٹرہاوس مرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ اذیت انتظار کے دوران میں جوش نے ان میں خیالی تسکین پیدا کردی "جب نان مقدس اٹھا لی گئی اور ہم گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے تھے تو ہمارے کانوں میں ایک ایسی آواز آئی جس کا اثر ہمارے چہروں پر ظاہر ہوا اور اس کے ساتھ ہی موسیقی کی نرم و شیریں آواز سنائی دی" مگر انہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جواب سے انکار کرنا ان کے لئے موت کی علامت تھی۔ ان رفقا میں سے تین کو پھانسی دیدی گئی اور باقی نیوگیٹ کے قیدخانے میں بھیجدئے گئے جہاں وہ غلیظ کوٹھریوں میں ستونوں سے باندھ دئے گئے۔ وہ اس طرح بندھے ہوئے تھے کہ حرکت تک نہیں کرسکتے تھے اور اسی حال میں وہ بخار اور بھوک سے ہلاک ہونے کے لئے چھوڑ دئے گئے۔ دو ہفتے کے اندر ان میں سے پانچ مرگئے اور باقی بھی جاں بلب ہوگئے۔ کرامول کے قاصد نے اسے لکھا کہ "خدا ہی کے ہاتھ سے وہ ہلاک ہوئے اور ان کے اطوار پر نظر کرکے مجھے اس کا ملال بھی نہیں ہے" زمانۂ قید کی درازی سے مور کے عزم میں فرق نہیں آیا

اور نیا قانون اسے تختۂ قتل پر لیجانے کے لئے کافی تھا فشر کے ساتھ اس پر بھی یہ الزام لگایا گیا کہ وہ بادشاہ کے کلیسائے انگلستان کے سرگروہ اعلیٰ ہونے کا منکر ہے۔ بڈھا اسقف تختہ قتل پر انجیل جدید ہاتھ میں لئے ہوئے آیا۔ جھکنے کے قبل اس نے جرأت کرکے کتاب کھولی اور پڑھا کہ "ابدی زندگی یہی ہے کہ سچے خدا کو پہچان لیا جائے"۔ فشر کے بعد ہی بہت جلد مور کی باری آئی۔ گردن پر تلوار پڑنے کے خیال سے اس نے احتیاط کے ساتھ اپنی ڈاڑھی تختۂ قتل سے ہٹائی اور اپنے قدیم انداز میں رنج کے ساتھ یہ کہا کہ "افسوس ہوگا کہ یہ ڈاڑھی جس نے کبھی بغاوت نہیں کی ہے کٹجائے"۔

کرامول اور امرا

مگر مجوزہ تعیزات کے متعلق انگریزوں کی مستقل مقاومت کے توڑنے کے لئے اس سے سخت تر ضرب کی ضرورت تھی، کرامول اسے اچھی طرح سمجھتا تھا اور شمال کی بغاوت سے اس نے اس کام کا موقع نکال لیا۔ شمال میں راہب ہر دلعزیز تھے۔ باغیانہ خیال لوگوں میں پہلے ہی سے موجود تھا، خانقاہوں کے بند کرنے میں جس قسم کی زیادتیاں عمل میں آئیں ان سے اس خیال کو اور ترقی ہوگئی، امرا بھی اس شخص کی حکومت سے پیچ و تاب کھارہے تھے، جسے وہ ایک کم اصل نو دولت سمجھتے تھے۔ لارڈ ڈہسی کو لوگوں نے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ "جبتک ہم لڑیں گے نہیں، حالات درست نہیں ہوں گے"۔ لنکنشائر میں جو بغاوت برپا ہوئی

اس میں زراعت کی طرف سے بے اطمینانی اور پُرانے مذہب کی الفت دونوں شامل تھی۔ یہ شورش ابھی فرو بھی نہیں ہوئی تھی کہ یارکشائر نے تلوار کھینچ لی ہر ایک دیہات سے کاشتکار اپنے اپنے دیہات کے پادریوں کی سرکردگی میں یارک کی طرف بڑھے اور شہر کے مطیع ہوجانے سے مذبذبین بھی پختہ ہوگئے۔ چند ہی دنوں میں یہ حالت ہوئی کہ ہمبر کے پار صرف قصر اسکپٹن بادشاہ کا جانب دار رہ گیا، اور وہاں بھی صرف ارل کمبرلینڈ ایک مٹھی بھر آدمیوں کو لئے ہوئے قلعے پر قابض تھا۔ لارڈ لیٹمر اور لارڈ وسٹ مورلینڈ کی طلب پر ڈرہم نے بھی علم بغاوت بلند کردیا اور اگرچہ ارل نارتھمبرلینڈ نے بیماری کا بہانہ کیا مگر خاندان پرسی کے امرا بغاوت میں شریک ہوگئے یارکشائر کے امرا کے سرگروہ لارڈ ڈیکر نے پامفرٹ حوالہ کردیا، اور باغیوں نے فوراً ہی اسے اپنا سردار تسلیم کرلیا، شمال کے تمام امرا اب لڑنے پر آمادہ ہوچکے تھے اور تیس ہزار تنومند سوار ساز و یراق سے آراستہ دریائے ڈان کی طرف بڑھے انہوں نے شاہی طرز عمل کے تغیر، روما سے دوبارہ اتحاد کیتھرین کی بیٹی میری کو جانشینی کے حق واپس ملنے، کلیسا کے نقصانات کی تلافی کرنے اور کم اصل مشیروں (بالفاظ دیگر کرامول) کے خارج کرنے کا مطالبہ کیا، اگرچہ باہمی نامہ و پیام کی وجہ سے ان کا آگے بڑھنا رُک گیا۔ مگر بغاوت کا انتظام جاڑے بھر برابر جاری رہا، شمال کی ایک پارلیمنٹ مقام پامفرٹ میں

سفر رحمت ۱۵۳۶

جمع ہوئی اور اس نے باغیوں کے مطالبات باضابطہ منظور کر لئے نارفک کے تحت میں صرف چھ ہزار آدمی جنوب کی جانب ان کا راستہ روکے ہوئے تھے، اور یہ بھی معلوم تھا کہ مڈلینڈ کے صوبوں میں بد دلی پھیلی ہوئی ہے۔ مگر بااین ہمہ کرامول اس خطرے سے بالکل بے خوف نظر آتا تھا۔ وہ نارفک کے ان لوگوں سے نامہ و پیام کرنے میں مانع نہیں ہوا اور مجلس شاہی کے دباؤ کی وجہ سے ہنری کو یہ موقع دیا کہ ان لوگوں سے معافی کا وعدہ کرلے، اور یارک میں ایک آزاد پارلیمنٹ کو جائز قرار دے۔ نارفک اور ڈیکر دونوں نے اس وعدہ کا مطلب یہی سمجھا کہ باغیوں کے مطالبات منظور ہوگئے ہیں۔ ان کے سرگروہوں نے فوراً ہی "پانچ زخموں" کے نشانات جنھیں وہ پہنے ہوئے تھے الگ کردئے اور شور مچانے لگے کہ "ہم اپنے مالک و بادشاہ کے نشان کے سوا اور کوئی نشان نہیں لگائیں گے" امرا اور کسان سب شاداں و فرحاں اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ مگر جوں ہی شمال کے شہروں میں فوجیں متعین ہوگئیں اور نارفک کی فوج یارکشائر کے وسط میں پہنچ گئی معاً پردہ اٹھا دیا گیا، چند متفرق شورشوں کے بہانے سے تمام رعایتیں واپس لے لی گئیں اور "سفر رحمت" ؎ کے سرداروں کو ظالمانہ سختی کے ساتھ

؎ اس بغاوت کو "سفر رحمت" (The Pilgrimage of Grace) کا لقب دیا گیا۔

گرفتار کیا گیا، پھانسیاں ملک میں ہر طرف برپا ہوگئیں، پورے شہر کے شہر قتل کے لئے فوجوں کے حوالے کردئے گئے، مگر شورش کے سرگروہ خصوصیت کے ساتھ کرامول کی سختی کا نشانہ بنے۔ اس نے اس موقع کو غنیمت سمجھکر شمال کے امرا پر ایک مُہلک ضرب لگائی۔ ان میں سے ایک موقّر امیر نے مجلس شاہی کی میز پر غصّے سے چلاکر کہا کہ "کرامول، تم ہی اِس تمام شورش و خرابی کے اصلی و خاص باعث ہو اور تم ہر وقت اِس فکر میں رہتے ہو کہ ہم لوگوں کا خاتمہ ہوجائے اور ہمارے سروں کو جسموں سے جدا کردو"، مگر اس تنبیہہ کا کچھ خیال نہیں کیا گیا۔ لارڈ ڈارسی جو امرائے یارکشائر میں سب سے مقدم تھا اور لارڈ ہسی جو امراے لنکنشائر کا پیشرو تھا، دونوں قتل کردئے گئے، بارلنگز کا رئیس خانقاہ مع اپنے پادریوں کے جو مکمّل زرہ پہنے ہوئے تھے گھوڑے پر سوار لنکن میں داخل ہوا تھا، اس کو وائی، وُوبرن اور سالی کے روساء خانقاہ کے ساتھ پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ فاونٹینز اور جروودکس کے روسائے کو معنرز خاندان پرسی کے سرگروہ کے پہلو بہ پہلو ٹائبرن میں پھانسی دیدی گئی، لیڈی بلمر آگ میں جلادی گئی۔ سر رابرٹ کانسٹبل زنجیروں میں بندھا ہوا ہل کے دروازہ کے سامنے لٹکا دیا گیا۔ شمال پر ضرب لگائے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ کرامول کو مغرب کے معاملات سے سابقہ پڑا۔ اس کے طریق عمل کی مخالفت سب سے زیادہ کورٹنی اور پول کے دو خاندانوں کی طرف سے

ہورہی تھی، جن میں اہل یارک کے روایات ابتک باقی تھے۔ سالسبری کی کاؤنٹس مارگیرٹ، ڈیوک کلیرنس، اور وارثہ ارل واروک کی بیٹی تھی۔ وہ خاندان نیول کی نشانی اور اس کے ساتھ ہی اڈورڈ کی بھتیجی تھی۔ اس کے تیسرے بیٹے رجینلڈ پول نے طلاق سے اتفاق کرنے کے لئے ہنری کے بڑے سے بڑے معاوضے سے انکار کردیا تھا اور روما میں جاکر پناہ لی تھی۔ وہاں اسنے ایک کتاب "اتحاد کلیسا"، لکھکر بادشاہ پر سخت حملہ کیا۔ کرامول نے اسے لکھا کہ "اطالیہ میں بہت سے ایسے ذرائع مل سکتے ہیں کہ ایک غدار رعایا سے خلاصی حاصل کی جاسکے، جب اندرون ملک میں قانونی کارروائی سے انصاف نہیں ہوسکتا تو بعض اوقات بیرون ملک میں انصاف کے نفاذ کے لئے نئے طریقے اختیار کرنا پڑتے ہیں۔" وہ اپنے ضامنوں کو ہنری کے ہاتھ میں چھوڑ گیا تھا اس کی طرف اشارہ کرکے کرامول لکھتا ہے کہ "افسوس ہے کہ ایک بے عقل بیوقوف کی حماقت سے ایک اتنا بڑا خاندان تباہ ہوجائے۔ وہ جس قدر چاہے اپنی بلند پروازیوں میں مشغول رہے۔ لیکن اگر بادشاہ کی مرحمت و شفقت شاملِ حال نہوتی تو جن لوگوں کا اس کے سوا کوئی قصور نہ تھا کہ وہ اس کے رشتہ دار ہیں، انھیں معلوم ہوجاتا کہ ایک باغی شخص کی قرابتداری کا کیا نتیجہ ہوتا ہے"، پول نے اس کا یہ جواب دیا کہ پوپ کے اخراج از ملت اور معزولیت کے فرمان کو نافذ کردینے کیلئے شہنشاہ پر زور دیا۔ کرامول نے بھی فوراً اس کا جواب دیا۔ کورٹنی

(مارکوئیس اکزٹر) خاندان پول سے قرابت رکھتا تھا، انہیں کے مانند وہ بھی شاہی نسل سے تھا اور اپنی ماں کے توسط سے اڈورڈ چہارم کا پوتا ہوتا تھا۔ اس نے نہایت سختی کے ساتھ ان بدمعاشوں پر لعنت کی تھی "جو بادشاہ کے گرد حکمراں تھے" مغرب میں اس کے وسیع و غالب اثر کو دیکھتے ہوئے اس کی یہ دھمکی کہ "ایک دن وہ ان سے سمجھ لے گا" بہت خطرناک معلوم ہوتی تھی۔ وہ فوراً ہی پول کے بڑے بھائی لارڈ مانٹیکیوٹ کے ساتھ گرفتار کرلیا گیا اور دونوں ٹاور ہل پر قتل کردئے گئے۔ اس کے ساتھ کاونٹس سالسبری کی جائداد بھی ضبط کرلی گئی اور اسے ٹاور میں بھیجدیا گیا۔

کرامول کا زوال

فی التحقیقت کرامول کی عظمت کا اظہار اس سے زیادہ کسی اور موقع پر نہیں ہوا تھا جس قدر "قسمت" کی آخری کشمکش کے موقع پر ہوا، بادشاہ نے جب مذہبی تغیرات کے اصلی معنی سمجھے تو کرامول کی نسبت اس کا اعتماد کم ہوتا گیا اور اس نے اسے ایک بدمعاش سمجھ لیا بادشاہ کی توجہ کی کمی کے ساتھ ساتھ مجلس شاہی میں بھی اس کی مخالفت بڑھتی گئی تاہم اس شخص کا مزاج بالکل غیر مغلوب رہا وہ بالکل تن تنہا رہ گیا کوئی اس کا حامی و مددگار نہیں تھا، وولزی سے اگر امرا کو نفرت تھی تو اہل کلیسا اس کے موئد تھے، مگر کرامول سے اہل

کلیسا امرا سے بھی زیادہ نفرت کرتے تھے۔ اس کے دوست صرف فرقۂ پروٹسٹنٹ کے لوگ تھے مگر ان کی دوستی دشمنوں کی نفرت سے زیادہ مہلک تھی پھر بھی اس نے نہ تو کسی قسم کے خوف کا اظہار کیا اور نہ اپنے اختیارات میں کسی قسم کا خلل آنے دیا وہ بدستور بے انتہا مستعدی کے ساتھ اپنے کام میں منہمک نظر آتا تھا۔ وولزی کی طرح اس نے بھی سلطنت کا تمام نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا، وہ وزیر خارجہ، وزیر داخلہ، کلیسا کا وِکر جنرل، ایک نئے بیڑے کا بانی، فوجوں کا منتظم، خوفناک عدالت اسٹار چیمبر کا صدر غرض سب ہی کچھ تھا مگر اطالیہ کی بود و باش کا انہیں یہ اثر تھا کہ کارڈنل کی شان و شوکت کے برخلاف وہ اپنی قوت کے اظہار و نمائش کی پرواہ نہیں کرتا تھا اس کے عادات بہت ہی سادے اور بے تصنّع تھے روپیہ کی ضرور اسے حرص تھی مگر محض اس لئے کہ وہ جاسوسوں کی اس وسیع فوج کی ضروریات کو پورا کرسکے جنھیں اس نے اپنے خرچ پر قائم کیا تھا اور جن کے کام کی نگرانی میں وہ راتوں کا سونا تک ترک کردیتا تھا۔ اس وقت تک اس کے بے پایاں مراسلات کی پچاس سے زیادہ جلدیں موجود ہیں، غریب دعا خانوں، ستم رسیدہ بیویوں، جور کشیدہ فردوروں اور مظلوم مرتدوں کے ہزارہا خطوط اس ہمہ گیر وزیر کے پاس آتے رہتے تھے جس کی شخصی حکومت کے طریق

نے اس کی ذات کو ایک عام عدالت مرافعہ بنادیا تھا۔ کیسی ہی
بادل نخواستہ طور پر سہی مگر جب تک ہنری اس کی تائید
کرتا رہا وہ اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لئے کافی سے زائد
تھا۔ وہ اس قدر قوت رکھتا تھا کہ اپنے خاص مخالف گارڈنر
اسقف و نچسٹر کو مجلس شاہی سے نکالدیا۔ امرا کی مخالفت کا
اس نے ایسی تہدید سے جواب دیا جس سے اس کی طاقت
کا ثبوت ملتا تھا "اگر امرا اس سے اس قسم کا برتاؤ کریں گے
تو وہ ان کو ایسا مزہ چکھائے گا جو انگلستان نے کبھی نہ چکھا
ہوگا، اور ان میں سے مغرور سے مغرور شخص کو بھی معلوم
ہوجائے گا کہ وہ کیا کرسکتا ہے"۔ اس کی تنہا مرضی نے غیرملکی
حکمت عملی کی ایک ایسی تجویز منظور کرادی جس کا مقصد یہ تھا
۱۵۳۰ء کہ انگلستان اصلاح مذہب کے ساتھ وابستہ ہوجائے، اور بادشاہ
اپنے وزیر کے ہاتھ میں بالکل بے بس ہوجائے۔ بعد میں اسکے
دشمنوں نے جس دلیرانہ لاف زنی کا اس پر الزام لگایا تھا،
وہ صحیح ہو یا نہو مگر اس سے اس کے طریق عمل کا صاف اظہار
ہوجاتا ہے "تھوڑے ہی دنوں میں وہ معاملات کی ایسی صورت
پیدا کردے گا کہ بادشاہ اپنی تمام طاقت کے باوجود اسے
مطلق جنبش نہ دے سکے گا"۔ اس کی تجویز بھی وہی تھی جو
وولزی کے حق میں سمّ قاتل ثابت ہوچکی تھی یعنی بادشاہ کا
ایک نیا عقد کردینا۔ آین بولن کی مختصر شاہی کا انجام یہ ہوا
کہ اس پر عیاشی اور غدّاری کا الزام لگایا گیا اور مئی ۱۵۳۶ء

میں اس کا خاتمہ ہوگیا، اس کی رقیب و جانشین جین سیمور
جو اب ہنری کی منظور نظر تھی دوسرے سال زچہ خانے میں
انتقال کرگئی، اور کرامول نے اس کی جگہ پر این ساکنہ کلیوز کو ۱۵۴۰
جو ایک جرمن شہزادی تھی ملکہ بنادیا، یہ آین سیکسنی کے الکٹر کی
(جو لوتھر کا پیرو تھا) سالی تھی۔ بادشاہ نے جب پہلی بار
اپنی نئی بیوی کی بد نما شکل اور بے ڈول جسم کو دیکھا تو
اسے وحشت سی ہوگئی مگر کرامول نے ہنری کی خواہش نفسانی
تک کے مقابلہ کرنے کی جرأت کی۔ کرامول نے اس وقت
معاملات کی ایسی صورت پیدا کردی تھی کہ اس عقد کے پیچ
سے نکلنا محال ہوگیا تھا، فی الحقیقت کلیوز کی آین کا عقد اس
حکمت عملی کا پہلا قدم تھا جس میں اگر اسے کامیابی ہوجاتی تو ریشلو کی فیروزمندیوں
پر وہ سبقت لیجاتا۔ صرف چارلس اور خاندان آسٹریا سے یہ ہوسکتا تھا کہ وہ
کیتھولک مذہب کو دوبارہ ایسی تقویت دیدیں کہ اصلاح مذہب کا نفوذ رک جائے
اور اس کا قدم پیچھے ہٹ جائے۔ کرامول نے شمال جرمنی کے شہزادوں سے
اتحاد پیدا کرتے ہی یہ کوشش شروع کردی کہ ان سب کو
متحد کرکے فرانس سے ملادے اور اس طرح شہنشاہ کو زیر کرے۔
اگر اسے اس مقصد میں کامیابی ہوجاتی تو یورپ کا سارا نقشہ
ہی بدل جاتا جنوبی جرمنی پروٹسٹنٹوں کے ہاتھ میں آجاتی اور

جرمن کے چھوٹے چھوٹے خود مختار حکمراں جنہیں شاہنشاہی انتخاب میں حق حاصل تھا وہ الکٹر
(انتخاب کنندہ) کہلاتے تھے۔

"جنگ سی سالہ" نہ پیش آئی ہوتی، مگر جس طرح تمام ایسے لوگوں کو ناکامی ہوتی ہے جو زمانے سے سبقت لے جانا چاہتے ہیں، اسی طرح کرامول کو بھی اس معاملے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ جرمن شہزادے شہنشاہ سے مقابلہ کرنے سے جھجک گئے، اور فرانس نے ایک ایسی جنگ میں پڑنے سے پہلو تہی کی جو مذہب کیتھولک کے لئے مہلک ثابت ہوتی۔ پس ہنری اکیلا رہ گیا اور وہی خاندان آسٹریا کے بغض و کین کا نشانہ بنا، اور اس کے ساتھ ہی ایک ایسی بیوی اس کے گلے پڑ گئی جس سے وہ سخت بیزار تھا، لازماً وہ وحشتناک ہوکر کرامول پر ٹوٹ پڑا، امرا کے دلوں میں کرامول کی طرف سے مدت سے بغض بھرا ہوا تھا، اب موقع پاکر انہوں نے بھی اس پر نہایت سختی سے حملہ کیا، ڈیوک نارفک کو وزیر کے گرفتاری کا حکم دیا گیا اور جب اس نے اس کے گلے سے نشان گارٹر اتارا تو شاہی مجلس کی میز کے گرد جس قدر امرا جمع تھے سب نے طعن و تشنیع و لعنت و ملامت کی بوچھار شروع کردی۔ غداری کے الزام پر کرامول نے ایک مایوسانہ جوش کے ساتھ اپنی ٹوپی زمین پر پھینک دی اور چلا کر کہا کہ "کیا میرے خدمات کا اب یہی انعام باقی رہگیا ہے۔ میں تمہارے ہی ایمان سے پوچھتا ہوں کہ آیا میں باغی ہوں؟" لیکن پھر وہ فوراً ہی سمجھ گیا کہ کار از دست رفتہ ہوچکا ہے، اور اسنے اپنے دشمنوں سے تحکمانہ طور پر یہ کہا کہ "جو تمہیں کرنا ہے

جون ۱۵۴۰ء

جلدی کرو مجھے قیدخانے میں گھلنے کے لئے نہ چھوڑو۔" اس کا خاتمہ جلد ہوگیا، اور اس کی گرفتاری پر جس عام خوشنودی کا اظہار کیا گیا تھا اس کے قتل کے وقت اس سے زیادہ جوش ظاہر کیا گیا۔ جولائی

باب ہفتم

"اصلاح"

جزو اول فرقہ پروٹسٹنٹ

۱۵۴۰—۱۵۵۳ء

اسناد۔ ہنری کے عہد کے اواخر اور اڈورڈ کے زمانے کے لئے وافر ذخیرہ موجود ہے، اسٹرائپ کی "یادداشتیں" اور اس کی کرنمر، چیک، اور اسمتھ کی سوانح عمریاں۔ برنٹ کی تاریخ اصلاح" مرتبہ مسٹر پوکاک، خود اڈورڈ کا روز نامچہ ہالنشڈ کا "وقائع" بیکن کا روز "نامچہ" (مرتبہ کیمڈن سوسائٹی)، یہ سب اس زمانے کے لئے کافی و وافی مواد ہیں۔ زمانہ تولیت کے لئے مسٹر ٹائلر کے شائع کردہ خطوط ان کی کتاب انگلینڈ انڈر اڈورڈ دی سکتھ اینڈ میری؛ انگلستان زیر حکومت اڈورڈ ششم و میری England under Edward VII & Mary) میں

دیکھنا چاہیے۔ اس زمانے کے اختتام پر مسٹر نکلس کی کتاب کرانیکل آف کوئین جین (وقائع ملکہ جین (Chronicle of Quen Jane) شائع کردہ کیمڈن سوسائٹی سے بہت روشنی پڑتی ہے۔ بیرونی مبصرین میں سورانزو باشندۂ وینیس نے زمانہ تولیت کے حالات لکھے ہیں۔ اور جیووانی میکیئل کے مراسلات (شائع کردہ مسٹر فریڈمان) سے میری کے دور حکومت کے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ فاکس کی بک آف مارٹیرز (حالات شہدا)(Book of Martyrs) میں اگرچہ بے انتہا غلطیاں پیوریٹنی تعصبات اور بالقصد اخفائے حق کی خرابیاں موجود ہیں، مگر اسکے کثیر واقعات اور دلفریب طرز بیان سے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہوگئی ہے۔ اس کی بہت سی غلط بیانیوں کی مسٹر میٹلینڈ نے اپنے مضمون "اصلاح" میں تصحیح کردی ہے۔ ابتدائی زمانے کے پروٹسٹنٹوں کی داستان مسٹر فراؤڈ نے اپنی تاریخ انگلستان باب چہارم میں نہایت خوبی سے بیان کی ہے۔

کرامول اور شاہی

کرامول کے انتقال کے بعد اس کے طریق عمل کی کامیابی اپنے اوج کمال پر پہنچ گئی اور طاقت شاہی کو انتہائی عروج حاصل ہوگیا۔ انگلستان کی قدیم آزادی، بادشاہ کے قدموں کے نیچے پامال ہورہی تھی۔ امرا سب کے سب خائف و بے حوصلہ ہوگئے تھے، دارالعوام بادشاہ کے دست پرور لوگوں سے بھرا ہوا اور ظلم و تعدی کا آلہ بنا ہوا تھا۔ پارلیمنٹ کے قوانین کی جگہ شاہی فرامین نافذ ہوتے تھے۔ پارلیمنٹ کی جانب سے محصول عائد کئے جانے کے بجائے یوماً فیوماً نذرانے وصول کرنے کا دستور بڑھتا جاتا تھا، معمولی عدالتوں میں انصاف بادشاہ کی مرضی کے تابع ہوگیا تھا اور مجلس شاہی کے غیر محدود و مطلق العنان

اختیارات عام قانون سازی کے دیر طلب طریقے کو بتدریج معدوم کرتے جاتے تھے۔ نئے مذہبی تغیرات نے بادشاہ میں ایک طرح کی شان تقدس پیدا کردی تھی۔ ہنری کل کلیسا کا سرگروہ تھا۔ اسقف اعظم سے لیکر ادنیٰ پادری تک کو مذہبی اختیارات کے عمل کا حق خالصتہً بادشاہ کی طرف سے عطا ہوتا تھا، مذہب کے واعظین کی آواز اسی کی مرضی کی صدائے بازگشت ہوتی تھی۔ صرف وہی یہ فیصلہ کرسکتا تھا کہ کون امر ازروئے مذہب درست اور کون امر بدعت و ارتداد ہے۔ عبادت وعقائد کے طریقے بادشاہ کے وہم و تلوّن کے موافق بار بار تغیر پذیر ہوتے رہتے تھے۔ مذہبی اوقاف وغیرہ کی نصف آمدنی شاہی خزانے میں داخل ہوتی تھی، اور دوسری نصف کو بھی بادشاہ جس طرح چاہتا صرف کرتا تھا۔ ایک شخص واحد کے ہاتھ میں تمام اختیارات کے اس طرح جمع ہوجانے کی کوئی سابقہ مثال نہیں ملتی اور اسی غیر معمولی اجتماع اختیارات نے ہنری کی رعایا کو اس درجہ خوف زدہ و ہراساں کردیا تھا۔ یہ خیال کیا جاتا کہ عام اشخاص جن قوانین کے تابع ہیں ہنری کی شخصیت ان قوانین سے بالاتر ہے۔ مدبّرین اور پادری اس کی مدح سرائی میں اس کی عقل وطاقت کو عام انسانی عقل و طاقت سے بڑھکر ظاہر کرتے تھے۔ جب وقت اس کا نام آتا تھا پارلیمنٹ کے اراکین کھڑے ہوکر خالی تخت کے

سامنے جھکتے تھے۔ اس کی ذات کے ساتھ کامل عقیدت نے قانونی وفاداری کی جگہ لے لی تھی، کلیسائے انگلستان کے مقتدائے اعظم نے کرامول کی خاص خوبی یہی بیان کی تھی کہ "وہ بادشاہ سے اس سے کم محبت نہیں کرتا تھا جس قدر وہ خدا سے محبت کرتا تھا"۔

کرامول اور پارلیمنٹ

ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس شاہ پرستی کی عمارت کے بلند کرنے میں کرامول سے زیادہ کسی کا حصہ نہیں ہے مگر اسنے اس عمارت کو انجام کو پہنچایا ہی تھا کہ وہ گرنا شروع ہوگئی اس کی کارروائیوں کی کامیابی ہی درحقیقت اس کے طرز عمل کی تباہی کا باعث ہوئی، اس کے طریق عمل کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس نے از سرِ نو پارلیمنٹ کے اجلاس منعقد کرنا شروع کردئے تھے۔ جس بڑی مجلس سے اڈورڈ چہارم کے وقت سے وولزی کے وقت تک تمام بادشاہ خوف کرتے رہے تھے، کرامول نے پھر اسے سب سے آگے کردیا اور اسی کو مطلق العنانی کا سب سے زیادہ خطرناک آلہ بنایا۔ اسے ایک ایسے دارالامرا سے خوف کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی تھی جو بادشاہ کے سامنے بے بسی کے ساتھ کانپتا ہو اور جس کے مذہبی ارکان کو اس کی حکمت عملی نے محض بادشاہ کی مرضی کا آلہ بنا دیا ہو، نہ اسے ایک ایسے دارالعوام سے ہراساں ہونے کا کوئی سبب نظر آتا تھا، جس کے ارکان بالواسطہ یا بلا واسطہ شاہی مجلس کی طرف سے نامزد ہوتے ہوں۔ اس

قسم کی پارلیمنٹ سے کرامول کو پورا اعتماد تھا کہ خود رعایا کے قائم مقاموں ہی کے ذریعے سے وہ انہیں اس مطلق العنانی کے کام میں اپنا شریک جرم کر لے گا۔ پارلیمنٹ ہی کے قوانین کے ذریعے سے یہ ہوا کہ کلیسا بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا۔ پارلیمنٹ ہی کے قوانین ضبطی کے حکم سے بڑے بڑے امرا قتل کئے گئے۔ انہیں آئینی طریقوں سے نئے اقسام غداری حلف، اور جرح کے قائم ہوئے اور آزادی کا مُنہ بند کیا گیا لیکن اس طریق عمل کی کامیابی تمامتر اس پر منحصر تھی کہ پارلیمنٹ ہمہ تن تاج کی فرمان پذیر لونڈی بن جائے، مگر خود کرامول کے فعل نے اس طریق کار کا جاری رہنا ناممکن کر دیا۔ زمانۂ مابعد میں ہر دو ایوانہائے پارلیمنٹ سے جو کام لینا منظور تھا اس کے لئے لازمی تھا کہ اگرچہ اس کی روح بالکل فنا ہو چکی تھی مگر آئینی آزادی کے اشکال ظاہری کی پوری پابندی کی جائے، اس مطلق العنانی کے خلاف رجعت قہقری کا ہونا لازمی تھا اور اس میں پارلیمنٹ ہی رعایا کی قوت جدید کے مرکز کا کام دینے والی تھی اور پارلیمنٹ ہی کے بحال خود برقرار رہنے کی وجہ سے یہ ممکن ہوا کہ سیلِ آزادی خاموشی کے ساتھ اپنی طبعی رو سے اپنے قدیم چشموں میں واپس آ جائے۔ خود کرامول کے دوران حکمرانی میں چھوٹی چھوٹی خانقاہوں کے بند کر دینے کے ایک "عظیم الشان مباحثہ" کے موقع پر یہ ظاہر ہو گیا کہ مقاومت کے عناصر ابھی تک باقی ہیں اور

جب اڈورڈ کی صغر سنی اور میری کی غیر ہردلعزیزی کے دوران میں تاج کی طاقت کم ہوگئی تو یہ عناصر بہت تیزی کے ساتھ ترقی کر گئے۔ روح آزادی کی اس تجدید میں کلیسا کی لوٹ نے بہت کچھ مدد دی۔ کلیسا کی لوٹ سے خزانے میں نہایت کثیر دولت جمع ہوگئی تھی اور کرامول اور بادشاہ دونوں نے کچھ تو ضرورت سے اور کچھ اس خیال سے کہ ایک ایسا گروہ پیدا ہوجائے جو ان کی مذہبی حکمت عملی کا موئد ہو اس دولت کو بے دریغ لٹانا شروع کردیا۔ اس طرح پر تمام اراضی سلطنت کا پانچواں حصّہ کلیسا کے قبضہ سے نکل کر امرا وروسا کے قبضے میں آگیا تھا۔ نہ صرف پُرانے خاندان دولتمند ہوگئے بلکہ متوسلین دربار کا ایک نیا طبقہ امرا کا قائم ہوگیا ہنری نے اراضی کلیسا سے جیسے وسیع عطیات اپنے درباریوں کو دئے اس کی صریحی مثال خاندانہائے رَسَل و کوِنڈش ہیں انہیں عطیات کی وجہ سے یہ خاندان گمنامی سے نکل کر مدارج اعلیٰ پر پہنچ گئے۔ قدیم طبقہ بیرن ابھی پوری طرح مٹا بھی نہیں تھا کہ ایک نیا طبقہ امرا اسکی جگہ پر قائم ہوگیا۔ مسٹر ہیلم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ" اس زمانے میں جو خاندان بہت زیادہ قابل وقعت سمجھے جاتے ہیں خواہ وہ امرائے ملک میں شامل ہوں یا نہوں مگر ان میں سے معدودے چند کے سوا سب کو شاہان ٹیوڈر ہی کے زمانوں میں یہ بلند منزلت حاصل ہوئی ہے اور اگر ہم انکی جائداد کے اسناد کا پتہ چلائیں تو معلوم ہوجائے گا کہ ان کا بیشتر حصہ خانقاہوں اور

دوسرے مذہبی وقفوں کی ضبطی سے حاصل ہوا ہے"۔ ہنری کے انتقال کے بعد جو واقعات پیش آئے اور ان میں ان نئے امرا نے جو نمایاں حصہ لیا اس سے ان کے تمام طبقے میں ایک نئی قوت و جان آگئی۔ مگر صاحبان جائداد کے اِس عام تموّل و ثروت میں چھوٹے چھوٹے رئیسوں کو بھی حصہ ملا تھا اور امرا کے جدید اظہار قوت کے بعد ہی دارالعوام نے بھی ازسرنو اپنی سیاسی اہمیت کا اظہار شروع کردیا۔

فرقۂ پروٹسٹنٹ کراموَل کے مذہبی تغیرات کی وجہ سے رعایا کے جوش مذہبی میں نئی قوت پیدا ہوگئی تھی اور اسی وجہ سے کراموَل کی یہ حکمت عملی شاہی کے لئے مہلک ثابت ہوئی۔ ایک وسیع معاشرتی و عام پسند تحریک یعنی لولارڈی کا خاتمہ ہوچکا تھا اور وکلف کے پیدا کردہ مذہبی جوش کا بھی اس سے زیادہ کوئی اثر باقی نہیں رہا تھا کہ کلیسا کے نظم و نسق سے ایک مبہم طرح کی بے اطمینانی و بے دلی قائم تھی تاہم لولارڈی کی روح اگرچہ کمزور ہوگئی تھی اور اس پر سکتہ کا عالم طاری تھا مگر وہ بالکل مردہ نہیں ہوئی تھی اساقفہ کے رجسٹروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقے کے لوگوں پر جابجا مقدمات قائم ہوتے رہتے تھے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ جابجا جمع ہوکر "دو ارتداد کی ایک بڑی کتاب سے تمام رات فرقۂ اوینجلسٹ کے حالات انگریزی میں پڑھتے رہتے ہیں" اور وکلف کے رسالوں کی نقلیں ہاتوں ہاتھ گشت کرتی رہتی تھیں

اس دبی ہوئی آگ کے بھڑک اُٹھنے کے لئے صرف ایک پھونک کی ضرورت تھی اور اس کام کو ولیم ٹنڈیل نے انجام دیا وہ آکسفورڈ سے کیمبرج چلا گیا تھا تاکہ اریسمس کے "عہدنامہ جدید" کی اشاعت کے اثر کو اچھی طرح سمجھ لے ۔ اس نے ایک ذی علم مناظر سے یہ کہا تھا کہ "اگر خدا نے مجھے زندہ رکھا تو چند ہی برس کے اندر اندر میں یہ کر دکھاؤں گا کہ ایک ہل چلانے والا لڑکا انجیل آپ سے زیادہ جانتا ہوگا" اس کی عمر چالیس برس کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس کا یہ خواب پورا ہوگیا ۔ مقام وٹمبرگ میں لوتھر کے عقائد مروجہ پر اعتراض کرنے کی خبر سن کر وہ اپنی عزلت گاہ گلوسٹرشایر سے نکلا، کچھ دنوں لندن میں پناہ لیکر ہیمبرگ پہنچا اور وہاں سے اس چھوٹے سے قصبے کو روانہ ہوگیا جو یک بیک "اصلاح" کا شہر مقدس بن گیا تھا ۔ ہر قوم کے طلبہ وہاں اس جوش کے ساتھ جمع ہو رہے تھے گویا وہ جنگ مقدس کے لئے آرہے ہیں ۔ ایک ہمعصر کا قول ہے کہ "جب اس قصبے پر ان طلبہ کی نظر پڑتی تھی تو وہ ہاتھ اُٹھا کر خدا کا شکر بجا لاتے تھے کیونکہ یروشلم ہی کی طرح سے اب وٹمبرگ سے انجیل کی صداقت روئے زمین پر دور دور تک پھیلنے والی تھی" ۱۵۲۵ء میں اس کا ترجمہ "عہدنامہ جدید" مکمل
۱۵۲۵ ہوگیا، کولون سے جب وہ نکالا گیا تو وہ یہ صفحات لئے ہوئے ورمز کو بھاگا اور وہاں سے اس "عہدنامہ جدید" کے چھ ہزار نسخے انگلستان کو روانہ کئے گئے مگر ٹنڈیل کی کتاب محض ترجمے

کی حیثیت سے انگلستان میں نہیں پہنچی بلکہ وہ لوتھر کی تحریک کے ایک جزو کی حیثیت سے آئی۔ اس ترجمے کے مذہبی الفاظ میں لوتھر کی اصطلاحات کی پیروی کی گئی تھی۔ اور اس کے ساتھ لوتھر کی سخت کلامیاں اور ولکلف کے طبع ثانی کے رسائل بھی شامل تھے۔ اس کتاب کو خلاف مذہب قرار دیا گیا اور وولزی نے اپنے سامنے سنٹ پال کے صحن میں ان کتابوں کا انبار لگواکر انہیں جلوادیا۔ لیکن کتاب مقدس اور رسالے خفیہ طور پر انگلستان میں آتے اور "اخوان مسیحی" کی ایک انجمن کے توسط سے زیادہ غریب اور تجارت پیشہ لوگوں میں تقسیم ہوتے رہے۔ اس انجمن میں زیادہ تر لندن کے تاجر اور اہل شہر شامل تھے۔ مگر ان کے گماشتے تمام ملک میں پھیلے ہوئے تھے۔ یہ کتابیں بہت جلد دارالعلوموں میں پہنچ گئیں جہاں "تعلیمات جدیدہ" کی ذہنی تشویش کی وجہ سے مذہبی تحقیقات کا خیال پہلے ہی سے تیز ہو رہا تھا اور ارتداد کے لئے کیمبرج کا نام روشن ہوچکا تھا، کیمبرج کے جن طلبہ کو وولزی نے اپنے کارڈنل کالج میں رکھا تھا، انہیں نے اس مرض متعدی کو آکسفورڈ پہنچایا۔ رسولوں کے مراسلات کے خفیہ طور پر پڑھنے اور ان پر بحث کرنے کے لئے کارڈنل کالج میں "اخوان مسیحی" کا ایک مختصر سا گروہ قائم ہوا تھا اور بہت جلد دارالعلوم کے زیادہ ذہین اور ذی علم طلبہ اس میں شامل ہوگئے۔ کلارک اس گروہ کا گویا مرکز تھا، اس نے نئے شامل ہونے والوں کو خطرات کا اندیشہ دلاکر

ڈرایا مگر اس کا یہ انتباہ بے سود ثابت ہوا، ان میں سے ایک طالب علم اینتھونی ڈیلیبر کہتا ہے کہ "میں اس کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑا اور رو رو کر چلا چلا کر اس سے یہ التجا کی کہ خدا کے واسطے مجھ پر رحم کر اور میری شمولیت سے انکار نہ کر۔ میں نے یہ بھی کہا کہ مجھے یقین ہے کہ جس نے مجھے توفیق عطا کی ہے وہ آخر وقت میں مجھے چھوڑ نہیں دے گا بلکہ اپنی رحمت مجھ پر نازل کرے گا۔ جب اس نے مجھے اس طرح کہتے سُنا تو میرے قریب آکر اس نے مجھے بغل میں لے لیا۔ اور بوسہ دیکر کہنے لگا خدائے عزوجل تمہیں اس کام کی قوت دے اور اس وقت سے یسوع مسیحؑ کے واسطے سے تم مجھے اپنا باپ سمجھو اور میں تمہیں اپنا بیٹا سمجھوں گا"۔ ٹنڈیل کے تصانیف کی اس فوری اشاعت نے ایک ہیجان عام پیدا کردیا اور وولزی زیادہ سخت کارروائی کرنے پر مجبور ہوا۔ آکسفورڈ کے بہت سے "اخوان مسیحی"
۱۵۲۸ قید خانوں میں ڈال دیئے گئے۔ اور ان کی کتابیں ضبط کرلی گئیں باوجودیکہ اس سے فرقہ پروٹسٹنٹ میں اضطراب پیدا ہوگیا اور ان میں سے بعض لوگ سمندر پار بھاگ گئے مگر فی الحقیقت ان کے ساتھ کچھ زیادہ سختی نہیں کی گئی۔ وولزی سیاسی معاملات کے سوا دوسرے اعتبارات سے ہمیشہ ان سے چشم پوشی کرتا رہا۔

درحقیقت ہنری کو خاص فکر یہ تھی کہ ایسا نہو کہ ارتداد کے جوش مخالفت میں "تعلیمات جدیدہ" کو نقصان پہنچ جائے لیٹیمر پیدائش ۱۴۹۰ء

اس کے اس خیال کا ایک بدیہی ثبوت یہ ہے کہ اس نے ایک ایسے شخص کو اپنی حفاظت میں لے لیا تھا جسکے عام پسند وعظ سے کارلٹ کی شہرت بھی ماند پڑجانے والی تھی۔ ہیو لیٹمر لیسٹر شائر کے ایک سپاہی پیشہ شخص کا لڑکا تھا۔ اس کے بچپن کے زمانے میں جب اس کا باپ کارنوال کے باغیوں کے خلاف بلیک ہیتھ کے میدان جنگ میں جانے والا تھا تو اسی لڑکے نے اسے زرہ پہنائی تھی۔ بچپن میں اسے جس قسم کی سپہ گری کی تعلیم ملی تھی اس کا ذکر اس نے خود کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ "میرا باپ نہایت خوشی کے ساتھ مجھے تیر کا نشانہ لگانا سکھاتا تھا۔ اس نے مجھے کمان کا کھینچنا اور کمان پر جسم کا زور دینا سکھایا تھا تاکہ میں دوسری قوموں کی طرح اپنے بازو کے زور سے نہیں بلکہ اپنے جسم کے پورے زور کے ساتھ کمان پر چلہ چڑھا سکوں"۔ چودہ برس کی عمر کے بعد وہ کیمبرج گیا۔ وہاں "تعلیمات جدیدہ" کا زور شروع ہوچکا تھا لیٹمر ہمہ تن اس میں غرق ہوگیا اور اس کا اثر اسکی جسمانی طاقت پر پڑا۔ دماغی محنت کی کثرت نے اس کی صحت کو کمزور کردیا اور اسے بیماریوں کا شکار بنادیا۔ وہ ایک قوی الجثہ شخص تھا مگر بیماری و کمزوری صحت کا اثر اس سے زائل نہیں ہوا، حصول علم میں اس نے اگرچہ اس درجہ محنت کی لیکن اس کی قسمت میں یہ تھا کہ اس کی شہرت

ایک عالم کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک واعظ کی حیثیت سے ہو۔ اس نے اپنے مذاق سلیم کے سبب سے اپنے واعظوں میں مدرسوں کا سا اظہار علم اور فقیہوں کی سی دقیقہ سنجی دونوں کو ترک کردیا۔ وہ تخیلات کا بندہ نہیں تھا اور اس زمانے کے مذہبی تغیرات میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ دوسرے مصلحین سے پیچھے رہا کیا ہے۔ مگر اس میں مذہب یہود کے نبیوں کی سی اخلاقی صداقت پائی جاتی تھی اور جب وہ غلطیوں پر ملامت کرتا تھا تو اس سے انبیا کا سا تحکم و جوش ظاہر ہوتا تھا۔ اس نے ایک بار ہنری سے مخاطب ہوکر زور کے ساتھ یہ کہا کہ ”اپنی روح کو نیکی سے فائدہ پہنچاؤ اور اس دن کو آیا سمجھو جب تمہیں اپنے فرائض کا اور اپنی تلوار کی خونریزیوں کا حساب دینا ہوگا“ ملامت سے زیادہ اس کے طنزیہ کلام کا اثر پڑتا تھا۔ بمقام پالس کراس اس نے اساقفہ کے حلقے میں ایک بار یہ کہا کہ ”میں آپ لوگوں سے ایک عجیب سوال کرتا ہوں۔ تمام انگلستان میں کون مقتدا اپنے فرائض کی بجا آوری میں سب سے زیادہ آمادہ و مستعد رہتا ہے؟۔ میں بتاتا ہوں۔ وہ مقتدا شیطان ہے۔ اس تمام گروہ میں جو نفع رسانی کے مدعی ہیں شیطان کو ہر وقت میرے سرمایہ کی فکر رہتی ہے کیونکہ وہ کسی وقت اپنے کام سے غافل نہیں ہوتا ہے۔ پس آپ جیسے پند و نصیحت سے گریز کرنے والے مقتدایان دین کو اپنے ادائے فرائض میں

مستعدی شیطان سے سیکھنا چاہیئے۔ اگر آپ لوگ خدا سے نہیں سیکھتے تو برائے خدا شیطان ہی سے سیکھئے" مگر اس سے یہ بہت بعید تھا کہ وہ صرف ملامت کرنے پر بس کرتا۔ وہ اپنے عام فہم مذاق کے ساتھ بیچ بیچ میں قصّے اور اخلاقی تمثیلیں بھی بیان کرتا جاتا تھا۔ اس کے جوش صداقت میں ہمیشہ خوش فہمی کا عنصر شامل ہوتا تھا۔ عام اور سادے طرز بیان میں اسکے چبھتے ہوے مذاق سے جان پڑجاتی تھی۔ وہ اپنے سامعین سے اس طرح مخاطب ہوتا تھا جیسے کوئی شخص اپنے دوستوں سے باتیں کرتا ہو۔ کبھی وہ اپنے گھر کی زندگی کے اس قسم کے قصّے بیان کرتا تھا جیسے اوپر مذکور ہوچکے ہیں، کبھی اس سادگی و صفائی کے ساتھ حوادث و تغیرات کا ذکر کرتا تھا کہ یہ سادگی ہی اس کے معمولی بیان میں ایک شان پیدا کردیتی تھی۔ وہ ہمیشہ دنیا کے حالات واقعی سے بحث کرتا تھا۔ اور وفاداری، جفاکشی، غریبوں پر ترحم کے عام بیانات میں وہ ہل سے لیکر تخت تک کی کیفیتیں بیان کرڈالتا تھا۔ اس کے قبل اس قسم کا وعظ انگلستان میں کبھی سننے میں نہیں آیا تھا اور اس کی شہرت کے ساتھ اس کی گرفتاری کا خطرہ بھی بڑھتا جاتا تھا۔ وہ اگرچہ ایک قوی دل شخص تھا مگر بعض وقت اس کا دل بھی بیٹھ جاتا تھا اس نے ایک بار لکھا تھا کہ "اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ خدا میری مدد کرے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ آج میرے اور میرے لندن والے آقا کے درمیان سمندر

حائل ہوتا ہے" ارتداد کے ایک مقدمہ نے آخر خطرے کو اس سے قریب کردیا۔ اس نے اپنے مذاق اور درد دل کے مخصوص امتزاج کے ساتھ لکھا تھا کہ " باوجود ہر طرح کے رنج کے میرا ارادہ ہے کہ اس سال اپنے اہل قصبہ کے ساتھ کرسمس کی خوشی مناؤں کیونکہ ممکن ہے کہ میں پھر ان میں واپس نہ آؤں " مگر دربار نے ہمیشہ اس کی پشت پناہی کی اور اسی وجہ سے وہ ہمیشہ ان خطرات سے بچا رہا۔ اسقف اعلیٰ کی تہدید کے خلاف وولزی نے اس کی حمایت کی۔ ہنری نے اسے خود اپنا چیپلین (پیش نماز) مقرر کیا اور اس نازک موقع پر بادشاہ کی مداخلت نے لیٹمر کے ججوں کو مجبور کردیا کہ چند مبہم الفاظ میں اطاعت کی ہدایت کرنے پر اکتفا کریں۔

کرامول اور پروٹسٹنٹ

وولزی کے زوال کے بعد پروٹسٹنٹوں کو جو دشواریاں پیش آئیں ان میں وہ زیادہ جور و ستم کا شکار ہونے سے اس وجہ سے بچ گئے کہ ہنری، روما، کے جھگڑے میں پھنس گیا تھا۔ طلاق، پوپ کے اقتدار کا انکار، پادریوں کی ذلت، خانقاہوں کا بند کیا جانا، اور دوسرے مذہبی تغیرات، یہ تمام مصائب یکے بعد دیگرے طبقۂ مذہبی کو بے دم کر رہے تھے، اور دفعتہً انکی حالت یہ ہوگئی تھی کہ دوسروں کے عقائد پر بازپرس کے بجائے انکو اپنی ہی جانوں کے لالے پڑ گئے تھے۔ جن لوگوں کو وہ دھمکیاں دیا کرتے تھے، وہی ان کے سروں پر مسلط کردئے گئے تھے کرنمر اسقف اعظم ہوگیا۔ تغیرات جدیدہ کا ایک موئد شیکسٹن،

سالسبری کا اسقف بنادیا گیا۔ بارلو ان تغیرات کی جانبداری میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا، وہ سنٹ ڈیوڈ کے منصب اسقفی پر فائز کردیا گیا۔ علیٰ ہذا، ہلسی، گڈرچ، اور فاکس، علی الترتیب روچیسٹر، ایلی، اور ہیرفرڈ کے اسقف بنادئے گئے خود لیٹیمر، ورسٹر
۱۵۳۶ کا اسقف ہوگیا، اور مجلس مذہبی میں ایک پُر زور تقریر کے دوران میں اس نے پادریوں کو یہ طعنہ دیا کہ وہ اس سے قبل حرص و توہمات میں مبتلا تھے اور جب بادشاہ اور پارلیمنٹ کی طرف سے تجدید مذہبی کی کوششیں ہورہی تھیں اس وقت وہ ایک عضو معطل کی طرح بیکار پڑے ہوئے تھے ہم دیکھ چکے ہیں کہ کراموَل کا مقصد بالکل وہی تھا جو "تعلیمات جدیدہ" کا تھا۔ وہ مذہب کی اصلاح چاہتا تھا، انقلاب نہیں چاہتا تھا، وہ عقائد میں سادگی کا خواہاں تھا نہ کہ کسی تغیر و تبدل کا، عبادت کا کوئی نیا طریقہ جاری کرنا اس کا مقصود نہیں تھا بلکہ وہ صرف طرق مروّجہ کو زیادتیوں سے پاک کردینے کا خواہاں تھا مگر یہ ممکن نہیں تھا کہ کلیسا پر اس طرح ضرب بر ضرب لگائی جائے اور بالارادہ نہیں تو بلا ارادہ اس گروہ کی طرف میلان پیدا نہ ہو جائے جو جرمن اصلاح سے ہمدردی رکھتا تھا اور اپنے ملک میں بھی زیادہ قطعی تغیرات کرنا چاہتا تھا۔ یہ پیروان لوتھر یعنی پروٹسٹنٹ اگرچہ اس وقت تک صرف معدودے چند تھے مگر نئی امیدوں نے انہیں ایک خطرناک دشمن بنادیا تھا۔ ظلم و ستم سہتے سہتے وہ تکالیف کے خوگر ہوگئے تھے اور اس لئے وہ نہایت

بے باکی سے اس مذہب پر حملہ کرنے لگے تھے جس نے
۱۵۳۸ ابتک انہیں پامال کررکھا تھا۔ کراموِل کے تغیرات کے شروع
ہوتے ہی، صوبہ سفک کے چار نوجوان ڈوورکورٹ کے کلیسا
میں گھس گئے، اور ایک کراماتی صلیب کو توڑ ڈالا اور اسے
میدان میں لیجاکر جلادیا، چھوٹی چھوٹی خانقاہوں کا بند کیا جانا،
پُرانے مذہب کی دلیرانہ بے حرمتی کے لئے ایک نیا اشارہ
ہوگیا۔ اس کام کے لئے جو کمشنر (متصرف) بھیجے گئے تھے
ان کی درشتی، رعونت، اور غصب نے تمام خانقاہی گروہ
کو ناامید کردیا تھا۔ ان کے ملازمین چھوٹے کوٹ کے بجائے
پادریوں کے لمبے لمبے چغے اور زین پوشوں کے بجائے پادریوں
کی صدریاں بچھائے سڑکوں پر سوار ہوکر پھرتے اور جو بڑی بڑی
خانقاہیں بچ رہی تھیں ان میں بھی اضطراب پھیلاتے تھے
بعض خانقاہوں نے آنے والی مصیبت کے خیال سے اپنے
جواہرات اور باقیات سلف سب فروخت کر ڈالے تھے۔ بعضوں
نے بطور خود شکست ہوجانے کی درخواست کی تھی۔ وکرجنرل
کے نئے فرامین میں جب یہ حکم دیا گیا کہ توہم پرستی کی وجہ
سے جن چیزوں کی تعظیم کی جاتی ہے وہ ہٹالی جائیں تو
حالت اور بھی بدتر ہوگئی۔ جو لوگ انہیں تصویروں اور باقیات سلف
کو اپنا مذہب سمجھتے تھے ان کے لئے ان چیزوں کا ہٹادینا ہی
گیا کم ناگواری کا باعث تھا کہ ان چیزوں کی اہانت کرنے سے
اس ناگواری کو اور تلخ کردیا گیا باکسلے کے گرجا میں ایک

"کراباتی" صلیب تھی جو اپنا سر جھکاتی اور اپنی آنکھوں کو گردش دیتی تھی۔ اس صلیب کو تمام بازاروں میں پھرایا گیا اور پھر صحن دربار کے سامنے ایک تماشے کے طور پر نصب کر دیا گیا۔ حضرت مریمؑ کے مجسمات کے قیمتی لباس اتار لئے گئے اور انہیں مجمع عام کے سامنے جلانے کے لئے لندن بھیجا گیا لیٹمر نے اپنے ورسٹر کے گرجے سے حضرت مریمؑ کے جس بت کو نکال باہر کیا تھا اسے ان حقارت آمیز الفاظ کے ساتھ پائے تخت کو روانہ کیا کہ "یہ اپنی والسنگھم کی بڈھی اور البسوج کی نوعمر بہنوں اور ڈانگیسٹر اور پنزش کی دونوں بہنوں کے ساتھ ملکر اسمتھ فیلڈ میں دل لگی کا اچھا سامان مہیا کردے گی"۔ جدید احکام یہ جاری ہوئے کہ صندوقوں میں سے تمام باقیات سلف نکال کر پھینکدئے جائیں اور تمام زیارت گاہیں مسمار کردی جائیں کینٹربری میں سنٹ ٹامس کا مزار مذہبی صدر مقام کے کلیسا کی زینت تھا مگر اس جلیل الشان مزار سے سنٹ ٹامس کی ہڈیاں نکال کر پھینکدی گئیں اور دعا کی کتاب سے اس کا نام اس طرح مٹا دیا گیا گویا وہ ایک باغی شخص تھا۔ گرجاؤں میں کتب مقدس کے انگریزی ترجموں کے رواج سے پروٹسٹنٹوں کے اظہار جوش کے لئے ایک نیا راستہ کھل گیا۔ باوجودیکہ بادشاہ کا حکم تھا کہ یہ ترجمہ آہستہ آہستہ بغیر کسی قسم کی تشریح و توضیح کے پڑھا جائے مگر اس گروہ کے جوشیلے نوجوان نماز کے دوران میں فخریہ طور پر خوب چلا چلا کر اسے اپنے گرد کے پُرجوش مجمع کو سناتے

اور پڑھنے کے ساتھ ہی زور و شور کے ساتھ اس کی تشریح بھی کرتے جاتے تھے۔ پروٹسٹنٹ کنواری لڑکیاں انگریزی کی ابتدائی کتابیں گرجے میں لیجاتیں اور صبح کی نماز کے بعد طمطراق کے ساتھ ان کی تعلیم حاصل کرتیں، آخر حالت اس حد کو پہنچ گئی کہ فرقہ پروٹسٹنٹ کے عوام نے اساقفہ کی عدالتوں پر حملے کرکے انھیں توڑ ڈالا اور اس طرح اہانت سے گزر کر علانیہ زیادتی کی نوبت آگئی اور جب ان نئے معتقدات کے پیرو پادریوں نے شادیاں کرنا شروع کردیں تو قانون اور رائے عامہ دونوں کی توہین ہوئی۔ اگرچہ اس بارے میں مذہبی حکام کی طرف سے خاموشی برتی گئی مگر عام مباحث کا ایک سخت ہیجان پیدا ہوگیا۔ ہنری نے نہایت سخت شکایت کی کہ "نئی انجیل پر لوگ بحثیں کرتے اسے اشعار کی طرح پڑھتے اور گاتے پھرتے ہیں اور ہر ایک سرائے اور شراب خانے میں اس کی تانیں سنی جاتی ہیں"۔ ان قواعد کی وجہ سے جن میں کلیسائے انگلستان کے عقائد بیان کئے گئے تھے ایک پر غیظ مناظرہ برپا ہوگیا۔ عشار ربانی کا عقیدہ رومن کیتھولک عقائد و عبادت کی جان تھا، اور انگریزوں کا بیشتر حصہ ابتک اسے مقدس سمجھتا تھا مگر جس اہانت و بے حرمتی کے ساتھ اس کے خلاف کارروائی کی گئی اس وقت اس کا یقین بھی نہیں آتا۔ روٹی اور شراب کا حضرت عیسیٰؑ کے گوشت و خون سے بدل جانے کا عقیدہ ابتک قانوناً مسلم تھا، اب نظموں اور کھیلوں میں اس کا مضحکہ اڑایا جانے لگا۔ ایک

گرجا میں جب پادری نے نان مقدس کو بلند کیا تو اس کے مقابلے
میں ایک پروٹسٹنٹ قانون پیشہ شخص نے ایک کتے کو ہاتھ
میں لیکر اُٹھایا- قدیم عبادت کے سب سے زیادہ مُقدّس الفاظ
ہاک اسٹ کارپس (Hoc est Corpus) جو تقدیس
کے موقع پر کہے جاتے تھے اسے لوگوں نے تمسخر سے ہوکس پوکس
بنالیا تھا جسے مداری اپنے کھیل کے موقعوں پر کہا کرتے ہیں-
تمام زیادتیوں سے بڑھکر قداس (ماس) کے اس حملے سے ہنری
اور تمام قوم کو سخت رنج پہنچا' اور اس کا پہلا اثر یہ ظاہر ہوا
عقائد ستہ که پارلیمنٹ نے عام اتفاق کے ساتھ عقائد ستہ نافذ کئے- ان عقائد میں
۱۵۳۹ سب سے پہلے وہی روٹی اور شراب کے تبدّل کا عقیدہ دوبارہ
قائم کیا گیا تھا- اور اس معاملے میں "وو تعلیمات جدیدہ" اور
قدیم کیتھولک گرجے کے عقیدے میں کوئی فرق نہیں تھا، لیکن
بقیہ پانچ عقائد کی رو سے آئندہ معتدل اصلاح کا راستہ بھی بند کردیا گیا،
ان عقائد کے بموجب عبادت کے لئے جماعت' پادریوں کا تجرّد،
خانقاہی حلف، خانگی جماعت اور خفیہ اعتراف گناہ' داخل مذہب
و اعتقاد قرار دئے گئے- اس رجعت قہقری کے ساتھ ایک زیادہ
ہولناک صورت یہ پیش آئی کہ عقائد مذہبی کے لئے عقوبت کا
طریقہ پھر جاری ہوگیا- روٹی اور گوشت کے تبدّل کے عقیدے
کے انکار کی سزا میں جلا دینا ترک کردیا گیا تھا بقیہ پانچ عقائد
کے متعلق ایک بار سے زائد جرم عائد ہونے کی صورت میں
یہی سزا مقرر تھی- گناہوں کے اعتراف سے یا عام عبادت

میں شامل ہونے سے انکار کرنا سخت جرم قرار دیا گیا تھا۔ کرنمیر اور اس کے ساتھ ان پانچ اساقفہ نے جو کسی قدر فرقہ پروٹسٹنٹ سے ہمدردی رکھتے تھے۔ اس قانون کے خلاف دارالامرا میں کوشش کی مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اس معاملے میں دارالعوام کے تمام اراکین یکدل و یک رائے تھے، اور ان عقائد کی طرفداری میں خود ہنری ان کی زبان بنا ہوا تھا اس نئے قانون کے بموجب صرف لندن میں پانچسو پروٹسٹنٹوں پر الزام لگایا گیا۔ لیٹمر اور شیکسٹن قید کردئے گئے۔ لیٹمر مجبور کیا گیا کہ اپنی اسقفی سے استعفا دیدے۔ خود کرنمیر محض ہنری کے ذاتی رسوخ کی وجہ سے بچ سکا لیکن اس فتحیابی کے پہلے زور و شور کے ختم ہوتے ہی کرامول کا زبردست ہاتھ پھر اپنا کام کرنے لگا۔ اگرچہ اس کے خیالات وہی تھے جو "تعلیمات جدیدہ" کے تھے اور قانون مذکورۂ بالا کے عام مفہوم سے اسے بہت کم اختلاف تھا مگر بالطبع وہ اسی فریق کی جانب مائل تھا جو اس کے زوال کا خواہاں نہیں تھا وہ پروٹسٹنٹوں کی زیادتیوں کو روکنا چاہتا تھا، ان کو نیست و نابود کرنے کا خواہاں نہیں تھا۔ لندن کے پروٹسٹنٹوں پر جو الزامات لگائے گئے تھے وہ برطرف کردئے گئے۔ قانون نافذہ کے عمل میں لانے سے حکّام کو روک دیا گیا اور ان قوانین کے بموجب جو لوگ بجرم ارتداد قید تھے انہیں عام معافی دیدی گئی۔ عقائد ستّہ کے اجرا کے چند ہی ماہ بعد

ایک پروٹسٹنٹ نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ "گرفتاری کی کارروائیاں بالکل بند ہوگئی ہیں، کلام مقدس کا وعظ پوری قوت کے ساتھ ہوسکتا ہے اور ہر قسم کی کتابیں علانیہ فروخت ہوسکتی ہیں"۔

ہنری ہشتم کا انتقال

کرامول کے زوال کے بعد یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کے منصوبے بالکل ترک کردئے گئے ہیں۔ اَینَ (کلیوس) کا عقد منسوخ کردیا گیا اور ڈیوک نارفک کی بھتیجی کیتھرین ہاورڈ نئی ملکہ بنائی گئی۔ نارفک کو دوبارہ غلبہ حاصل ہوگیا اور اس نے پھر وہی روش اختیار کی جس میں کرامول کی وجہ سے خلل پڑگیا تھا۔ فرنیس اور پیروان لوتھر کے بجائے شہنشاہ سے اتحاد کرنے میں وہ بھی بادشاہ کا ہمخیال تھا۔ وہ ابتک تعلیمات جدیدہ کے خواب دیکھ رہا تھا، کلیسا کی خرابیوں کو وہ ایک عام مجلس کے ذریعے سے رفع کرنا اور مذہب کیتھولک کے نئے فرقے سے انگلستان کی مصالحت رکھنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لئے بسا ضروری تھا کہ انگلستان میں مذہب قدیم کی حمایت کی جائے۔ اور شہنشاہ سے اتحاد پیدا کیا جائے کیونکہ صرف شہنشاہ ہی کے اثر سے اس قسم کی مجلس عام کا اجتماع ہوسکتا تھا۔ کرامول کے زوال کے بعد زیادہ جوشیلے پروٹسٹنٹوں کی طرح زیادہ سخت کیتھولک بھی یہ سمجھتے تھے کہ مذہب کیتھولک بتدریج واپس آجائے گا۔ پروٹسٹنٹوں کے خلاف کارروائیوں میں کسی قدر سختی بڑھادی گئی اور انگریزی "کتاب مقدس" کے پڑھنے پر قیود عائد کردئے گئے مگر نارفک یا بادشاہ کی ہرگز یہ خواہش نہیں تھی کہ بازگشت مذہب کیلئے

زیادہ سخت کارروائیاں کی جائیں۔ قدیم توہمات کے زندہ کرنے یا تکمیل شدہ کاموں کے بدلنے کا مطلق خیال نہیں تھا بلکہ صرف یہ خواہش تھی کہ صاف شدہ عقائد کو لوتھر کے ارتداد سے بچایا جائے۔ لوگوں کے لئے خود ان کی زبان میں عبادت کا سامان مہیا کرنے کا کام اب بھی جاری تھا اور نماز و دعا کی ایک کتاب انگریزی میں شائع کی گئی تھی۔ یہی کتاب بعد میں قومی "کتاب ادعیہ" کی بنیاد ثابت ہوئی۔ جو بڑی خانقاہیں ۱۵۳۶ء میں پارلیمنٹ کی سخت مخالفت کی وجہ سے بچ گئی تھیں وہ بھی ۱۵۳۹ء میں چھوٹی خانقاہوں کی طرح تباہی میں آگئیں، مگر ان ضبطیوں کے باوجود بھی خزانہ خالی ہی رہا، اور ۱۵۴۵ء میں ایک قانون کی رو سے دو ہزار سے زائد اوقاف و عبادت خانے اور ایک سو دس شفاخانے بادشاہ کے نفع کے لئے بند کروئے گئے۔ فرانس اور خاندان آسٹریا کے درمیان جب پھر کچھ دنوں کے لئے شعلہ مخاصمت بلند ہوا اس وقت انگلستان نے چارلس کی رفاقت ۱۵۴۳
پر صرف اس وجہ سے آمادگی ظاہر کی کہ شہنشاہی اتحاد سے ہنری کو کلیسا کی اصلاح اور تمام فرقہائے مذہب میں دوبارہ اتحاد کے قائم ہوجانے کی نہایت قوی امید تھی، مگر (جیساکہ کرامول نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا) اب "امن و اصلاح" اور ممالک عیسوی کے مابین دوبارہ عام اتحاد کا زمانہ گزر گیا تھا۔ جس مجلس کی ایسی شوق سے تمنا تھی وہ بالاخر ٹرنٹ میں ۱۵۴۵

۱۵۴۵ جمع ہوئی مگر اس کا انداز مصالحت کا نہیں تھا، بلکہ اس نے انہیں توہمات اور ہفوات کی تصدیق کی جن کے خلاف "تعلیمات جدیدہ" نے اعتراض کئے تھے۔ اور جنہیں انگلستان و جرمنی نے برطرف کردیا تھا۔ فرانس اور خاندان آسٹریا کی طویل مخاصمت نے اب مذہب کیتھولک اور "اصلاح" کے درمیان ایک زیادہ وسیع کشمکش کا دروازہ کھول دیا شہنشاہ قطعی طور پر پوپ کے ساتھ متحد ہو گیا۔ جب ایک درمیانی طریقے کی امیدیں بالکل باطل ہوگئیں تو مذہب کیتھولک کے امرا بھی اس گرداب بازگشت میں بہ گئے آین اَسکیئو مع اپنی تین ساتھیوں کے روٹی اور شراب کے تبدّل کے عقیدے کے انکار کی وجہ سے جلاوی گئی۔ مجلس کے روبرو لٹیمر سے استفسارات کئے گئے اور خود کرنمر بھی ایک دفعہ خطرے میں پڑ گیا کیونکہ معتدل فریق کے عام انتشار میں جس طرح نارفک روما کی طرف مائل ہوتا جاتا تھا۔ اسی طرح کرنمر فرقہ پروٹسٹنٹ کی طرف جھکتا تھا مگر ہنری نے جو کام شروع کیا تھا اسمیں اس نے اپنی زندگی کے آخر وقت میں اپنے کو سچا ثابت کر دکھایا۔ پوپ کی اطاعت کے متعلق مجلس ٹرنٹ کے دعووں کی اس نے نہایت استقلال کے ساتھ مخالفت کی اور اس لئے طوعاً و کرہاً اسے اپنے اسی عالی مرتبت وزیر کی حکمت عملی اختیار کرنا پڑی جسے اس عجلت کے ساتھ اس نے قتل کرادیا تھا۔ اس نے جرمن شہزادوں کے ساتھ

ایک "اتحاد عیسوی" میں شریک ہونے کی خواہش ظاہر کی، کرنمیر کے مجوزہ انتخاب کو منظور کرلیا کہ ماس قداس کے بجائے عشار ربانی ادا ہوا کرے ڈیوک نارفک کو باغی قرار دیکر ٹاور میں بھجدیا اور اس کے بیٹے ارل سرے کو قتل کرادیا۔ "اشخاص جدید" کے سرگروہ ارل ہارٹفرڈ کو اب سب پر تقدم حاصل ہوگیا اور ہنری نے اپنے انتقال کے وقت اسے ہنری کا "مجلس تولیت" کا ایک رکن مقرر کردیا۔

جنوری

سمرسٹ

ملکہ کیتھرین ہاورڈ کو بھی اپنی ناپارسائی کے لئے اَین بولن کی طرح غداری کے الزام میں موت کی سزا بھگتنا پڑی، اس کی جانشین ملکہ کیتھرین پار کی زندگی نے خوش قسمتی سے بادشاہ کے انتقال تک وفا کی لیکن ہنری کے متعدد نکاحوں کے باوجود اسکے صرف تین بچے اس کے بعد تک زندہ رہے، میری، کیتھرین (آراگون) کی اور الزبتھ این بولن، کی بیٹیاں تھیں، اور اڈورڈ، جین سیمور کا بیٹا تھا یہی لڑکا اب اڈورڈ ششم کے نام سے تخت نشین ہوا۔ چونکہ اڈورڈ کی عمر صرف نو برس کی تھی اس لئے ہنری نے نہایت توازن کے ساتھ ایک "مجلس تولیت" مقرر کردی تھی۔ اس وصیت نامے کی حفاظت جین کے بھائی کو تفویض ہوئی جسے ہنری نے لارڈ ہارٹفرڈ کا خطاب دیکر امرا میں شامل کردیا تھا اور جس نے بعد کو خود ڈیوک سمرسٹ کا خطاب اختیار کرلیا۔ جب متولیوں کی فہرست کے ظاہر کرنے کا وقت آیا تو معلوم ہوا کہ

گارڈنر کا نام اس میں شامل نہیں ہے حالانکہ اس وقت تک سب وزرا میں وہی پیش پیش تھا، ہارٹفرڈ نے پروٹکٹر (محافظ سلطنت) کے لقب کے ساتھ کل شاہی اختیارات پر قبضہ کرلیا مگر اس کی شخصی کمزوری نے اسے عام تائید حاصل کرنے کے لئے معاً ایسی کارروائیاں اختیار کرنے پر مجبور کردیا جس سے اول بادشاہی کو اس خالص مطلق العنانی کی حد سے پیچھے ہٹنا پڑا جس پر وہ ہنری کے وقت میں پہنچ گئی تھی۔ جس قانون کی رو سے شاہی اعلانات کو قانون کا رتبہ عطا کیا گیا تھا اس کی ترمیم کی گئی اور کرامول کے ایجاد کردہ بہت سے نئے جرائم و غداریاں (جن پر وہ اس قدر سختی سے کاربند تھا) کتاب قانون سے محو کردئے گئے ہارٹفرڈ کو فرقہ پروٹسٹنٹ سے تائید کی امید تھی اور اس کے شخصی خیالات بھی اسی طرف مائل تھے اس وجہ سے وہ ان بدعتوں کی سرپرستی کرنے لگا جن کے خلاف ہنری آخر تک لڑتا رہا تھا۔ کرنمیر نے اب بالکل پروٹسٹنٹ رنگ اختیار کرلیا اور ہارٹفرڈ کے عروج کے بعد ہی وہ قدیم نظام مذہبی سے علانیہ طور پر علحدہ ہوگیا۔ ایک ہمعصر لکھتا ہے کہ "اس سال لنٹ کے موقع پر اسقف اعظم، کنٹربری نے ایوان لیمبتھ میں علانیہ کھانا کھایا، حالانکہ جب سے انگلستان نے عیسائیت قبول کی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔" اس انگشت نما کام کے بعد پے در پے نہایت تیزی کے ساتھ بیخ کن تغیرات عمل میں آنے لگے۔ عقائد ستہ منسوخ کردئے گئے

شاہی حکم سے گرجوں میں سے تمام تصویریں اور مجسمے اٹھا دیے گئے
پادریوں کو شادی کرنے کی اجازت دیدی گئی۔ ماس (قداس)
کے بجائے جو کیمونین (جماعت) قائم کی گئی، اس میں دونوں
طریق عبادت کی اجازت دی گئی اور اس عبادت کا انگریزی
زبان میں ہونا قرار پایا مسل (رومن کیتھولک کی تمام سال
کی کتاب عبادت) بریویری (رومن کیتھولک کی روزانہ فرائض
مذہبی کی کتاب) کے بجائے انگریزی زبان میں عام دعاؤں کی "عام دعا"
سنہ ۱۵۴۸ء ایک کتاب شائع کی گئی، جس کے مطالب زیادہ تر انہیں
دونوں مذکورہ کتابوں سے اخذ کئے گئے تھے اور خفیف
تغیرات کے ساتھ لٹرجی کے نام سے ابتک کلیسائے انگلستان
میں رائج ہے۔ ان بیخ کن مذہبی تغیرات کو اگرچہ کرامول
کی سی قوت کے ساتھ نہیں مگر اسی کی سی مطلق العنانی کے ساتھ
عمل میں لایا گیا۔ گارڈنر نے بادشاہ کی شخصی فوقیت مذہبی
کو تسلیم کرتے ہوے اس کی صغر سنی تک مذہبی تغیرات
کو خلاف قانون اور ناجائز قرار دیا مگر وہ ٹاور میں بھیجدیا گیا۔
اجازت ناموں کے ذریعے سے وعظ کہنے کا حق صرف
اسقف اعظم کے دستوں تک محدود کردیا گیا تھا۔ تمام مخالف
دلائل سختی کے ساتھ دبائے جاتے تھے مگر پروٹسٹنٹ رسالہ
نویسوں کا ایک غول کا غول تمام ملک میں اپنے موافق
مطلب رسائل کا سیلاب بہا رہا تھا اور ان رسائل میں "ماس"
اور توہمات متعلقہ کے متعلق نہایت درشت و نا ملائم الفاظ

استعمال کئے جاتے تھے امراء اور زمینداروں کی امداد حاصل کرنیکی یہ صورت نکالی گئی کہ مذہبی اوقاف اور مذہبی انجمنیں منسوخ کردی گئیں اور کلیسا کی آخری لوٹ سے ان کی طمع وحرص پوری کی گئی۔ مشرقی، مغربی، اور وسطی صوبجات کی وسیع بددلی کو مٹانے کے لئے جرمنی اور اٹلی سے کرائے کے سپاہیوں سے کام لیا گیا۔ اہل کارنوال نے نئے طریق عبادت کے قبول کرنے سے انکار کردیا کیونکہ وہ انہیں "کرسمس کا کھیل تماشا
۱۵۴۹ معلوم ہوتا تھا" ڈیونشائر نے کھلم کھلا شورش برپا کرکے "ماس" اور عقائد ستہ کے دوبارہ جاری کئے جانے کا مطالبہ کیا۔ اقتصادی تغیرات کے باعث زرعی بددلی میں
۱۵۴۹ بھی ترقی ہوگئی تھی اور اسی سے دوبارہ ایک عام بدنظمی پیدا ہوگئی، بیس ہزار اشخاص "بلوط اصلاح" کے گرد جمع ہوئے اور ایک جانبازانہ مقابلہ میں شاہی رسالوں کو پسپا کردیا اور وہی پرانی صدا پھر بلند ہوئی کہ نااہل مشیروں کو خارج کیا جائے، کھیتوں کے احاطے نہ قائم کئے جائیں اور غریبوں کی شکایات رفع کئے جائیں۔

پروٹسٹنٹ کی بدنظمیاں — اس شورش کا خونریزی کے ساتھ خاتمہ کیا گیا، مگر پروٹکٹر (محافظ سلطنت) نے اس خطرے کے وقت نہایت کمزوری کا اظہار کیا، اس نے عام مطالبات کو برباد کیا، اور اس کے ساتھ احاطوں و بیدخلیوں کے خلاف قانون کے عملدرآمد پر زور دینے سے امرا کو بھی غضبناک کردیا

نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا زوال ہوگیا، مجلس شاہی نے اسے استعفا دینے پر مجبور کیا، اور اس کے اختیارات ارل وارک کو حاصل ہو گئے، درحقیقت ارل ہی کی جابرانہ سختی کی وجہ سے بغاوت کا خاتمہ ہوا تھا، مگر حکمرانوں کے تغیر سے طریق حکمرانی میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ مجلس تولیت کے ارکان سب کے سب نو دولت اُمرا تھے۔ اور ان کی حکمرانی محض تخویف و دہشت کی حکمرانی ہوگئی۔ انہیں کے دست پرور سسل نے یہ اعتراف کیا ہے کہ "رعایا کا زیادہ حصہ انکے موافق نہیں بلکہ ان کے مخالف ہے، دربار سے غیر حاضر رہنے والے امرا کا بھی بیشتر حصہ اسی جانب ہے۔ علیٰ ہذا تین چار کے سوا تمام اساقفہ، تقریباً تمام جج و مقننین، قریب قریب تمام جسٹس آف دی پیس، (ناظمان امن) اور تمام پادری سب اسی طرف ہیں۔ یہ پادری، لوگوں کو جس طرف چاہیں پھیر دیں کیونکہ عوام میں اس وقت ایسی بےچینی پیدا ہوگئی ہے کہ وہ ہر تغیر کے ساتھ منقلب ہوجانے کو تیار ہیں،" مگر کرنمر اور اس کے رفقا نے اندرونی و بیرونی کسی خطرے کی پروا نہیں کی اور پیشتر سے بھی زیادہ دلیری کے ساتھ اپنے بدعات کے شائع کرنے میں مشغول ہوگئے۔ چار اساقفہ جو قدیم طریق پر قائم رہے، انہیں انکے عہدوں سے خارج کردیا گیا اور لغو الزامات لگاکر انہیں ٹاور میں بھیجدیا گیا۔ مصلحین کے عقائد ایک نئے کیٹکزم (سوال و جواب)

ارل وارک کا زمانۂ تولیت

میں جمع کئے گئے اور پروٹسٹنٹ عقائد کے موافق "مواعظ" کی ایک کتاب تیار کر کے اسے تمام گرجوں میں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ عقیدہ "ماس" کی انتہائی ہتک یہ کی گئی کہ پتھر کے منبر مسمار کردئے گئے اور ان کے بجائے لکڑی کے منبر بنائے گئے اور وہ بھی زیادہ تر گرجا کے وسط میں رکھے گئے، ایک اصلاح شدہ کتاب ادعیہ شائع کی گئی اور جس قدر تغیرات کئے گئے وہ سب انتہائی پروٹسٹنٹ خیال کے موافق تھے جس کا مرکز اس وقت جینوا تھا۔ مذہب کے بیالیس عقائد شائع کئے گئے مگر بعد کو کم ہوکر انتالیس رہ گئے عقاید مذہب
اور یہی انتالیس عقیدے اس وقت تک کلیسائے انگلستان ۱۵۵۲
کے عقائد کا باضابطہ معیار ہیں۔ پروٹسٹنٹوں کو اگرچہ خود اس قدر مصائب برداشت کرنا پڑے تھے مگر اس سے انہوں نے مذہبی آزادی کی قدر کرنا نہ سیکھا۔ فرقہ کیتھولک کے قوانین کے بجائے اب ایک مجلس کو قوانین مذہب کا ایک نیا ضابطہ مرتب کرنے کا حکم دیا گیا، اور اگرچہ اس میں سزائے موت کی نوبت نہیں آئی تھی مگر ارتداد، توہین مذہب، اور زناکاری کے لئے قید مادام الحیات یا جلاء وطنی کی سزا تجویز ہوئی تھی اور یہ اعلان کردیا گیا تھا کہ جو شخص تلت سے خارج کیا جائیگا وہ خدا کی رحمت سے نکل کر شیطان کے پنجۂ ظلم میں پھنس جائے گا یعنے وہ کسی قسم کے رحم کا مستحق نہیں رہے گا۔ اس ضابطہ کی تدوین میں ایسی تاخیریں ہوئیں کہ اڈورڈ کے

عہد میں اسے قانونی حیثیت حاصل نہ ہوسکی تاہم نئی کتاب ادعیہ کا استعمال اور نئے طریق عبادت کی شرکت لازمی قرار پاچکی تھی اور بصورت خلاف ورزی قید کی سزا ہونے لگی تھی نیز شاہی فرمان کے بموجب تمام پادریوں، گرجوں کے محافظوں اور مدرسوں کے معلموں کو انہیں عقائد کی تصدیق کا حکم دیا گیا تھا۔ ایسے عاجلانہ تغیرات اور پھر اس سختی کے ساتھ انکے نفاذ سے جو تنفّر پیدا ہوگیا تھا اس میں بعض زیادہ انتہا پسند پروٹسٹنٹ کے آیندہ کے دلیرانہ منصوبوں کی وجہ سے اور بھی زیادتی ہوگئی۔ نوع انسان کے لئے سولھویں صدی کے مذہبی انقلاب کا اصلی فائدہ یہ نہیں ہے کہ ایک عقیدے کے بجائے دوسرا عقیدہ قائم ہوگیا، بلکہ وہ یہ ہے کہ اس تغیر کے دوران میں تحقیقات کا ایک نیا جوش اور خیال و بحث کی ایک نئی آزادی پیدا ہوگئی، یہ حقیقت ہمیں اس زمانے میں کیسی ہی صاف و عیاں کیوں نہ معلوم ہوتی ہو مگر اس زمانے کے اہل انگلستان کی آنکھوں سے یہ حقیقت بالکل پوشیدہ تھی۔ لوگ خوف و دہشت کے ساتھ سنتے تھے کہ عقائد و اخلاق کے بنیادی اصولوں پر اعتراض کئے جاتے ہیں تعدد ازدواج کی تائید کی جاتی ہے، قسم کھانا خلاف قانون قرار دیا جاتا ہے، اشتراک دولت کے مسئلہ کو تقدّس کا جامہ پہنایا جاتا ہے تاآنکہ خود بانیٔ مذہب کی الوہیت سے انکار کیا جاتا ہے۔ قانون ارتداد کی تنسیخ سے عام قانون کے

اختیارات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اور کرینمر نے اس سے فائدہ اُٹھاکر بلا کسی طرح کے رحم کے انتہائی درجے کے مرتدوں کو آگ کی نذر کرنا شروع کردیا۔ لیکن خود کلیسا کے اندر مقتدائے اعظم کی خواہش اتحاد کی اسی فریق کے بعض پُر جوش ارکان نے سخت مخالفت کی۔ ہوپر گلوسٹر کا اسقف نامزد ہوا تھا مگر اس نے مذہبی لباس پہننے سے انکار کردیا اور اسے "بابل کے بدمعاش" کی وردی قرار دی۔ (عام خیال یہ تھا کہ یُوحنا کی انجیل" (Apocalypse) میں پوپ کو "بابل کا بدمعاش" کہا گیا ہے۔) مذہبی انضباط تقریباً مفقود ہوگیا تھا" پادریوں نے مذہبی لباس کو نشان توہم سمجھکر اُتار پھینکا تھا۔ وظیفوں کے مرتی اپنے شکاریوں اور محافظوں کو اوقاف کا متولّی بنادیتے اور آمدنی خود رکھ لیتے تھے۔ دارالعلوموں میں نہ صرف الٰہیات کی تعلیم بالکل بند ہوگئی تھی، بلکہ طلبہ کی تعداد بھی کم ہوگئی تھی کتب خانوں کے کچھ حصے منتشر ہوگئے، کچھ جلاڈالے گئے اور "تعلیمات جدیدہ" کا مذہبی جوش بالکل فنا ہوگیا۔ البتہ ایک مفید کام اڈورڈ کے وقت میں یہ ہوا کہ اٹھارہ گرامر اسکول (مدارس ابتدائی) قائم کیے گئے۔ مگر اس کے عہد حکومت تک اس کا کچھ نتیجہ نہیں نکلا۔ لوگوں نے جو کچھ دیکھا وہ یہ تھا کہ مذہب و سیاست کا شیرازہ بالکل منتشر اور مذہبی انضباط کُلیتہً تباہ ہوگیا تھا۔ سیاسیات

کے معنی صرف یہ رہ گئے تھے کہ امرا کا ایک گروہ کلیسا اور تاج کی لوٹ کی تقسیم کے لئے آپس میں دست و گریباں ہو۔ جب اوقاف اور مذہبی مجلسوں کی عام غنیمت سے ان لیٹروں کی شکم سیری نہیں ہوئی تو ہر اسقفی کی نصف اراضی پر انھوں نے قبضہ کرلیا، پھر بھی 'ہل من مزید' کی صدا کم نہ ہوئی۔ آخر ان کی آتش حرص کے بجھانے کے لئے ڈرہم کی متمول اسقفی توڑ دی گئی اور اندیشہ یہ پیدا ہو چلا کہ کلیسا کے تمام اوقاف ضبط نہ ہو جائیں۔ لیکن ایک طرف یہ درباری علاقے لے لیکر دولتمند بنتے جاتے تھے دوسری طرف شاہی خزانہ خالی ہوتا جاتا تھا۔ سکّے میں پھر آمیزش کی گئی۔ اس وقت کے حساب سے پچاس لاکھ پونڈ کی اراضی شاہی سمرسٹ اور وارک کے دوستوں کو عطا کردی گئی۔ شاہی اخراجات سترہ برس کے اندر چہار چند زیادہ ہوگئے تھے اگر خود اپنے اندرونی اختلافات کی وجہ سے ان غارتگروں کی تولیت کا خاتمہ نہ ہو گیا ہوتا تو یقین ہے کہ اس بدنظمی کے خلاف تمام انگلستان میں ایک عام بغاوت ہوجاتی۔

جزو دوم

شہیدان اختلاف

۱۵۵۳-۱۵۵۸

{ اسناد- مثل سابق }

اڈورڈ کی زوال پذیر صحت نے ڈارک کو جس نے اب

میری

ڈیوک نارتھمبرلینڈ کا خطاب اختیار کرلیا تھا) ایک غیر مترقب خطرے سے خبردار کردیا۔ قانون وراثت کے بموجب کیتھرین آراگون کی بیٹی میری، اڈورڈ کے بعد وارث قرار دی گئی تھی۔ وہ اپنے زمانے کے تمام تغیرات کے باوجود قدیم عقیدے پر نہایت استقلال کے ساتھ قائم تھی اور اس کی تخت نشینی سے قدیم عقائد کے دوبارہ رائج ہوجانے کا خوف درجۂ یقین تک پہنچ گیا تھا۔ اس لئے نوعمر بادشاہ کے تعصب کو غنیمت سمجھ کر آسانی کے ساتھ بڑی دلیری سے یہ تجویز کی گئی کہ میری کے حقوق وراثت کو باطل کردیا جائے۔ بالفاظ نارتھمبرلینڈ اڈورڈ کی "تجویز" نے قانون وراثت اور اپنے باپ کی وصیت دونوں کو کالعدم کردیا۔ حالانکہ ہنری کو پارلیمنٹ نے یہ اختیار دیدیا تھا کہ وہ اپنے بچوں کے انتقال کرجانے کی صورت میں جسے چاہے تاج کا وارث قرار دیدے۔ قانون مذکور نے اڈورڈ کے بعد میری کو اور میری کے بعد الزبیتھ کو وارث تخت قرار دیا تھا بہرحال اس سلسلہ وراثت کو کالعدم کردیا گیا، اب اگر ہنری ہشتم کی اولاد خاص وراثت سے محروم کردی جائے اور وراثت خاندانی قواعد ہی کے موافق جاری رہے تو بادشاہت کو ہنری کی بڑی بہن مارگیرٹ کی اولاد کی طرف منتقل ہوجانا چاہئے تھا۔ مارگیرٹ کے پہلے شوہر جیمس چہارم شاہ اسکاٹلینڈ کی پوتی میری اسٹوارٹ اس وقت اسکاٹلینڈ کی ملکہ تھی اور دوسرے شوہر لارڈ ڈارنلی

سے ان کا پوتا ہنری اسٹوارٹ موجود تھا، لیکن ہنری نے اپنی وصیت میں اپنی بڑی بہن کی اولاد کو خارج کردیا تھا، اور الزبیتھ کے بعد اپنی چھوٹی بہن میری کی اولاد کو وارث تاج وتخت قرار دیا تھا۔ میری کا عقد چارلس برنیڈن (ڈیوک سفک) سے ہوا تھا۔ اس عقد سے میری کی بیٹی فرنسیس اس وقت تک زندہ تھی اور گرے (لارڈ وارسٹ) سے اس کی تین لڑکیاں موجود تھیں۔ لارڈ وارسٹ مذہبی تغیرات کے جاری کرنے میں بہت ہی سرگرم تھا اور زمانہ تولیت وارک ہی میں وہ ڈیوک سفک بنایا گیا تھا۔ لیکن اڈورڈ کی "تجویز" میں خود فرنسیس کو چھوڑ کر اس کی سب سے بڑی لڑکی جین کو وارث قرار دیا گیا تھا۔ "تجویز" وراثت
اس ناعاقبت اندیشانہ تجویز کی تکمیل میں اب صرف اتنی کسر رہ گئی تھی کہ نارتھمبرلینڈ کے چھوٹے بیٹے گلڈ فرڈ ڈوڈلی سے جین گرے کا عقد ہوجائے۔ جان بلب بادشاہ کے اثر سے مجلس شاہی اور ججوں سے اس جانشینی کی منظوری حاصل کی گئی اور اڈورڈ کے انتقال کے بعد ہی اس نئے حکمراں کا اعلان کردیا گیا مگر ایسے خلافِ قانون اغتصاب پر ساری قوم برانگیختہ ہوگئی۔ مشرقی صوبے ایک شخص واحد کی طرح میری کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جب اس بغاوت کے فرو کرنے کے لئے نارتھمبرلینڈ دس ہزار آدمیوں کو لیکر لندن سے چلا تو اہل لندن نے (اگرچہ وہ پروٹسٹنٹ تھے) اپنی خاموشی

سے اپنی سخت ناراضی کا اظہار کیا۔ ڈیوک یہ دیکھکر رنجیدہ ہوا کہ "لوگ انہیں دیکھنے کے لئے جمع ہوتے ہیں مگر ان میں سے ایک شخص کی زبان سے بھی خدا حافظ نہیں نکلتا"۔ مجلس شاہی نے عام خیال کے اندازہ کرتے ہی میری کے ملکہ ہونے کا اعلان کردیا۔ اضلاع کی برّی و بحری فوجیں بھی اس کی جانب داری پر آمادہ ہوگئیں نارتھمبرلینڈ کی ہمت یکایک پست ہوگئی اور اس کا کیمبرج کی طرف پلٹنا اس کے آدمیوں کے لئے عام فرار کا اشارہ ہوگیا۔ یہ حالت دیکھکر ڈیوک نے خود اپنی ٹوپی اُچھال کر اپنے سپاہیوں کے ساتھ ملکہ میری کیلئے نعرۂ مسترت بلند کیا لیکن اس کی اطاعت اس کے مقدر کو پلٹنے میں ناکام رہی اور نارتھمبرلینڈ کی موت کی ساتھ ہی وہ غریب لڑکی بھی ٹاور میں بھیجدی گئی، جسے اس نے اپنی حرص کا آلہ بناناچاہا تھا، اڈورڈ کے دوران حکومت کا نظام عمل یک بیک درہم برہم ہوگیا۔ لندن میں البتہ پروٹسٹنٹ کی ہمدردی ایک حد تک باقی رہ گئی تھی ورنہ تمام ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک رجعت پسندی کی ہوا چل گئی۔ جن پادریوں نے شادیاں کرلی تھیں وہ کلیساؤں سے نکال دئے گئے اور تصویریں پھر اپنی جگہ پر رکھدی گئیں۔ اکثر دیہاتی گرجوں میں نئی "کتاب ادعیۃ" کے بجائے ماس، جاری ہوگیا۔ پارلیمنٹ جب اکتوبر میں جمع ہوئی تو اس نے عہد سابق کے تمام مذہبی قوانین کو کالعدم کردیا۔ گارڈنر ٹاور سے نکالا گیا۔ بانر اور دوسرے

اساقفہ جو نکال دیے گئے تھے اپنی اپنی جگہوں پر بحال کر دیئے گئے رِڈلے اور دوسرے اشخاص جو ان کی جگہوں پر مقرر ہوے تھے وہ پھر خارج کر دیئے گئے، لیٹمر اور کرنیمر ٹاور میں بھیجدیئے گئے لیکن ہنری کے نظام عمل کے بحال ہوجانے سے عام خواہشات پوری ہوگئیں، رعایا کو جس طرح پروٹسٹنٹ کی زیادتیوں سے ہمدردی نہیں تھی اسیطرح اسے میری کے روما کی طرف مائل ہونے سے بھی ہمدردی نہیں تھی۔ بہت مشکل سے پارلیمنٹ کو اس امر پر راضی کیا گیا کہ نئی کتاب ادعیہ اُٹھادی جائے لیکن اراضی کلیسا اور شاہی تفوق کے معاملے میں پارلیمنٹ اپنے اصرار پر قائم رہی۔

اسپینی عقد

میری نے حکمت عملی اور مذہبی جوش کی وجہ سے جس عقد کو دل میں ٹھان لیا تھا، اہل انگلستان کو اس سے بھی کچھ ایسی موافقت نہیں تھی شہنشاہ کی نسبت اب یہ خیال و اعتماد نہیں رہا تھا کہ وہ دخل دےّ گا اور کلیسا کو خرابیوں سے پاک کرکے ممالک عیسوی میں اتحاد پیدا کردے گا۔ اس نے پوپ اور مجلس ٹرنٹ کی قطعی طرفداری اختیار کرلی تھی اور فلینڈرز میں اس کی ایجاد کردہ عدالت استیصال اختلافات نے جس قسم کے مظالم کیئے تھے ان سے یہ خطرناک حقیقت صاف عیاں ہوگئی تھی کہ وہ اپنے خاندان میں کس قسم کا تعصب وراثتہً چھوڑ جانا چاہتا ہے۔ اس کی خواہش تھی کہ اس کے بیٹے فلپ سے اس کی بھانجی میری کا عقد ہوجائے۔ اس کے صاف معنی یہ تھے کہ کامل طور پر

پوپ کی اطاعت اختیار کرلی جائے اور نہ صرف پروٹسٹنٹ اصلاحات فنا کردی جائیں بلکہ" تعلیمات جدیدہ" کی نسبتہً معتدل اصلاحات بھی غارت ہوجائیں۔ لیکن دوسری جانب سیاسی نظر سے اس عقد میں یہ فائدہ تھا کہ اس طرح پر میری اسٹوارٹ (ملکہ اسکاٹلینڈ) کے دعوی کے خلاف میری (انگلستان) کا تخت مامون ہوجائے گا، ولیعہد فرانس کے ساتھ عقد کرلینے سے میری ملکہ اسکاٹلینڈ ایک خطرناک رقیب بن گئی تھی اور اس کے طرفداروں کا یہ دعویٰ تھا کہ میری و الزبیتھ کی ماؤں کے نکاحوں کے منسوخ ہوجانے کی وجہ سے دونوں کی پیدائش ناجائز تعلق سے قرار پائے گی اور اس لئے انہیں وراثت کا کوئی حق نہیں ہے۔ چارلس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ مجوزۂ بالا عقد سے جو اولاد ہوگی وہ ندرلینڈز کی وارث ہوگی۔ اور میری کے وزیر گارڈنر (اسقف ونچسٹر) کی خواہش کے موافق اس نے یہ منظور کرلیا تھا کہ اس اتحاد کی صورت میں انگلستان اپنی حکمت عملی اور اپنی کارروائیوں میں بالکل آزاد ہوگا۔ یہ طمع بہت بڑھی ہوئی تھی اور میری کا عزم تمام موانعات پر غالب آگیا تھا مگر باوجود اسکے کہ اس نے مذہبی رواداری کا وعدہ کیا اور ابتک اسے ملحوظ رکھا تھا اس کے اس ارادے کے اعلان سے فرقۂ پروٹسٹنٹ میں ایک مضطربانہ مایوسی پیدا ہوگئی۔ مغربی اور وسطی حصص میں بغاوتیں برپا ہوگئیں مگر وہ بہت جلد فرد

کردی گئیں اور ڈیوک سفک جس نے لیسٹر میں تلوار کھینچ لی تھی ٹاور میں بھیجدیا گیا لیکن جب اس خوف سے کہ "اہل اسپین ملک کے فتح کرنے کے لئے آرہے ہیں" کنٹ سر ٹامس وایٹ کی سرکردگی میں آمادہ فساد ہوا تو صورت معاملات اندیشناک ہوگئی۔ ٹیمز کے جہازات ازخود باغیوں کے قبضے میں چلے گئے۔ لندن کی جو قواعد داں جماعت ڈیوک نارفک کے تحت میں ان کے خلاف روانہ کی گئی تھی وہ سب کی سب "وائٹ وائٹ" چلاتی ہوئی اور یہ کہتی ہوئی کہ "ہم سب کے سب انگریز ہیں" باغیوں سے جاملی۔ اگر باغی اسی وقت عجلت کے ساتھ پایۂ تخت کی طرف بڑھ گئے ہوتے تو اس کے دروازے فوراً کھول دئے جاتے اور کامیابی یقینی ہوجاتی مگر اس نازک موقع پر میری کی شاہانہ ہمت نے اسے بچالیا۔ وہ سوار ہوکر دلیرانہ گلڈ ہال میں پہنچی اور "مردانہ آواز میں" اہل شہر کو ان کی وفاداری پر توجہ دلائی چنانچہ وائٹ کے ساوتھ وارک کے کنارے تک پہنچتے پہنچتے پل محفوظ کرلیاگیا۔ نتیجے کا انحصار اس پر تھا کہ لندن کس جانب مائل ہوتا ہے باغیوں کا سردار جانبازانہ ہمت کرکے ٹیمز تک بڑھ آیا کنگسٹن کے ایک پل پر قبضہ کرلیا، اپنی فوجیں دریا پار اُتار دیں اور فوراً پایۂ تخت کی طرف بڑھا لیکن کیچڑ بھری ہوئی سڑکوں پر رات کے سفر نے اس کے آدمیوں کو درماندہ اور بےترتیب کردیا، ادھر ایک شاہی فوج ان میدانوں میں جمع ہوچکی تھی

جہاں اب ہائیڈ پارک کارنر واقع ہے، اس فوج نے باغیوں کے بیشتر حصے کو ان کے سردار سے جدا کردیا مگر پھر بھی وائٹ معدودے چند آدمیوں کو لئے ہوئے جان پر کھیل کر ٹمپل بار تک بڑھ گیا۔ اور شہر کے دروازے پر پہنچکر تھک کر گر پڑا اور چلاکر کہا کہ "میں نے اپنا وعدہ پورا کردیا" مگر دروازہ بند تھا اور وائٹ کے اندرون شہر کے ہوا خواہ بالکل بے قابو ہوچکے تھے اور حسب وعدہ اُس کی کچھ کمک نہیں کرسکتے تھے آخر یہ دلیر سردار گرفتار ہوا اور ٹاور میں بھیجدیا گیا۔

روما کی اطاعت جس وقت باغی محل شاہی کی دلواروں کے نیچے سے گزر رہے تھے، اس وقت بھی بھاگنے سے انکار کر کے ملکہ نے جیسی ہمت دکھائی، موقع آنے پر اس نے ویسا ہی سخت انتقام بھی لیا۔ وہ وقت بھی آگیا کہ پروٹسٹنٹ اس کے قابو میں آگئے اور اسنے بڑی بیرحمی سے اُنہیں اچھی طرح پامال کیا۔خاندان سفک کی اولوالعزمی کے سبب سے لیڈی جین، اس کا باپ، اس کا شوہر اس کا چچا سب باغی قرار پائے اور سب کو موت کی سزا دی گئی۔ انکے بعد وائٹ اور اس کے خاص رفیقوں کی نوبت آئی۔غریب باغیوں کا تو کچھ ذکر ہی نہیں ہے، ان کی قطار کی قطار لندن کے قرب و جوار میں پھانسیوں پر لٹکی ہوئی تھی۔ الزبتھ پر بھی ایک گونہ شک تھا کہ وہ بھی اس سازش میں شریک ہے، چنانچہ وہ بھی ٹاور میں بھیجدی گئی اور

صرف مجلس شاہی کی مداخلت کرنے سے وہ قتل ہونے سے
بچ سکی۔ اس شورش کی ناکامی صرف فرقہ پروٹسٹنٹ کی تباہی کا
باعث نہیں ہوئی بلکہ میری جس عقد پر مصر تھی اسکی بھی تکمیل ہو گئی۔
شورش سے اس نے یہ فائدہ اٹھایا کہ پارلیمنٹ سے جبراً قہراً
اپنی تجویز کی منظوری لے لی اور دوسرے سال موسم گرما میں
فلپ سے بمقام ونچسٹر مل کر اس کی زوجیت میں داخل ہوگئی۔ ۱۵۵۴ء
اپنی حکومت کی ابتدائی مشکلات کی وجہ سے ملکہ کو مجبوراً
دفع الوقتی کی جو کارروائیاں کرنی پڑی تھیں اب ان کی ضرورت
نہیں رہی تھی۔ وہ یہ عزم کرچکی تھی کہ روما کی اطاعت اختیار
کرلے اور جب ہنری ہشتم کے طریق عمل کے تائید کرنے والے
معتدل فریق کی امیدیں بالکل منقطع ہوگئیں تو میری کے وزیر
گارڈنر نے بھی قدیم نظام مذہبی کی طرف پلٹا کھایا۔ اور
قطعی طور پر اتحاد کے جانبداروں میں شریک ہوگیا۔ اتحاد
کی اب صرف یہی صورت رہ گئی تھی کہ پوپ سے مصالحت
کرلی جائے۔ اسپینی عقد کے انجام پاتے ہی روما کی گفت وشنود
بھی آخری حد پر پہنچ گئی۔ ریجنالڈ پول کے خلاف احکام
جسے پوپ نے اپنی طرف سے ملک کی اطاعت حاصل
کرنے کے لئے متعین کیا تھا منسوخ کروئے گئے۔ پوپ کا
یہ وکیل دریا کی طرف سے اس شان کے ساتھ لندن میں
اُترا کہ اس کی کشتی کے سرے پر اس کی صلیب چمک رہی تھی
اور مطیع و منقاد پارلیمنٹ نے نہایت اعزاز کے ساتھ اس کا

استقبال کیا۔ ہردو ایوانہائے پارلیمنٹ نے باضابطہ طور پر یہ منظور کیا کہ پوپ کی اطاعت دوبارہ اختیار کی جائے اور گزشتہ انفراق و ارتداد کے گناہ سے مُلک کے معاف کئے جانے کے حکم کو گھٹنوں کے بل جُھک کر قبول کیا۔ مگر عین اس فیروزمندی کے وقت میں بھی پارلیمنٹ اور قوم کے انداز طبیعت نے ملکہ کو اس امر سے متنبہ کردیا کہ وہ انگلستان کو خالص کیتھولک حکمت علی کے تابع کردینے کی امید باطل میں نہ پڑے۔ تاج کی تجاویز کے پےدرپے مسترد ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں ایوانہائے پارلیمنٹ کی آزادی کس قدر ترقی کررہی تھی۔ الزبتھ کو سلسلۂ جانشینی سے خارج کرنیکی تجویز کا پیش ہونا تو درکنار اسے فلپ سے موخر کرنے پر بھی پارلیمنٹ کو رضامند نہ کیا جاسکا۔ اگرچہ انگلستان میں پوپ کے اقتدار کو مٹانے والے قوانین منسوخ کردئے گئے تھے مگر اراضی کلیسا جو ضبط کرلی گئی تھیں پھر پادریوں کو اُن کے واپس دئے جانےکی تجویز منظور نہ ہوئی۔ وائیٹ کی شورش میں ناکامیابی ہونیکےبعد بھی ارتداد کے خلاف میں از سرنو قوانین نافذ کرنے کا مسودۂ قانون دارالامرا سے مسترد کردیا گیا۔ محض فلپ کے ذاتی اثر سے اتنا ہوسکا کہ بعد کی پارلیمنٹ میں ہنری پنجم کے قوانین کی تجدید ہوگئی۔ عام قوم کا انداز طبیعت بھی کچھ کم ظاہر نہیں تھا۔ لندن کی پرسکوت

بد دلی نے اس کے اسقف بانر کو مجبور کردیا کہ "عدالت استیصال اختلافات کے قواعد کو جن کی مدد سے وہ اپنی اسقفی سے ارتداد کے خارج کردینے کی توقع رکھتا تھا، واپس لے لئے۔ مجلس شاہی تک دار وگیر مذہبی کے معاملہ میں مختلف الرائے تھی اور خود مذہب کیتھولک کے فوائد کے خیال سے شہنشاہ نے بھی دوراندیشی اور تاخیر کی صلاح دی مگر ملکہ کے سخت تعصب کے مقابلہ میں اپنوں اور غیروں سب تنبہات بیکار ثابت ہوئے۔

یہ وہ وقت تھا کہ ہوا خواہان اصلاح کی سرسبزی کی طرف سے قطعی مایوسی ہوگئی تھی، اسپین نے علی روس الاشہاد کیتھولک تحریک کی سرگروہی اختیار کرلی تھی اور اسپینی عقد کی وجہ سے انگلستان بھی چار و ناچار اسی سیل بازگشت کی رو میں بہا جارہا تھا۔ اس رجعت قہقری کے مخالفین اپنی شورش کے ناکامیاب ہوجانے سے منتشر اور اپنے اگلے ظلم وحرص کی وجہ سے عموماً نظروں سے گر گئے تھے۔ اب ارتداد کے خلاف قانون بن جانے کے بعد میری نے ان کے قتل پر زور دینا شروع کیا اور بالآخر ۱۵۵۵ء میں وہ اپنے مشیروں کی مخالفت پر غالب آگئی اور قتل کا بازار گرم ہو گیا مگر خوشی نے جس کام کو مردہ کردیا تھا وہ اس دار وگیر کے تاریک وقت میں پھر زندہ ہوگیا۔ پروٹسٹنٹوں کو حکومت کرنا نہیں آتا تھا مگر مرنا آتا تھا۔ اب جو کام شروع ہوا تھا

رولینڈ ٹیلر

اور باغلب وجوہ اس کا جو اثر پڑنے والا تھا اسکی کیفیت تصانیف تاریخی کے سیکڑوں صفحات کی بہ نسبت رولینڈ ٹیلر (وِگر ہیڈ لے) کے قصے سے زیادہ خوبی کے ساتھ معلوم ہوجاتی ہے۔ ممتاز لوگوں میں ٹیلر ان اشخاص میں تھا جنہیں سب سے پہلے قتل کے لئے منتخب کیا گیا۔ وہ لندن میں گرفتار ہوا اور اسی کے مستقر مذہبی میں اسے سزا دی گئی۔ اس کی بیوی کو "یہ گمان تھا کہ اسی شب کو اس کا شوہر روانہ کیا جائے گا" اسلئے وہ آلڈگیٹ کے قریب سنٹ بوٹلف کے گرجا کے دروازے میں تاریکی کے اندر اس کے انتظار میں بچوں کو لئے ہوئے کھڑی رہی۔ جب شیرف اسے لئے ہوئے سنٹ بوٹلف کے گرجا کے قریب آیا تو الزبتھ چلّا اٹھی کہ "میرا پیارا باپ، امّاں! امّاں! لوگ میرے باپ کو لئے جا رہے ہیں" اس پر اس کی بیوی نے بلند آواز سے کہا کہ "رولینڈ۔ رولینڈ۔ تم کہاں ہو" کیونکہ اس روز صبح کو اس قدر تاریکی تھی کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکے ڈاکٹر ٹیلر نے جواب دیا کہ "پیاری بیوی۔ میں یہیں ہوں" اور یہ کہکر ٹھہر گیا۔ شیرف کے آدمیوں نے اسے آگے بڑھا لیجانا چاہا مگر خود شیرف نے انہیں یہ کہکر روک دیا کہ ذرا ٹھہر جاؤ اسے اپنی بیوی سے باتیں کرلینے دو، اس کی بیوی اس کے قریب آئی اور ٹیلر نے اپنی لڑکی میری کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ پھر وہ اپنی بیوی اور اپنی

لڑکی الزبتھ کے ساتھ گھٹنوں کے بل جھک گیا اور خدا کی
حمد و ثنا کی۔ شیرف یہ دیکھکر رونے لگا اور اس کے ساتھ
بعض دوسرے آدمیوں کا بھی یہی حال ہوا۔ دعا کرنے
کے بعد وہ کھڑا ہوا اور اپنی بیوی سے ملکر اسے رخصت
کیا اور کہا کہ "اب رخصت ہو اور خوش و خرم رہو کیونکہ
میں اپنے ایمان پر ثابت قدم ہوں اور میرا دل بالکل
مطمئن ہے۔ خدا اب بھی میرے بچوں کو پالے گا۔
اس کی بیوی نے جواب دیا کہ پیارے رولینڈ خدا تمہارا
نگہبان رہے۔ مجھے خدا کے فضل سے امید ہے کہ میں ہیڈلے
میں تم سے ملوں گی" ڈاکٹر ٹیلر راستہ بھر ایسا خوش و مسرور
رہا گویا وہ کسی نہایت دلچسپ دعوت یا محفل شادی میں
جارہا ہے جب ہیڈلے دو میل رہ گیا تو اس نے گھوڑے
سے اُترنا چاہا، اور اُتر کر کچھ اس طرح سے کودا اور دو ایک
چکر لگائے کہ یہ معلوم ہوا گویا وہ ناچ رہا ہے۔ شیرف نے
پوچھا کہ "ڈاکٹر صاحب یہ آپ کا کیا حال ہے؟" ڈاکٹر نے
جواب دیا کہ "خدا کا شکر ہے کہ میں اسوقت ایسی اچھی حالت میں ہوں کہ
کبھی اس سے پہلے ایسی اچھی حالت میں نہیں تھا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ
اب میں بالکل گھر کے قریب آگیا ہوں۔ دو قدم میں میں اپنے "باپ" (خدا)
کے گھر پر پہنچ جاؤں گا" ہیڈلے کی سڑک کے دونوں جانب
قصبے اور دیہات کے مرد اور عورت اس کے انتظار میں
جمع تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ "وہ اس حالت کے ساتھ

قتلگاہ کی طرف جارہا ہے تو بہ چشم پُرنم، غمگین آواز سے وہ چلّانے لگے کہ "اے خدائے کریم۔ ہمارا راعی ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہا ہے"۔ آخرکار سفر ختم ہوا۔ اس نے پوچھا کہ یہ کون مقام ہے اور اس قدر لوگوں کے جمع ہونے کی کیا غرض ہے۔ جواب ملا کہ "یہ مقام اولڈہم کا من ہے اور یہیں تمہیں اپنی سزا بھگتنا پڑے گی۔ یہ لوگ تمہیں کو دیکھنے آئے ہیں"، اس پر اس نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں اب گھر آگیا"۔ لوگوں نے جب اس معزز شخص کا مقدس چہرہ اور اس کی سفید لمبی ڈاڑھی دیکھی تو وہ رو رو کر چلّانے لگے کہ "اے نیک دل ڈاکٹر ٹیلر خدا تمہیں بچائے خدا تمہیں طاقت دے اور تمہاری مدد کرے۔ اور روح القدس تمہاری تسلّی و تسکین کا باعث ہو"۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر اسے اجازت نہ ملی۔ دعا کرنے کے بعد وہ ٹال پر گیا اور اسے بوسہ دیکر اُس پیپے میں جو اس کے لئے رکھدیا گیا تھا۔ کھڑا ہوگیا اس کی پیٹھ ٹال سے ملی ہوئی تھی، ہاتھ ایک دوسرے پر رکھے ہوئے اور آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھی ہوئی تھیں۔ اسی صورت سے وہ حوالہ آتش کیا گیا۔ جلادوں میں ایک شخص نے نہایت بیرحمی سے لکڑیوں کا ایک گٹھہ اس پر پھینک مارا۔ یہ گٹھہ اس کے سر پہ لگا اور اس کا چہرہ پھٹ کر خون بہنے لگا۔ ڈاکٹر ٹیلر نے کہا کہ "اے دوست مجھے پہلے ہی سے کافی تکلیف ہے

اس سے کیا فائدہ ہوا ستمگاری کی ایک دوسری حرکت سے اسکی مصیبتوں کا خاتمہ ہوگیا وہ بغیر کسی قسم کی جنبش یا آواز کے بدستور اپنا ہاتھ باندھے کھڑا ہوا تھا کہ ایک شخص مسمی سائمس نے ایک ٹنگاری اسکے سر پر ماری جس سے اسکا بھیجا نکل پڑا اور اس کا مردہ جسم آگ میں گر گیا۔

شہیدان اختلاف

اس قسم کے لوگوں کے سامنے موت کا خوف بے حقیقت محض تھا۔ چونکہ مجلس کا اجلاس لندن میں ہوا کرتا تھا اس وجہ سے مستوجب عقوبت اشخاص بالعموم بونر (اسقف لندن) کے سپرد کردئے جاتے تھے۔ قتل و خونریزی کے اس فرض منصبی کی انجام دہی کی وجہ سے یہ شخص بہت بدنام ہوگیا تھا اور لوگوں کو اس سے نفرت ہوگئی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ بالطبع وہ ایک خوش مذاق اور رحمدل آدمی تھا۔ ایک نوخیز لڑکا جب اس کے روبرو حاضر کیا گیا تو اس نے اس سے پوچھا کہ "آیا تم آگ کی تکلیف برداشت کرنیکی ہمت رکھتے ہو" لڑکے نے بے تامل اپنا ہاتھ قریب کی ایک جلتی ہوئی قندیل پر رکھدیا۔ راجرز جس نے ٹنڈیل کے ساتھ کتاب مقدس کے ترجمے میں شرکت کی تھی اور پروٹسٹنٹ واعظین میں بہت پیش پیش تھا، اس نے شعلے کے اندر اس طرح ہاتھ دھوتے ہوئے جان دی گویا وہ سرد پانی تھا اس وقت یہ حالت ہوگئی تھی کہ معمولی سے معمولی شخصوں نے بھی انبار ہیزم پر اپنا نام روشن کردیا۔ ایک لڑکا ولیم ہنٹر سزا بھگتنے کے لئے اپنے وطن برنٹوڈ

میں لایا گیا تھا، اس نے اپنے گرد کے لوگوں سے اپنے لئے دعا کرنے کی خواہش کی تو ایک شخص نے جواب دیا کہ میں تمہیں ایک کتّے سے زیادہ دعا کا مستحق نہیں سمجھتا۔ یہ سُنکر ولیم نے کہا کہ "بس اب اے فرزند[1] خداوند تو ہی مجھے اپنے نور سے منوّر کر"۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ آفتاب عالمتاب تاریک بدلیوں سے نکل کر اس آب وتاب سے چمکا کہ اسے دوسری طرف منہ پھیر لینا پڑا۔ اور لوگ حیرت زدہ رہگئے کیونکہ اس وقت نہایت تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ لنڈن، کنٹ سِکس اور مشرقی صوبجات سب سے زیادہ اس ظلم کے شکار ہوئے، یہی مقامات کان کنی اور ہر قسم کی صنعت کے مرکز تھے۔ فرقہ پروٹسٹنٹ کے ایک گروہ کے گروہ کو بھاگ کر اسٹراسبرگ اور جینوا میں پناہ لینا پڑی مگر اس تمام ظلم و ستم کا جو مقصد تھا اسی میں اسے ناکامیابی ہوئی۔ اس دار و گیر کے مقابلہ میں متمردانہ مقاومت اور بیباکانہ زیادتیوں کا پرانا جوش پھر تازہ ہوگیا۔ تسبیح کا مضحکہ کرنے کے لئے ایک پروٹسٹنٹ نے پڈنگ کی ایک مالا بناکر ایک پادری کے گلے میں ڈال دی۔ جو بت اپنی جگھوں پر دوبارہ رکھدئے گئے تھے ان کی اچھی طرح توہین و تذلیل کی جاتی تھی۔ قدیم تمسخر آمیز نظموں کی آواز پھر سڑکوں پر

---

[1] اپنے عقیدے کے موافق اس نے حضرت مسیح کو اس لفظ سے مخاطب کیا ہے۔

سُنی جانے لگی ایک پریشاں حال بدنصیب شخص نے جوش جنوں میں سنٹ مارگیرٹ کے پادری کو جبکہ وہ پیالہ ہاتھ میں لئے کھڑا تھا، خنجر بھونک دیا۔ زمانے کی یہ ایک خوف دلانے والی علامت تھی کہ مثل سابق کے اب اس قسم کی زیادتیوں سے عام لوگوں میں کسی قسم کا اشتعال نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اہل جور کے مظالم کی وجہ سے اس کے سوا اور توقع ہی کیا ہوسکتی تھی۔ ایک شخص کا آگ میں جل کر جان دینا سیکڑوں کو اس مظلوم کا ہمخیال بنادیتا تھا۔ ایک پروٹسٹنٹ نے بونر کو لکھا تھا کہ "تم نے اس بارہ مہینے میں بیس ہزار طرفداران پوپ کو اپنے ہاتھ سے کھو دیا ہے" بونر درحقیقت کسی وقت بھی اس ظلم و زیادتی کا پُر جوش مؤیّد نہیں تھا، وہ اپنے کام سے بیزار ہوگیا تھا۔ اساقفہ کا زور شور بھی بہت جلد ٹوٹ گیا مگر میری نے جو کام شروع کیا تھا اس میں وہ کسی طرح کے تساہل کو راہ نہیں دینا چاہتی تھی مقتدایان دین کچھ سُست ہوگئے تھے۔ مجلس شاہی کے "زور دار خطوں" نے ان میں پھر نئی مستعدی پیدا کردی اور قتل و خونریزی کا زور بدستور قائم رہا۔ دو مقتدایان دین اس کے قبل ہی نذر اجل ہوچکے تھے یعنی ہوپر (اسقف گلوسٹر) اپنے خاص مستقر میں، فیرار اسقف سنٹ ڈیوڈس، مقام کرمارتھن میں جلائے جاچکے تھے، اب لٹیمر اور رڈلی (اسقف لندن) کی باری آئی اور وہ آکسفورڈ کے قیدخانے سے نکالے گئے۔ جب رڈلی

لیٹمر کی موت اکتوبر ۱۵۵۵ء

شعلوں میں گھر گیا اس وقت ''اصلاح'' کے اس بڈھے واعظ لیٹمر نے چلاکر کہا کہ'' رڈلی یہی وقت ہمت مردانہ کا ہے۔ آج ہم خدا کے فضل سے انگلستان میں وہ شمع روشن کرنیوالے ہیں جس کی نسبت مجھے یقین ہے کہ کبھی گُل نہوگی'' اب صرف ایک شکار رہگیا تھا۔ اخلاق کے لحاظ سے تو وہ اپنے بہت سے پیش رووں سے پیچھے تھا مگر کلیسائے انگلستان میں اپنے رتبے کے اعتبار سے سب پر فائق تھا۔ جن مقتدایان دین کو ابتک سزائیں دی گئیں تھیں وہ روما سے علیحدگی کے بعد مقرر ہوئے تھے اور اس لئے مخالفین ان کو اسقف تسلیم ہی نہیں کرتے تھے مگر کرینمر کی حالت بالکل دوسری تھی۔ روما سے علیحدگی میں اس نے جو کچھ بھی حصہ لیا ہو لیکن منصب اسقفی اسے خاص پوپ ہی کے ہاتھ سے حاصل ہوا تھا۔ وہ مسلمہ طور پر کینٹربری کا اسقف اعظم تھا، کینٹربری کا تقدس ممالک مغربی میں صرف روما سے دوسرے درجہ پر تھا اور وہاں کا اسقف اعظم سنٹ آگسٹین اور سنٹ ٹامس کا جانشین سمجھا جاتا تھا کلیسائے انگلستان کے مقتدائے اعظم کا ارتداد کے الزام پر جلایا جانا یہ معنی رکھتا تھا کہ نیچے درجہ کے لوگوں کو اپنی جانبری کا خیال تک ترک کردینا چاہئے۔ کرینمر کو آگ میں ڈالنے کے لئے میری کے مذہبی جوش کے ساتھ خیال انتقام بھی شامل تھا اسقف اعظم نے اپنے جن فیصلوں کی وجہ سے انصاف کو

کرینمر کی موت

ہنری کی مرضی کے تابع کردیا تھا ان میں سب سے پہلا فیصلہ یہی تھا کہ اس نے کیتھرین کے عقد کو منسوخ اور میری کو ناجائز اولاد قرار دیدیا تھا۔ اس کا آخری سیاسی فعل یہ تھا کہ وہ طوعاً خواہ کرہاً میری کو وراثت سے خارج کرنے کی سازش میں شریک ہوگیا تھا، وہ اپنے اعلیٰ منصب کی وجہ سے بھی ملک کے مذہبی انقلاب میں سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا تھا۔ انگریزی کتاب مقدس کے صفحہ اول پر ہنری اور کرامول کی تصویروں کے ساتھ ساتھ اس کی تصویر بھی شامل تھی۔ اڈورڈ کے عہد حکومت میں اس انقلاب کی قطعی فوقیت کا باعث بھی کرنمر ہی ہوا تھا۔ انگریزی کی کتبِ ادعیہ میں لوگوں نے اسی کے الفاظ سنے تھے اور ابتک سنتے ہیں۔ اسقف اعظم ہونے کے لحاظ سے اس پر حکم صادر کرنے کے لئے روما سے کم درجہ کی عدالت کی ضرورت نہیں تھی اور اس لئے لازماً اس کا قتل اس وقت تک ملتوی رہا جب تک کہ روما سے حکم نہ حاصل ہوگیا۔ میری کی تخت نشینی کے بعد سے کرنمر نے جس ہمت کا اظہار کیا تھا اس میں اپنی قسمت کا آخری فیصلہ سننے کے بعد تزلزل آگیا۔ اپنی جس قسم کی اخلاقی کمزوری کی وجہ سے وہ ہنری کی حرص و مطلق العنانی کی کوششوں میں مبتذل طور پر شریک ہوگیا تھا، اسی قسم کی کمزوری اس نے اس وقت بھی دکھائی۔ معافی حاصل

۱۵۵۶ء کرنے کی امید میں اس نے مسلسل چھ بار اپنے سابقہ اقوال و عقائد سے رجوع کیا مگر اب معافی کا ملنا غیر ممکن تھا۔ کرنمر میں متضاد خصائل عجب طرح سے جمع ہو گئے تھے۔ اس آخری وقت میں اس کی کمزوری ہی اس کی قوت بن گئی وہ بمقام آکسفورڈ سنٹ میری کے گرجا کے اندر لایا گیا تاکہ آگ میں ڈالے جانے کے قبل وہ اپنے عقائد سے رجوع کرنے کا دوبارہ اعلان کرے مگر اس نے خاموش مجمع کے روبرو اپنے خطبہ کو اس طرح ختم کیا کہ "اب میں اس امر کی طرف رجوع کرتا ہوں جس نے سب سے زیادہ میرے دل کو پریشان کر رکھا ہے۔ ایسی پریشانی مجھے زندگی بھر کبھی پیش نہیں آئی تھی۔ یہ پریشانی اس امر کی ہے کہ میں نے صداقت کے خلاف تحریریں لکھیں۔ اور اب اس موقع پر میں ان تحریروں پر لعنت بھیجتا اور ان سے انکار کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں کہ یہ باتیں میرے ہاتھ نے میرے دل کے خلاف لکھی ہیں اور یہ سب کچھ محض موت کے خوف سے ہوا کہ شاید اس طرح پر میری جان بچ جائے اور چونکہ میرے ہاتھ نے میرے خلاف مقصد اس تحریر کی وجہ سے خاص جرم کیا ہے اس لئے میرا ہاتھ ہی سب سے پہلے سزا بھگتے گا کیونکہ اگر مجھے آگ میں ڈالا گیا تو پہلے میرا ہاتھ ہی جلے گا"۔ آگ پر پہنچ کر اس نے پھر یہ کہا کہ "ہاتھ ہی ہے جس نے وہ تحریر لکھی تھی اور اسی کو سب سے پہلے

سزا بھگتنا چاہئے" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ آگ میں ڈالدیا اور "نہ چلایا اور نہ جنبش کی" یہانتک کہ اس کی جان نکل گئی ۔

ان مصائب کے برداشت کرنے میں بہت سے دوسرے لوگوں نے کرنمیر سے بدرجہا زیادہ جانبازیاں دکھائی تھیں بلکہ کرنمیر نے اپنے خیالات سے رجوع بھی کرلیا تھا مگر زبان خلق نقارۂ خدا ہے۔ پروٹسٹنٹوں نے کرنمیر کی موت کی ساتھ ہی یہ حکم لگادیا کہ اب انگلستان میں مذہب کیتھولک کا خاتمہ ہے۔ آگ میں ڈالے جانے کے تیقن سے اگر ایک رولینڈ ٹیلر نے مسرت کا اظہار کیا تو ہزارہا ایسے تھے جن پر کرنمیر کا سا خوف غالب تھا۔ لیٹمر کی شاندار آواز صرف انہیں لوگوں تک پہنچی جن کے دل اسی کے مانند قوی تھے مگر اسقف اعظم کی اس ناگوار ذلت اور اس کے استغفار سے سب کے دلوں میں ہمدردی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اسی وقت سے ہمیں یہ پتہ ملتا ہے کہ روما کی طرفداری میں اس طرح کی خونریزی سے سخت تنفر پیدا ہوگیا تھا۔ ایک مورخ جس قدر چاہے اسے طرفدارانہ اور نامنصفانہ قرار دے مگر انگریزوں کے دل پر ابتک اس کا گہرا اثر قائم ہے۔ انگلستان کو مستقلاً
۱۵۵۵ خاندان آسٹریا کے تابع کردینے کے منصوبوں میں ناکامی سے فلپ کو اب اِس ملک سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی اور

اولاد کی طرف سے تمام امیدوں کے منقطع ہوجانے کے باعث اس نے میری کی پرجوش التجاؤں کے باوجود ملک کو چھوڑ دیا مگر پھر بھی ملکہ کے مظالم جاری رہے اور جہانتک ہوسکا مغرور پوپ کو راضی کرنے میں کوشاں رہی پارلیمنٹ نے ثمرادل تک کلیسا کو دینے سے صاف طور پر اپنی نارضامندی ظاہر کردی تھی اس پر بھی میری سے جہانتک ہوسکا اس نے بند پڑی ہوئی خانقاہوں کو ازسرنو جاری کیا ان میں سب سے بڑی خانقاہ وسٹ منسٹر کی تھی، یہ خانقاہ ۱۵۵۶ء میں دوبارہ جاری کی گئی۔ سب سے بڑھکر یہ کروہ پروٹسٹنٹوں کے خلاف کارروائی پر زور دیتی رہی۔ اب اساقفہ اور قسیسوں سے گزر کر خود رعایا کی نوبت آگئی تھی۔ لوگوں کی ٹولیاں بنابنا کر جلانے کے لئے روانہ کی جاتی تھیں۔ ایک دن کے اندر تیرہ شخص جن میں دو عورتیں تھیں مقام اسٹریٹفرڈ لے بو میں جلادیئے گئے۔ کولچسٹر کے ۲۲ پروٹسٹنٹ ایک رسی میں بندھے ہوئے لندن کی سڑکوں پر کھینچے گئے۔ ارتداد کے دبانے کے لئے ایک نیا کمیشن مقرر ہوا اور شاہی اختیار سے وہ ان تمام قوانین دقیود سے آزاد کردیا گیا جن سے اس کے کاموں میں رکاوٹ پیش آتی تھی۔ اس کمیشن نے دارالعلوموں کا معائنہ کیا اور اڈورڈ کے وقت میں جس قدر غیر ملکی معلمین وہاں دفن ہوئے تھے ان کی لاشوں کو قبروں سے نکلواکر جلوادیا

جنیوا کی شائع کی ہوئی مرتدانہ کتابوں کے رکھنے والوں کو مارشل لا (قانون فوجی) کی سزاؤں کی دھمکی دی گئی اور فی الحقیقت ان کتابوں کے باغیانہ خیالات اور شورش و خانہ جنگی پر ان کا مسلسل زور دینا اسی کا مقتضی تھا کہ انہیں سختی سے دبایا جائے۔ مگر اس تخویف کی تمام کارروائیاں ساری قوم کے خاموشانہ انحراف کے مقابلہ میں بیکار ہوگئیں۔ اختلاف عقائد کی وجہ سے جن لوگوں کو سزائیں دی جاتی تھیں اب ان کے ساتھ علانیہ ہمدردی ہونے لگی۔ اس ساڑھے تین برس کے زمانے میں تقریباً تین سو آدمی آگ کی نذر ہوے تھے۔ لوگ اس قتل کے کام سے تنگ آگئے تھے۔ بونر نے ایک بار سات شخصوں کو سزا دی تھی۔ یہ لوگ جب آگ میں ڈالے گئے تو اُن کی دعا پر گرو کے مجمع نے آمین کہی اور سب نے یہ دعا کی کہ خدا انہیں قوت دے شہنشاہ کے علٰحدہ ہوجانے کے باعث فلپ، اپنی مملکت، اسپین، فلینڈرز اور نئی دنیا کا مالک ہوگیا تھا اور فرانس سے برسر جنگ تھا۔ میری نے اپنے عقد کے وعدوں کے خلاف جب جنگ میں فلپ کی جانبداری میں انگلستان کو پھنسانا چاہا تو ایک عام بد دلی پیدا ہوگئی۔ اس جنگ کا خاتمہ تباہی پر ہوا، ڈیوک گیز نے اپنی مخصوص رازداری ۵۷
اور قوت کے ساتھ کیلے پر حملہ کردیا اور قبل اس کے کہ مدد پہنچ سکے اسے حوالگی پر مجبور کردیا۔ میری خود اسے ۵۵۸

"تاج کا گوہر درخشاں کہتی تھی" مگر یہ گوہر یکایک تاج سے الگ کرلیا گیا۔ اس کے بعد ہی گینز بھی مطیع ہوگیا اور برّاعظم پر انگلستان کی ایک چپہ بھر زمین بھی باقی نہیں رہی۔ یہ نقصان اگرچہ نہایت سخت تھا مگر باوجود ملکہ کے شدید دباؤ کے بھی مجلس شاہی کو اس شہر کے واپس لینے کی کوشش کے لئے نہ روپیہ مل سکا اور نہ آدمی۔ ملکہ نے جبری قرضے سے روپیہ حاصل کرنا چاہا مگر اس کی رفتار بہت سست رہی۔ فوجیں باغی ہوکر منتشر ہوگئیں اور محض میری کی موت سے عام بغاوت ہوتے ہوتے رہ گئی۔ میری کے انتقال پر الزبتھ کی تخت نشینی کا عام جوش مسرت کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔

جزو سوم

الزبتھ

۱۵۵۸ — ۱۵۶۰

(اسناد۔ کمڈن کی سوانح عمری الزبتھ (Life of Elizabeth) کلیسا کے معاملات کے لئے اسٹرائپ کا "اخبار" (Annals) اور اس کی لکھی ہوئی پارکر گرنڈل، اور وہٹ گفٹ کی سوانح عمریاں، نیز خطوط زیوریچ (Zurich Letters)، خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ کتابیں پارکر سوسائٹی کی طرف سے شائع ہوئی ہیں۔ سرکاری کاغذات ماسٹر آف رولز کے لئے مرتب ہورہے ہیں اور سمینکس کے

فرامین و اسناد اور سیسل کے کاغذات سے جدید اطلاعات کی توقع کیجاسکتی ہے۔ مقدم الذکر کے حصے مسٹر فراوڈ کی تاریخ جلد ہفتم تا جلد دوازدہم میں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ برلے کے کاغذات، سڈنی کے کاغذات، سیڈلر کے سرکاری کاغذات، ہارڈوک کے سرکاری کاغذات، مسٹر رائٹ کی کتاب "الزبتھ اور اس کے زمانہ" (Elizabeth & her Times) کے شائع شدہ خطوط، مرڈن کے جمع کئے ہوئے مضامین، اجرٹن کے کاغذات اور مسٹر بروس کے شائع کردہ خطوط الزبتھ و جیمز ششم (Letters of Elizabeth & James VI) یہ سب مفید و کارآمد ہیں۔ کارڈنل گرینویل کے کاغذات سرکاری" (Papiers D'Etat) اور فرانسیسی مراسلات شائع کردہ ایم ٹولے قابل قدر ہیں۔]

الزبتھ الزبتھ نے جس وقت تخت پر قدم رکھا ہے اس وقت انگلستان کا ستارۂ اقبال جس قدر پست تھا ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ ہزیمت و شکست نے ملک کو ذلیل کردیا تھا اور میری کے عہد کی خونریزی و بدنظمی کی وجہ سے قریب تھا کہ بغاوت برپا ہوجائے۔ پرانی تمدنی بے اطمینانی کو سمرسٹ کے سواروں نے ایک وقت کے لئے دبادیا تھا مگر امن عامہ کو ہر وقت اس سے خطرہ لگا ہوا تھا۔ اسمتھ فیلڈ کی آگ نے مذہبی مخالفین کے درمیان ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ اب امید مصالحت کا وہم و گمان بھی باقی نہیں رہگیا تھا اور "تغیات جدیدہ" کا گروہ بھی تقریباً شکست ہوگیا تھا۔ مذہب کیتھولک کے زیادہ سچے پیرو مایوسی کے ساتھ روما سے اپنا تعلق قائم کئے ہوئے تھے۔ جلائے جانے اور ملک سے خارج

کئے جانے کے باعث پروٹسٹنٹوں میں سخت برہمی پیدا ہوگئی تھی اور کیلون کے پیرو مفرورین جنیوا سے یہ سودا سر میں لئے ہوئے غول کے غول واپس آرہے تھے کہ کلیسا و سلطنت میں انقلاب پیدا کردیں گے۔ فلپ کی بیکار کی جنگ میں پھنس کر سوا اسپین کے انگلستان کا کوئی رفیق باقی نہیں رہا تھا۔ فرانس کیلے پر قابض ہوجانے سے رودبار پر بھی حاوی ہوگیا تھا۔ اسکاٹلینڈ کی ملکہ میری اسٹوارٹ کے فرانس میں عقد ہوجانے سے ملک اسکاٹلینڈ فرانسیسی اغراض کے تابع ہو گیا تھا شمال کی
۱۵۵۸ طرف سے پہلے ہی خطرہ موجود تھا، اب اس پر یہ اور اضافہ ہوا کہ میری اور اس کے شوہر نے انگلستان کے شاہی خطابات ونشانات اختیار کرلئے اور انگلستان کے اندر ہرایک کیتھولک کو الزبتھ کے حق کے خلاف برانگیختہ کردینے کی دھمکی دی۔ ان بے شمار خطروں کے مقابلے میں ملک بالکل بےبس تھا، نہ اس کے پاس کوئی فوج تھی، نہ کوئی بیڑا تھا، اور نہ ان کی فراہمی اور تیاری کا سامان مہیا تھا کیونکہ اڈورڈ کے وقت کی فضول خرچیوں سے خزانہ پہلے ہی خالی ہوچکا تھا، میری نے کلیسا کی وہ تمام زمینیں واپس کردیں جو تاج کے قبضے میں تھیں اور اس کے ساتھ ہی فرانس سے ایک گراں خرچ جنگ بھی مول لے لی اس طرح جو کچھ تھا وہ بھی صاف ہوگیا۔

انگلستان کو اب جو کچھ امید تھی اپنی ملکہ کے انداز مزاج سے تھی۔ الزبتھ کی عمر اس وقت پچیس برس کی تھی۔ خوبصورتی میں وہ اپنی ماں سے بڑھی ہوئی تھی۔ اسکا انداز ٹھگنا نہ تھا، اس کا چہرہ لمبا تھا مگر اس سے شاہانہ سطوت اور ذہانت ظاہر ہوتی تھی۔ اس کی نگاہ میں تیزی اور چمک تھی ہنری کے دربار کی آزادانہ تربیت میں اس نے پرورش پائی تھی۔ سواری میں مشاق اور قدر اندازی میں طاق۔ ناچنے میں خوش ادا، گانے میں ماہر، علوم میں کامل تھی۔ وہ ہر صبح کو یونانی زبان کی انجیل پڑھا کرتی اور اس کے بعد سوفوکلس کے غم انگیز افسانے یا ڈماستھینس کے خطبات دیکھا کرتی تھی، اور اپنی "فرسودہ یونانی" میں کسی ذی علم وائس چانسلر کے ساتھ ضلع بھی بول سکتی تھی مگر وہ محض پرانی کتابوں کا کیڑا نہیں تھی۔ اس کے زمانے میں جو نیا علم ادب پیدا ہو رہا تھا وہ اس کے دربار میں ہمیشہ مقبول رہا، وہ اطالوی و فرانسیسی اپنی مادری زبان کی سی روانی کے ساتھ بولتی تھی، وہ اری اوسٹو اور تاسو کی تصانیف کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ اُس کا آخری زمانہ تصنع اور لفاظی و خفیف الحرکاتی کے شوق کی وجہ سے بدنام ہے مگر اس زمانے میں بھی وہ "فیری کوین" کو شوق کے ساتھ سنتی اور ماسٹر اسپنسر کے پیش ہونے پر مسکراتی تھی۔ اس کی رگوں میں جس قسم کا مختلف خون ملا ہوا تھا اس سے اس کی اخلاقی حالت میں بھی عجیب تضاد پیدا ہوگیا تھا۔

وہ جس طرح ہنری کی بیٹی تھی اسی طرح این بولن کی بھی بیٹی تھی۔ بے تکلفانہ و دلی برتاؤ، ہر دلعزیزی اور لوگوں سے آزادانہ ملنے جلنے کا شوق، بے باکانہ جرأت اور حیرت انگیز خود اعتمادی کے اوصاف اسے اپنے باپ سے ورثے میں ملے تھے۔ اس کی کرخت مردانہ آواز، بےچین طبیعت، غرور و نخوت، اور پُر اشتعال غیظ و غضب اس کے ٹیوڈر نسب کا اثر تھا۔ وہ بڑے بڑے امرا کو مدرسے کے بچوں کی طرح جھڑک دیتی تھی۔ اسکس کی کسی گستاخی پر اس نے اس کے کان پر ایک گھونسہ رسید کردیا، کبھی کبھی وہ نہایت اہم مباحث کے درمیان میں ایک مچھلی بیچنے والی عورت کی طرح اپنے وزرا کو برا بھلا کہنے لگتی تھی مگر ٹیوڈرون کے بالکل خلاف اس کی اس ظاہری غضبناکی کے اندر شہوت رانی اور عیش پرستی موجود تھی اور یہ این بولن کا ورثہ تھا۔ شان و شوکت اور عیش و عشرت الزبتھ کی بات بات سے ظاہر تھی۔ اس کی خاص مسرت یہ تھی کہ وہ نمائشی طمطراق کے ساتھ (جس کا تکلف و اسراف ایک مشرقی بادشاہ کو بھی شرمادے) ہمیشہ ایک قصر سے دوسرے قصر میں پھرا کرے، وہ بانکپن، ہنسی، مذاق اور خوش طبعی کی دلدادہ تھی۔ دلچسپ حاضرجوابی اور نفیس مدح سرائی اس کی نظر عنایت سے کبھی محروم نہیں رہتی تھی۔ اس نے اپنے پاس جواہرات کا ایک ذخیرہ جمع کرلیا تھا۔ اس کے کپڑوں کی تعداد کا کوئی شمار ہی

نہیں تھا۔ بڑھاپے تک میں اس کے ناز و انداز پندرہ سولہ برس کی ایک طرحدار لڑکی کے سے تھے۔ خوشامد سے وہ کبھی پریشان نہیں ہوتی تھی۔ اپنے حسن کی تعریف اُسے کبھی ناگوار نہیں گزرتی تھی۔ ہیٹن نے اس سے کہا تھا کہ "وہ اس کا قرب بہشت اور اس کا فراق دوزخ ہے" وہ بالقصد اپنی انگوٹھیوں سے کھیلنے لگتی تھی تاکہ اس کے درباری اسکے ہاتھوں کی نزاکت کو مشاہدہ کریں۔ کبھی ناچ کا چکر لگاتی تاکہ فرانسیسی سفیر (جو بالاارادہ پردے کے پیچھے چھپا دیا جاتا) اپنے آقا سے اس کے پھرتیلے پن کی تعریف کرے۔ اسکی سُبک سری اس کے خندۂ رندانہ، اس کے بیباکانہ مذاق نے اس کی نسبت ہزاروں نوخیالات پیدا کروئے تھے۔ فی الحقیقت اس کی تصویروں کی طرح اس کے اخلاق کا بھی کوئی خاص رنگ نہیں تھا۔ عورتوں کی سی شرم و حیاداری کا اس میں پتہ تک نہیں تھا۔ اس کی کم عمری کی ہرزہ سرائی سے جس قسم کے عیاشانہ مزاج کا اظہار ہوتا تھا وہ بعد کے زمانے میں بھی خصوصیت سے نمایاں رہا، اور ناز و نزاکت سے کسی طرح بھی اس کی پردہ پوشی نہ ہوسکی۔ کسی شخص کا حسین ہونا اس کی پسندیدگی کے لئے پروانہ راہداری تھا۔ صورت دار نوجوان اسکوائر (متوسط الحال اشخاص) جب اسکے ہاتھ کا بوسہ دینے کے لئے جھکتے تھے تو وہ ان کی گردن پر تھپکی دیتی تھی۔ اور عین دربار میں اپنے "دلنواز رابن"

(یعنی لارڈ لیسٹر) سے عشوہ بازی کرتی تھی۔

اس پر متعجب نہونا چاہئے کہ الزبتھ نے جن مدبرین کی عقلوں کو دنگ کردیا تھا وہ قریب قریب سب کے سب اسے آخر تک ایک ہرزہ سرا عورت سے زیادہ نہیں سمجھتے تھے اور فلپ کو بڑی حیرت تھی کہ ایک "اوباش عورت" اسکیوریل کی حکمت عملیوں کو کس طرح زک دیدیتی ہے، مگر یہ لوگ الزبتھ کو جس رنگ میں دیکھتے تھے وہ وہیں تک نہیں تھی۔ اس کی اندرونی طبیعت لوہے کی طرح سخت تھی، اس کی طبیعت محض عالمانہ و حکیمانہ تھی اس کی عقل پر تخیلات و جذبات کا مطلق اثر نہیں پڑتا تھا، ہنری کی سی ضد اور این بولن کی سی سبک سری اس کی اصلی طبیعت پر ایک نقاب تھی، دیکھنے میں الیزبیتھ کی زندگی مسرفانہ اور عیاشانہ معلوم ہوتی تھی مگر درحقیقت وہ بہت ہی سادگی اور کفایت کے ساتھ رہتی تھی اور بہت محنت سے کام کرتی تھی سلطنت کے معاملات میں اس کے ناز و انداز اور حرص و ہوس کو مطلق دخل نہیں تھا۔ دربار عام کی یہ عشوہ باز مجلس مشاورت کی منبر پر پہنچکر نہایت ہی پُرسکون اور سخت دل مدبر بن جاتی تھی تھی۔ درباریوں کی خوشامدیں سننے کے بعد ہی وہ دیوان خاص میں داخل ہوتی اور وہاں خوشامد کا گزر بھی نہیں ہوتا تھا۔ وہ اپنے مشیروں سے صاف اور قطعی الفاظ میں گفتگو کرتی تھی اور ان سے بھی ایسی ہی صاف بات سننا چاہتی

تھی۔ اگر تدبیر مملکت میں اس کی جنسیت کا کوئی اثر محسوس ہوتا تھا تو یہی کہ عورتوں کی تلون مزاجی میں، جس قسم کی سادگی و ضد پوشیدہ ہوتی ہے وہ اس میں موجود تھی اور اس وقت کے مدبّرین پر اس کی نمایاں فوقیت کی ایک حد تک یہی وجہ تھی۔ الیزبتھ کی مجلس مشورت میں وزرا کا جیسا قابل و اعلیٰ گروہ جمع ہوگیا تھا ایسا کسی مجلس مشورت میں کبھی جمع نہیں ہوا، مگر وہ کسی کے اثر میں نہیں تھی۔ باری باری سے وہ ہر شخص کی سنتی، اور ہر ایک کی بات کو جانچتی، اس سے کام لیتی مگر فی الجملہ اس کی حکمت عملی اسی کی تھی۔ اس کے مقاصد نہایت سادے اور واضح تھے، وہ اپنی حکومت کے قیام، انگلستان کو لڑائیوں سے الگ رکھنے اور ملکی و مذہبی نظم کی بحالی کی خواہاں تھی۔ اولوالعزمی کی بعض وسیع تجاویز اس کی نظروں کے سامنے تھیں مگر وہ بے پروائی کے ساتھ انہیں ٹالتی رہی، شاید اس میں ان عورتوں کی سی احتیاط اور کمزوری کا بھی کچھ شائبہ شامل ہو۔ ہالینڈ میں مداخلت سے اس نے ہمیشہ انکار کیا۔ پروٹسٹنٹوں نے جب یہ درخواست کی کہ وہ لوگ اسے "مذہب کا سرپرست" اور "سمندروں کی ملکہ" بنانا چاہتے ہیں تو اس نے اس درخواست کو ہنسی میں اڑادیا مگر انجام کار میں اس کی حیرت انگیز کامیابی مقاصد کے اسی دانشمندانہ بے توجہی کا نتیجہ تھی۔ وہ اپنے اصلی وسائل کو اپنے تمام مشیروں سے بہتر سمجھتی تھی۔ وہ قطعاً یہ جانتی تھی کہ وہ کس حد تک قدم آگے بڑھا سکتی اور کیا کرسکتی ہے

اس کا یہ پر سکون اور ناقدانہ ادراک جوش یا اضطراب سے مغلوب نہیں ہوتا تھا اور اس لئے وہ اپنے خطرات اور اپنی طاقت کے اندازے میں غلطی نہیں کرتی تھی۔

عموماً الیزبتھ میں سیاسی دانشمندی بہت ہی کم بلکہ بالکل نہ تھی مگر اس کی سیاسی تدبیروں میں غلطی نہیں ہوتی تھی۔ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ وہ ایک نظر میں اپنی روش معین کرے مگر جس طرح ایک مطرب تاروں پر انگلیاں پھیرتے پھیرتے صحیح سُر پر پہنچ جاتا ہے اسی طرح وہ سیماب وار ایک نہیں سیکڑوں روشوں پر چلتی تھی یہاں تک کہ وہ یکایک صحیح روش پر آجاتی تھی۔ اس کی طبیعت عمل کو دیکھنے والی اور حالت موجودہ پر نظر کرنے والی تھی۔ جو تجویز جس قدر زیادہ خیالی اور آئندہ کی توقعات سے وابستہ ہوتی تھی اسی قدر وہ اسے شک کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ تدبیر جہانداری کی نسبت اس کا خیال یہ تھا کہ گرد و پیش کے حالات پر نظر رکھی جائے اور جب اپنا موقع آئے اس سے بیش از بیش فائدہ حاصل کیا جائے۔ اس قسم کی محدود، عملی اور تغیر پذیر روش نہ صرف اس وقت کے انگلستان کے قلیل ذرائع اور اس کے مذہبی و سیاسی اعتقاد کی تغیر پذیر حالت کے موافق تھی بلکہ خود الیزبتھ کی مخصوص طاقت کے لئے بھی ہر طرح پر موزوں ومناسب تھی۔ یہ روش بہت وسعت رکھتی تھی اور الیزبتھ اپنی قابل حیرت مستعدی و طباعی سے کوئی نہ کوئی صورت

اپنے موافق مطالب نکال لیتی تھی۔ اس نے اپنی مجلس مشورت میں تحکمانہ طور پر یہ کہا کہ "صاحبو! جنگ نہیں ہوسکتی نہیں ہوسکتی"۔ خونریزی اور اخراجات کو اگرچہ وہ طبعاً ناپسند کرتی تھی مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس کے جنگ سے بچنے کے یہی وجوہ تھے بلکہ زیادہ تر اس کا باعث یہ تھا کہ امن کی حالت میں اسے اپنی شاطرانہ سیاسی چالوں اور سازشوں سے کام لینے کا اچھا موقع ملتا تھا۔ اپنی ذہانت وطباعی کے اظہار سے اسے ایسی مسرت ہوتی تھی کہ وہ بے ضرورت بھی ہزاروں شرارت آمیز حرکتیں کیا کرتی تھی جن کی غرض صرف اتنی ہوتی تھی کہ لوگوں میں ایک استعجاب پیدا ہوجائے۔ "پیچدار طریقوں" کے اختیار کرنے سے وہ نہایت ہی خوش ہوتی تھی۔ وہ باوقار وزرا کو اس طرح چکر میں ڈال دیتی تھی جس طرح بلّی چوہے کے ساتھ کھیلتی ہے۔ اور جس طرح بلی چوہے کو پکڑ کر وجد میں آجاتی ہے، اسی طرح وہ اپنے شکار کو پریشان کرکے خوش ہوتی تھی۔ جب وہ غیر ملکی مدبرین کو حیران کرنے سے خود تھک جاتی تھی تو اپنے ہی وزرا کو پریشان کرنے لگتی تھی۔ اگر الزبتھ خود اپنے زمانۂ حکمرانی کی تاریخ لکھتی تو وہ انگلستان کی ظفرمندی یا اسپین کی تباہی پر نازاں نہ ہوتی بلکہ وہ اس پر فخر کرتی کہ اس پچاس برس کے زمانے میں اس نے یورپ کے ایک ایک مدبر کو انگلیوں پر نچایا ہے۔ اس کی یہ چالیں

سیاسی اہمیت سے خالی بھی نہیں تھیں۔ ہزارہا مراسلات کے ذریعہ سے جب ہم اس کی سیاسی چالوں کا پتہ لگاتے ہیں تو اسکی تدبیریں ہمیں ذلیل اور ناگوار معلوم ہوتی ہیں مگر وہ اپنی اصلی غرض میں کامیاب رہی ۔ ان تدبیروں سے الزبتھ کو وقت ملتا گیا اور ہر برس اس کی طاقت دونی ہوتی گئی۔ ایک ملکہ کے لئے بے شرمی سے دروغ گوئی کرنا اس سے زیادہ ذلت کسی بات میں نہیں ہوسکتی مگر یہی خصلت اس کے عادات میں سب سے زیادہ راسخ ہوگئی تھی۔ سیاسی معاملات میں جھوٹ بولنا اس زمانے کی عام روش تھی مگر با ایں ہمہ تمام ممالک عیسوی میں اس معاملہ میں الزبتھ کی برابری کا کوئی دعویٰ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ جھوٹ کو صرف یہ سمجھتی تھی کہ مشکل سے بچنے کے لئے رسائی ذہن کا اظہار ہے۔ بوقت ضرورت وہ نہایت آسانی سے کسی امر کا اقرار یا انکار کردیتی تھی اور جب کام نکل جاتا تو ویسی ہی بے شرمی و بے پروائی سے اپنے جھوٹ کو ظاہر بھی کردیتی تھی۔ اس نے اپنے معائب سے بھی جس ہوشیاری سے کام لیا اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز کو ذہنی نظر سے دیکھتی تھی۔ جن باتوں کے ظاہر ہوجانے اور جن دقتوں کے پیش آنے پر شریف عورتیں شرم سے جان دیدیتیں ان کی بھی وہ ناحفاظ ہونے کی وجہ سے کچھ پروا نہیں کرتی تھی بلکہ اُلٹے اور خوش ہوتی تھی۔ وہ اپنی متلون اور مذبذب تدبیر ملکی کو اپنی جنس کی خلقی کمزوری اور

طبعی تردد کے پردے میں چھپائے تھی۔ وہ اپنی عیش پرستی اور سیر و شکار سے کچھ نہ کچھ کام نکال لیتی تھی۔ اس کے عہد میں بہت سے خطرناک مواقع پیش آئے اور ملک کو ان خطرات کا پتہ بھی نہ لگا کیونکہ لوگ دیکھتے تھے کہ ان کی ملکہ دن کو سیر و شکار اور رات کو ناچ رنگ میں مشغول ہے۔ جن لوگوں نے یکے بعد دیگرے اس سے عقد کی خواہش کی اُن سب سے اُس نے سیاسی کھیل کھیلے اور اس کھیل میں اس نے اپنے ناز و ادا، بناوٹ، کمزوری اور حرص سب سے کام لیا۔ سیاسی ضروریات نے اگر اسے تنہا زندگی بسر کرنے پر مجبور کردیا تو اسے کم از کم یہ اطمینان تھا کہ اس نے اپنی محبت کے راگ اور اپنی عاشق نواز ملاقاتوں سے جنگ اور سازشوں کو روک دیا ہے اور ہوشیاری کے ساتھ محبت کے ڈورے ڈال کر ملک کے لئے امن حاصل کرلیا ہے۔

جب ہم الزبتھ کے حالات کو اس تکلیف دہ دروغ بیانی اور سازش کی بھول بھلیاں میں دیکھتے ہیں تو اس کی عظمت کا خیال گونہ حقارت سے بدل جاتا ہے، لیکن اس کی حکمت عملی کے مقاصد اگرچہ اسرار کے ابر میں پوشیدہ تھے تاہم ان میں اعتدال و سادگی موجود تھی اور وہ خاص استقلال کے ساتھ جاری رہی۔ اس کے عادتی تذبذب کے دوران میں کبھی کبھی فوری مستعدی بھی پیدا ہوجاتی تھی اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا تذبذب کمزوری کی وجہ سے نہیں تھا،

بلکہ وہ بالقصد تاخیر اور مغالطے سے کام لیتی اور جب وقت آجاتا تو پورا وار کرتی تھی - درحقیقت اس کی طبیعت خطرۂ عدم اعتماد کے بجائے خود اعتمادی کی طرف بڑی بیباکی سے مائل تھی۔ عام طور پر قوی طبیعت آدمیوں کو اپنی اقبالمندی پر بے انتہا اعتماد ہوتا ہے۔ یہی حال الزبتھ کا تھا واسنگھم نے کراہیت کے ساتھ لکھا ہے کہ "ملکہ معظمہ اقبال مندی پر زیادہ بھروسہ کرتی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ حضور خدا پر زیادہ اعتماد کریں" جن مدبرین نے کسی وقت میں اسکے عدم استقلال، تاخیر اور تغیر مقاصد پر ملامت کی تھی وہی دوسرے وقت میں اس کی "ضد" اس کی عزیمت اور ایسے امور سے لاپروائی کی شکایت کرتے ہیں جس میں انہیں قطعی تباہی نظر آتی تھی۔ فلپ کے سفیر نے بیکار جھتوں کے بعد لکھا کہ "معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت پر لاکھوں شیطان سوار ہیں" خود اس کی رعایا اس کی اُن چالوں اور ان پیچیدگیوں سے بالکل ناواقف تھی۔ وہ اسے استقلال مجسم سمجھتی تھی۔ جن لوگوں نے اسپینی سمندروں میں چکر لگائے اور خلیج بیفن کے تودہائے برف کے درمیان ہوکر جہاز لے گئے" ان کی جرأت اور بے خوفی میں اگرچہ کوئی شک نہیں ہوسکتا مگر وہ بھی بلاشک وشبہ یہ سمجھتے تھے کہ دلیری کا سہرا ملکہ ہی کے سر ہے۔ جس طرح وہ اپنے حصول اغراض میں پر استقلال اور باہمت تھی اسی طرح وہ ان اغراض کی تکمیل کے لئے

آدمیوں کے انتخاب میں بھی صحیح النظر تھی۔ وہ انسان کی ہر طرح کی خوبیوں کو ایک نظر میں بھانپ لیتی تھی اور ایک حیرت انگیز قوت کے ساتھ ان کی تمام طاقت اپنے کام میں لگا لیتی تھی۔ اس نے جس ہوشیاری اور دور بینی سے سیسل اور والسنگھم کا انتخاب کیا ویسی ہی کاوش سے وہ اپنے ادنیٰ تریں کارکنوں کو منتخب کرتی تھی۔ ایک لیسٹر کو مستثنیٰ کر کے اس نے اپنے عہد میں اول سے آخر تک جتنے آدمیوں کو منتخب کیا سب اپنے اپنے کام کے لئے نہایت ہی موزوں تھے۔ اس کی یہ کامیابی ایک بڑی حد تک اس کی اعلیٰ ذہنی قابلیت کا نتیجہ تھی۔ اپنے زمانے کے بہت سے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں اگر وہ اپنے مقاصد کے لحاظ سے پست تھی تو اپنی طبیعت کی وسعت اور ہمہ گیر ہمدردی کے لحاظ سے سب سے بڑھی ہوئی تھی۔ الزبتھ اسپنسر سے شاعری کے متعلق اور برونو سے فلسفہ کے متعلق گفتگو کر سکتی تھی۔ وہ للی سے مقفےٰ عبارت پر بحث کرتی اور اسکس کی سپہگری کی داد دیتی تھی اور پھر دفعتہً اس قسم کی باتوں کو چھوڑ کر سیسل کے ساتھ مراسلات کے انبار کو دیکھنے اور خزانے کی کتابوں کے جانچنے میں مشغول ہو جاتی تھی۔ والسنگھم کے ساتھ غداروں کا تعاقب کرتے کرتے وہ پارکر سے عقائد کے نکات طے کرنے لگتی یا فرابشر کے ساتھ شمال مغرب کی طرف سے ہندوستان کا راستہ نکالنے کے امکانات پر غور کرنے لگتی۔ اپنی طبیعت کی تغیر پذیری اور ہمہ گیری کی وجہ سے وہ اپنے

زمانے کی ذہنی تحریک کی ہر ایک نوعیت کو سمجھتی تھی اور اس کی مفید صورتوں کو اخذ کر لیتی تھی مگر ملکہ کی عظمت کا سب سے زیادہ دار مدار اس پر ہے کہ اس نے اپنی رعایا پر قابو حاصل کر لیا تھا۔ انگلستان میں الزبتھ سے زیادہ باشان وشکوہ اور اس سے زیادہ بلند طبیعت حکمراں ہوئے ہیں مگر ان میں سے کسی کو اس کی سی ہردلعزیزی نہیں حاصل ہوئی۔ محبت، وفاداری اور قدرشناسی کا جو جذبہ نہایت خوبی سے "فیری کوین" میں ظاہر کیا گیا ہے وہی جذبہ اس کی ادنیٰ سی ادنیٰ رعایا کے دلوں میں بھڑک رہا تھا۔ اپنے نصف صدی کے عہد حکومت میں وہ انگلستان کے لئے ایک نامتحد اور پروٹسٹنٹ ملکہ رہی اور اس کی بدکرداری اور مذہبی جوش کے فقدان نے بھی قوم کی نظروں میں اس کی چمک دمک کو ماند نہیں کیا۔ عام خوش اعتقادی پر اس کے بدترین افعال کا بھی کوئی اثر نہیں پڑا۔ ایک مرتبہ اپنی ستم ظریفی میں اسنے ایک پیوریٹین کا ہاتھ کاٹ ڈالا مگر اس شخص نے اپنے دوسرے ہاتھ سے ٹوپی اٹھاکر کہا کہ "خدا ملکہ الزبتھ کو سلامت رکھے" درحقیقت اس کے درباریوں کے حلقے سے باہر انگلستان اس کے عیوب کے متعلق مطلق کچھ نہیں جانتا تھا یا جانتا تھا تو بہت ہی کم۔ اس کی سیاسی چالوں کے تغیرات کا شاہی کمرے سے باہر کسی قسم کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ قوم کے لوگ اس کی غیر ملکی حکمت عملی کا صرف اس کی ظاہری حالت،

اس کے اعتدال، اس کی خوش فہمی اور سب سے زیادہ اس کی کامیابی سے اندازہ کرسکتے تھے۔ مگر خود ملک کی حکومت کے متعلق ہر ایک انگریز الزبتھ کی کارروائیوں کا پورا اندازہ کرسکتا تھا۔ اس کی صلح پسندی، اس کی قوت انتظام، اس کی حکومت کی مضبوطی اور اعتدال اور متخاصم فرقوں کے درمیان منصفانہ آشتی و مصالحت سب کے پیش نظر تھی۔ اِس آخری خوبی سے انگلستان کو ایک ایسے وقت میں بے نظیر سکون حاصل ہوگیا جب یورپ کے قریب قریب تمام ممالک خانہ جنگیوں سے پاش پاش ہو رہے تھے، خوش حالی ہر طرف بڑھتی جاتی تھی، لندن تمام دنیا کا بازار بنتا جاتا تھا، ہر علاقے میں عالی شان محلات تعمیر ہو رہے تھے، ان میں سے ایک ایک شئے سے الزبتھ کی تعریف اور سچی تعریف پیدا ہوتی تھی۔ اپنے ملکی انتظامات کے ایک فعل کی دلیرانہ جدت سے اس نے ایک اعلیٰ حکمران ہونے کا ثبوت دیدیا۔ جس معاشرتی پیچیدگی کی وجہ سے انگریزوں کی ترقی میں دشواری پیدا ہورہی تھی، اس نے اپنی حکومت کے شروع ہوتے ہی اس کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا اور بالآخر قانون امداد غربا کے طریقے سے اس مشکل کا حل ہوگیا۔ نئی تجارت کی سرپرستی کے لئے وہ ہمیشہ آمادہ رہتی تھی۔ تجارت کی وسعت وحفاظت کو وہ مفاد عامہ کا ایک جزو سمجھتی تھی چنانچہ لندن اکسچینج (ایوان تبادلہ) کے وسط میں

اس کے بت کے نصب کئے جانے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ طبقہ تجار کے مفاد کی حفاظت اور اُن کے کاموں میں شخصی دلچسپی کی وجہ سے ان لوگوں میں نہایت ہی ممدوح ہوگئی تھی۔ اس کی کفایت شعاری نے عام استحسان کا خیال پیدا کردیا تھا۔ سابق عہد میں جس قسم کی خونریزیاں ہورہی تھیں اور جن کا سلسلہ آخر تک جاری رہا اور جن کی وجہ سے وہ زمانہ "تخویف و شہادت" کا زمانہ قرار دیا گیا وہ سب باتیں لوگوں کو یاد تھیں، پس الزبتھ کا خونریزیوں سے مجتنب رہنا بسا غنیمت معلوم ہوتا تھا۔ سب سے بڑھکر یہ کہ عام اعتقاد یہ پیدا ہوگیا تھا کہ وہ قوم کی نبض شناس ہے اور ہمیشہ اس کی انگلی قوم کی نبض ہی پر رہتی ہے۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ کس موقع پر اسے اپنی قوم کے خیالات کی مخالفت کرنا چاہیئے اور کس موقع پر آزادی کے نئے جذبات کے مقابلے میں (جو اسی کی طرز حکومت سے از خود پیدا ہورہے تھے) اسے دب جانا چاہیئے مگر اس کی یہ پسپائی بھی فتح کی پوری شان لئے ہوئے ہوتی تھی اور جس صفائی اور فراخ دلی سے وہ اپنی ہار کو مان لیتی تھی اس سے کھوئی ہوئی محبت فوراً ہی پھر حاصل کرلیتی تھی۔ فی الحقیقت اپنے ملک کے معاملے میں اس کا یہ حال تھا کہ اپنی رعایا کی بہتری کے فخر اور ان کی مدح کی خواہش سے اس کی سرد طبیعت ذرا گرم ہوجاتی تھی۔ اسے کسی شے سے واقعی محبت تھی تو انگلستان

سے تھی۔ اس نے نہایت ہی جوش کے ساتھ اپنی پہلی پارلیمنٹ میں یہ کہا تھا کہ "آسمان کے نیچے کوئی دنیاوی چیز ایسی نہیں ہے جو مجھے اپنی رعایا کی محبت اور ان کی رضامندی سے زیادہ عزیز ہو" اور رعایا کی جس محبت و رضامندی کو وہ اس درجہ عزیز رکھتی تھی وہ اسے پوری طرح حاصل ہوگئی تھی، شاید وہ اپنی ہردلعزیزی کے لئے اس وجہ سے اور بھی زیادہ بیتاب رہتی تھی کہ اس سے ایک حد تک اس کی زندگی کی تکلیف وہ تنہائی کا بدل ہوجاتا تھا۔ وہ خاندان ٹیوڈر اور ہنری کی اولاد میں سب سے آخری فرد تھی۔ اور اس کے قریب ترین رشتہ دار میری اسٹوارٹ اور خاندان سفک کے لوگ تھے۔ ان میں سے ایک تو علانیہ تخت کا دعویدار اور دوسرا بھی درپردہ اس فکر سے خالی نہیں تھا۔ اپنی ماں کے عزیزوں میں اس کا صرف ایک رشتہ کا بھائی تھا۔ اس کی دلبستگی جو کچھ تھی وہ لیسٹر تک ختم ہوجاتی تھی مگر لیسٹر سے عقد کرلینا ممکن نہ تھا اور دوسرے کسی سے اگر وہ عقد کرنا چاہتی تھی تو سیاسی مشکلات اس کی سدراہ ہوتی تھیں۔ الزبتھ کی ایک نہایت تلخ شکایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کی یہ تنہائی اسے کس قدر تکلیف دے رہی تھی۔ جیمز کے پیدا ہونے پر وہ بے ساختہ چلّا اُٹھی کہ "اسکاٹلینڈ کی ملکہ کے خوبصورت بیٹا ہو اور میں بالکل عقیم رہوں"، مگر اس کی اس ظاہری تنہائی میں

اس کی باطنی تنہائی پسندی کا عکس نمایاں تھا۔ وہ اپنے گرد و پیش کی دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتی تھی کبھی اس سے بالاتر کبھی اس سے فروتر مگر اس کے ساتھ ایک سطح پر کبھی نہیں آتی تھی۔ صرف ذہنی حیثیت سے وہ اپنے وقت کے انگلستان سے ارتباط رکھتی تھی، اخلاقی اعتبار سے اسے اپنے گرد و پیش کا کچھ بھی حس نہیں تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگوں میں ایک نئی اخلاقی قوت یک بیک پیدا ہوگئی تھی۔ خیال عزت اور جوش طبیعت نے اغراق شاعرانہ کا رنگ اختیار کرلیا تھا، اور مذہب جانبازی کا مرادف بن گیا تھا، اس سے لوگوں کے خیلات مین بلندی آگئی تھی مگر لوگوں کے اس لطیف احساس کا اثر الزبیتھ پر صرف اتنا ہی پڑتا تھا جتنا اس پر کسی تصویر کے نازک رنگ کا اثر پڑتا ہو۔ وہ ولیم (آرنج) کی بہادری اور فلپ کے تعصب دونوں سے یکساں طور پر اپنا بازار گرم رکھتی تھی۔ شریف ترین ہستیاں اور اعلیٰ ترین اشخاص اس کے نزدیک محض شطرنج کے مُہرے تھے۔ ملک بھر میں اسی کی ایک طبیعت تھی جو سنٹ بارتھولومیو کی خبر سُن کر جوش انتقام سے مشتعل نہیں ہوئی اور جس وقت کہ تمام انگلستان، آرمیڈا پر فتح پانے سے پھولا نہیں سماتا تھا، انگلستان کی ملکہ اس مُہم کے اخراجات کی شکایت کر رہی تھی اور جس بیڑے نے اسے بچایا تھا اسکے لئے

جس سامان خوراک کا حکم دیا گیا تھا اس سے وہ اپنے نفع کی صورت نکال رہی تھی۔ درحقیقت احسانمندی کے اظہار کی طرف سے اس نے اپنے کان بالکل بند کر لئے تھے جس قسم کی خدمت کبھی انگلستان کے کسی بادشاہ کی نہ کی گئی ہو وہ اسے قبول کر لیتی تھی اور اسے اس کے معاوضے کا خیال تک نہیں آتا تھا۔ والسنگھم نے اپنی ساری دولت اس کی جان اور اس کے تخت کے بچانے میں صرف کردی اور فقیر ہوکر مرگیا مگر ملکہ نے اسے پوچھا تک نہیں۔ یہ بھی قسمت کا عجیب پھیر ہے کہ یہی بیدردی اس کے بعض عظیم اخلاقی صفات کا سبب بن گئی۔ اگر اس میں ہمدردی نہیں تھی تو اس میں نفرت بھی نہیں تھی۔ وہ خفیف باتوں پر ناگواری کو قائم نہیں رکھتی تھی۔ اپنے خدمت گزاروں سے نہ وہ بغض رکھتی تھی نہ ان پر رشک کرتی تھی۔ بدزبانی کو بھی وہ بے پروائی سے ٹال دیتی تھی اس کے متعلق فرقہ جیزوٹ کے لوگ جس قسم کی اوباشی اور ستمگری کے الزامات یورپ کے تمام درباروں میں پھیلا رہے تھے، اس سے اس کی خوش طبعی میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔ خوف کا اسے مطلق احساس نہیں ہوتا تھا۔ جس وقت کہ کیتھولک سازشیں ایک ایک گھر سے ظاہر ہورہی تھیں، اس وقت بھی اس نے اپنے دربار کے کیتھلکوں کے نکالنے کی تجاویز پر مطلق اعتنا نہ کی۔ الزبتھ کی یہی اخلاقی نیرنگی تھی جس کا اچھا یا بُرا اثر

الیزبتھ عجیب و غریب طرح سے اس کے کلیسا کی طرز عمل پر پڑا۔
اور یہ صحیح نہیں کہ اس نوجوان ملکہ کو مذہب کا خیال
کلیسا نہیں تھا مگر روحانی احساس سے وہ بالکل معرا تھی اور علوم
دینی جن وسیع مسائل پر بحث کرنا چاہتے تھے، ان کا کبھی
اسے کچھ حس نہیں تھا۔ اس کے گردوپیش ساری دنیا یوماً فیوماً
مذہبی معتقدات اور مباحث کے چکر میں پڑتی جاتی تھی مگر الیزبتھ
پر ان کا مطلق اثر نہیں پڑتا تھا۔ وہ کالٹ اور ارسیمس کی
"تعلیمات جدیدہ" کے زیر اثر ہونے کے بجائے اطالوی نشأۃ
جدیدہ کی معتقد تھی اور اپنے زمانے کے جوش و خروش کی
بابت اس کا انداز وہی تھا جو لارنزو ڈی میڈیچی کا سادوتارولا
کی نسبت تھا۔ جن روحانی مباحث نے اس کے گردو پیش
کے لوگوں کی طبیعتوں کو مضطرب کردیا تھا ان سے اس کی
طبیعت میں کسی قسم کی حرکت نہیں پیدا ہوئی۔ وہ نہ صرف
ان کے سمجھنے سے قاصر تھی بلکہ وہ انہیں ایک گونہ لغو خیال
کرتی تھی۔ وہ کیتھولک توہّمات سے اس قدر متنفر تھی جسقدر
پروٹسٹنٹ تعصّبات سے۔ جہاں اس نے یہ حکم دیا تھا کہ کیتھولکوں
کے تصاویر اور مجسمے آگ میں ڈال دئے جائیں، وہیں اس نے
پیورٹینوں کو "برادران مذہب عیسیٰ" کہکر خوب ہی جھکایا تھا۔ مگر
اسے پیسیوریٹن یا کیتھولک کسی سے بھی مذہبی تنفر نہیں
تھا۔ پروٹسٹنٹ ان کیتھولک امرا کے شاکی تھے جنھیں وہ اپنی
حضور میں باریاب کرتی تھی، اور کیتھولکوں کو ان پروٹسٹنٹ مدبرین

کی بابت گلہ تھا جنہیں وہ اپنی مجلس مشورت میں طلب کرتی تھی مگر الیزبتھ کے نزدیک یہی انتظام دنیا کے تمام انتظامات میں سب سے زیادہ طبعی انتظام تھا۔ وہ مذہبی اختلافات کو خالص سیاسی نظر سے دیکھتی تھی۔ وہ ہنری چہارم کے اس خیال سے متفق تھی کہ "سلطنت ایک وقت کی نماز سے کم قیمت نہیں ہے" اس کے نزدیک یہ کوئی بات نہ تھی کہ فلپ کو دھوکہ دینے کے لئے اسے اپنے تبدیل مذہب کی امید دلائے یا اپنے معبد میں صلیب نصب کرکے کسی زیر بحث معاملہ میں نفع حاصل کرے۔ اس کے ذہن میں پہلا خیال امن عامہ کا تھا اور کسی طرح اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ ہر شخص کے ذہن میں یہی خیال کیوں نہیں بس جاتا۔ اس نے اپنی طبّاعی اس امر پر صرف کرنا شروع کی کہ اتحاد مذہبی کا کوئی ایسا طریقہ نکالے جس میں آزادی ضمیر کا حق باقی رہے۔ یہ ایک طرح کا سمجھوتا ہوتا جس کا مقصود صرف اتنا تھا کہ عبادت میں ایک ظاہری اتفاق پیدا ہوجائے اور اس کے ساتھ ہی ہر شخص کی آزادی رائے برقرار رہے" وہ اسی خیال کو ہمیشہ شدّ و مد سے ظاہر کیا کرتی تھی۔ اسنے اول ہی سے ہنری ششم کے طریق پر کاربند ہونا چاہا۔ اسپین کے سفیر سے اس نے یہ کہا تھا کہ "میں وہی کروں گی جو میرے باپ نے کیا تھا" اس نے پوپ کے دربار سے مراسلت شروع کی مگر جب پوپ نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے حق جانشینی کے معاملہ کو روما کے فیصلے پر چھوڑ دے تو پھر مصالحت

کا کوئی امکان باقی نہ رہا۔ الزبتھ کی پارلیمنٹ کا پہلا کام یہ تھا کہ وہ اس کے ہنری ہشتم کی جائز اولاد میں ہونے اور اس کے استحقاق تاج کا اعلان کرے، مذہبی معاملات میں شاہی حقوق کو ازسرنو قائم کرے اور تمام غیر ملکی اقتدار و اختیار کو ساقط کردے۔ لندن میں داخل ہونے پر اہل شہر نے اس کے روبرو انگریزی زبان کی "کتاب مقدس" پیش کی اور الزبتھ نے اسے بوسہ دیکر یہ کہا کہ "وہ بہت توجہ سے اسے پڑھا کرے گی"۔ اس کی شخصی خواہش اس سے آگے بڑھنے کی نہیں تھی۔ ارکانِ مجلس میں ایک ثلث اور رعایا میں کم از کم دو ثلث لوگ ایسے تھے جو مذہب میں ملکہ کی بہ نسبت زیادہ اصولی تغیرات کے خواہاں تھے۔ طبقۂ اُمرا میں معمر اور دولتمند امرا کنسرویٹو (مستحفظین) تھے اور صرف نو عمر اور متبذل لوگ دوسری جانب تھے مگر بہت جلد آگے قدم بڑھانے کی ضرورت پیش آگئی۔ پروٹسٹنٹ تعداد میں کم تھے تو قابلیت اور مستعدی میں بڑھے ہوئے تھے، اور جنیوا سے جو جلا وطن واپس آتے تھے وہ مذہب کیتھولک کی نسبت سخت نفرت اپنے ساتھ لاتے تھے۔ ماس (قداس) کو دیکھکر اسمتھ فیلڈ کی آگ کا نقشہ ہر ایک پروٹسٹنٹ کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا، اور اڈورڈ کی کتاب ادعیہ مقدس شہیدوں کی یاد دلاتی تھی۔ لیکن اگر الزبتھ نے اپنے قانون "اتفاق مذہبی" کی رو سے انگریزی کی کتاب ادعیہ کو از سرنو رائج کر کے

قانون اتفاق مذہبی ۱۵۵۹

پروٹسٹنٹوں کو خوش کردیا تھا تو اس کے ساتھ ہی اس نے
اس کی زبان میں ایسے تغیرات کردئے تھے جس سے تاامکان
کیتھولک بھی راضی ہوجائیں۔ اس کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ وہ
زمانۂ تولیت کے طریق کو بعینہٖ جاری کردے۔ اس نے شاہی
القاب سے "سرگروہ کلیسا" کا لفظ نکال دیا تھا۔ کرنمر کے ترتیب
دادہ بیالیس عقائد نسیاً منسیا ہوگئے۔ اگر الزبتھ کو اپنی مرضی
پر چلنے کا موقع ملتا تو پادریوں کے لئے تجرّد کی شرط قائم
رکھتی اور گرجوں میں صلیبیں پھر نصب کردیتی۔ فی الحقیقت وہ
اپنی کوشش میں ایک حد تک مصلحین کی نرالی سختی سے بھی
اُلجھکر رہ گئی تھی۔ لندن کے عوام نے صلیبوں کو سڑکوں
پر توڑ ڈالا۔ صلیب کو قائم رکھنے یا پادریوں کو تجرد پر مجبور
کرنے کی کوشش، پروٹسٹنٹ پادریوں کی مخالفت کے سامنے
بیکار ہوگئی۔ دوسری طرف میری کے عہد کے تمام اساقفہ
نے باستثناء ایک شخص کے، اس کے تغیرات کے پروٹسٹنٹ
انداز کو سمجھکر قید ہونا اور اپنی جگہوں سے علیحدہ کیا جانا منظور
کیا مگر "قانون سرگروہی کلیسا" کا حلف نہیں اُٹھایا۔ لیکن
قوم کے اکثر افراد کے نزدیک الزبتھ کا یہ سمجھوتا بخوبی قابل
پسند تھا۔ پادریوں میں سے اکثر نے اگرچہ حلف نہیں اٹھائے
مگر عملاً انہوں نے "قانون سرگروہی کلیسا" کو مان لیا اور
کتاب ادعیہ کو قبول کرلیا۔ جن لوگوں نے اس سے علانیہ
انکار کیا ان میں سے صرف دو سو شخص اپنی جگہ سے ہٹائے گئے

اور باقی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ عام لوگوں میں اس نئی طرز عبادت سے کوئی خاص بھڑک نہیں پیدا ہوئی اور الزبتھ کو موقع مل گیا کہ وہ عقائد کے مرحلے سے نکل کر انتظام مملکت کے مرحلے میں داخل ہو۔

پارکر

پول کے انتقال کی وجہ سے الزبتھ کو موقع مل گیا کہ میتھو پارکر کو کنٹربری کا اسقف اعظم مقرر کر دے، اس شخص کا ضبط و اعتدال خود الزبتھ ہی کا سا تھا، اور کلیسا کی تربیت جدید کے لئے اسے یہ ایک اچھا کار کن مل گیا۔ واقفیت علوم دینی کے لحاظ سے وہ ایک اوسط درجہ کا شخص تھا مگر کلیسا میں نظم و نسق اور طریق عبادت کے منضبط کرنے میں وہ پوری طرح مستحکم تھا۔ گزشتہ دو عہدوں کے عاجلانہ بیخ کن تغیرات کی وجہ سے انگریزی مذہب کی ساری کل بگڑ گئی تھی۔ مفصلات کے پادریوں کا بڑا فرقہ اب بھی دل سے کیتھولک تھا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ زیادہ سخت کیتھولک لوگوں کے لئے صلیب نصب کی جاتی تھی اور زیادہ سخت پروٹسٹنٹ کے لئے نئے طریق عبادت کو اختیار کرنا پڑتا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ دونوں ایک ہی قربان گاہ کے سامنے سربسجود ہوتے تھے اور کیتھولک تو وہ روٹیاں لیتے تھے جنکی قدیم دستور کے موافق پادری نے اپنے گھر پر تبریک کی تھی اور پروٹسٹنٹ وہ ٹکڑے لے لیتے تھے جنہیں جدید طرز کے موافق کلیسا ہی کے اندر برکت دی گئی

تھی۔ شمال کے بہت سے دیہاتوں میں مطلق کسی قسم کا تغیر نہیں کیا گیا۔ بلکہ وہاں نئے پروٹسٹنٹ پادری اکثر ناپسند کئے جاتے اور ان کی زیادتی وحرص کے باعث لوگ ان سے متنفر ہوجاتے تھے۔ جائدادوں کے منتظم پادری لوگوں کو زمینوں کے پٹے دیکر جرمانے کرکے اور نہریں کاٹ کر خود اپنے زیر انتظام جائداد کو لوٹتے تھے۔ پادریوں کا عقد کرنا بد اطواری سمجھا جاتا تھا۔ اور جب یہ نوبت پہنچی کہ جن مجسموں کی قدیم سے پرستش ہوا کرتی تھی اُن کے نفیس نفیس لباس کاٹ کاٹ کر پادریوں کی بی بیاں اپنے کپڑے بناکر پہننے لگیں تو اس نفرت میں اور بھی زیادتی ہوگئی، پادری جس قسم کا لباس چاہتے پہنتے تھے، دوران نماز میں لوگ چاہے کھڑے رہتے چاہے بیٹھ جاتے۔ پرانی قربانگاہ توڑ ڈالی گئی اور نئی عبادت کی میزیں محض تین پایوں پر ایک تختہ رکھکر بنادی جانے لگیں۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بعض وقت اس نئے طرز کی عبادت میں نہایت ابتری پیدا ہوجاتی تھی۔ لامحالہ اس کا اثر یہ تھا کہ لوگوں میں مذہب کا خیال مطلق نہیں رہا تھا اور کلیسا میں گویا محض تفریح کے لئے موسم بہار کی خوشی منانے آتے تھے"۔ مصلحین اور ان کے مخالفین کے مزاج سے پارکر کو جس قسم کی مشکلات پیش آرہی تھیں ان میں ملکہ کی تلون مزاجی سے اور نئی دشواریاں پیدا ہوگئیں۔ ملکہ اگرچہ عقائد میں راسخ نہیں تھی مگر اپنے خاص احساسات رکھتی تھی اور پروٹسٹنٹ کی عبادت کی سادگی

اور پادریوں کی مناکحت کی وجہ سے اس کی طبیعت کو ایک وحشت سی ہوگئی تھی۔ ڈین نوئل نے جب مجسمات کے استعمال کو لغو قرار دیا تو ملکہ اپنی نشست گاہ سے چلا اٹھی کہ "ڈین صاحب اس بحث کو چھوڑئے اور اپنی کتاب پر توجہ کیجئے" صلیب کے نصب کئے جانے اور پادریوں کے تجرد کی مخالفت پر جب پارکر نے زور دیا تو الیزبیتھ نے اس کی بیوی کی توہین کرکے اس کے اس استقلال پر اپنی نفرت کا اظہار کیا۔ اس زمانے میں کتخدا عورتیں "میڈم" اور ناکتخدا مسٹرس کہلاتی تھیں۔ لیمبتھ میں ایک شاندار دعوت کے ختم ہونے پر جب پارکر کی بیوی ملکہ سے رخصت ہونے کے لئے آگے بڑھی تو الیزبیتھ بناوٹ سے جھجھک سی گئی اور یہ کہا کہ میں آپ کو "میڈم" کہنے سے رہی، اور مسٹرس کہنا مجھے برا معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال میں آپ کی مہربانی کا شکریہ ادا کرتی ہوں" اپنے آخر عہد تک الیزبیتھ بھی اپنے دو پیشروؤں کی طرح اساقفہ کی دولت لوٹنے پر آمادہ رہی اور حقوق ملکیت کو بالکل نظر انداز کرکے اپنے وزرا کو کلیسا کی اراضی سے انعامات دیتی رہی۔ لارڈ برلے نے خاندان سیسل کی امارت اسقفی پٹربرا کی جائدادوں ہی سے قائم کی ملکہ کے طرحدار چانسلر کے لئے ایک دوسری اسقفی غارت ہوئی اور ہیٹن گارڈن سے ایلی پلیس تک کے نواحی سے ابتک اس کی شہادت ملتی ہے اس غارتگری پر اسقف کے

اعتراض کا الیزبتھ نے جو جواب دیا اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ وہ کلیسا پر اپنی سرگروہی کے کیا معنی سمجھتی تھی۔ اُس نے لکھا
کہ "اے پُر غرور مقتدائے دین تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں
اب جو کچھ بنادیا ہے اس کے قبل تم کیا تھے۔ اگر تم معاً میری
مرضی کو پورا نہ کروگے تو قسم خدا کی کہ میں تمہاری عبا اوتروالوں گی"
مگر مقتدائے اعظم کے نظم و ترتیب کے کام میں ملکہ جس طرح
مسلسل اعانت کررہی تھی اس کے مقابلے میں اس قسم کی ستم
ظریفیوں کا اثر حقیقت میں بہت کم پڑتا تھا۔ اس نے اپنے
سوا کسی کو کلیسا کے لوٹنے کی اجازت نہیں دی اور اس نے
دل سے یہ کوشش کی کہ کلیسا کے خارجی انتظامات میں
نظم و خوبی پیدا ہوجائے۔ اسقفی کی خالی جگہوں پر اکثر ذیعلم
اور قابل ہی اشخاص مقرر کئے جاتے تھے اور معلوم ہوتا ہے
۱۵۵۹ کہ انگلستان میں بلا زحمت مذہبی امن و امان قائم ہوگیا تھا۔
اسکاٹلینڈ الیزبتھ نے جس وقت تخت پر قدم رکھا ہے اسوقت
صرف ایک مذہب کے ہی معاملات اس کی توجہ کے محتاج
نہیں تھے بلکہ جنگ کی وجہ سے ملک کا روپیہ کھنچا چلاجارہا
تھا اور اس جنگ اور اس کے ساتھ اسپین کے اثر سے
خلاص پانے کے لئے کیلے کے ہاتھ سے دیدینے پر اسے
راضی ہونا پڑا۔ اگرچہ ایسا سخت نقصان برداشت کرکے
صلح قبول کی گئی مگر پھر بھی فرانس علانیہ مخالفت پر قائم
رہا۔ ولیعہد فرانس اور اس کی بیوی میری اسٹوارٹ نے

انگلستان کے بادشاہ اور ملکہ کے القاب اور نشانات اختیار کر لئے تھے اور اسکاٹلینڈ میں ایک فرانسیسی فوج کے موجود ہونے سے اُن کے دعوی نے فوری خطرے کی صورت پیدا کر دی تھی۔ اسکاٹلینڈ میں کیا حالات پیش آئے اس کے سمجھنے کے لئے ہمیں اس شمالی سلطنت کی گزشتہ تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ جس وقت سے کہ انگلستان نے اس ملک کو مطیع کرنے کی بے کار کوشش قطعی طور پر چھوڑ دی اس وقت سے اس ملک کا قصہ ایک دردناک داستان بنگیا۔ کیسی ہی صلح کیوں نہ قائم کی جائے مگر جنوب کے پرانے خطرے سے اس ملک کے لوگوں کو نیند نہیں آتی تھی اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ وہ اپنے ملک کو فرانس سے متحد کئے رہیں اسی وجہ سے انہیں "جنگ صدسالہ" کے گرداب میں پھنسنا پڑا۔ لیکن جب
۱۳۴۶ انجام کار میدان نیولس کراس میں شکست کھاکر ڈیوڈ قید ہوگیا تو جنگ کا خاتمہ ہوگیا، مگر دونوں طرف سے لوٹ مار اور اوٹربرن اور ہوملڈن ہل کی سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں جاری رہیں جن میں کبھی میدان اسکاٹلینڈ کے امرا کے اور کبھی انگلستان کے امرا کے ہاتھ رہتا تھا "چیوی چیز" کی نظم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معرکہ آرائی کا انداز کیا تھا اور وہ جرات و ہنگامہ آرائی کس قسم کی تھی "جس سے "سڈنی کے دل میں بگل کی آواز سے زیادہ جوش پیدا ہوجاتا تھا" مگر اسکاٹلینڈ کی ترقی پر اس جوش و خروش کا اثر نہایت ہی بُرا پڑا۔ اس

جد و جہد میں خاندانہائے ڈگلس اور مارچ کو خاص عروج حاصل
ہوگیا، یہ لوگ برابر انگریزوں سے لڑتے رہتے تھے اور جب
ادھر سے مہلت ملتی تھی تو خود آپس ہی میں لڑنے لگتے
یا اپنے بادشاہ کے اوپر دباؤ ڈالتے تھے۔ خاندان بروس کے
ورثائے ذکور کے ختم ہوجانے سے خاندان اسٹوارٹ ان کا جانشین ۱۳۷۱
ہوا تھا مگر اس خاندان کے پہلے بادشاہ محض بے حقیقت تھے۔
حملوں اور اندرونی مناقشات نے نہ صرف قومی صنعت وحرفت
اور خوش حالی کو روک دیا تھا بلکہ انہیں اور پیچھے ہٹا دیا
تھا۔ تمام ملک ابتری و بدنظمی سے تباہ ہورہا تھا، اور اس
شہر آشوب میں کسان اور تاجر جاگیرداروں کے ظلم و جور کا
شکار ہورہے تھے۔ سرحد پر کسی قسم کا قانون ہی نہیں جاری تھا
اور بے روک ٹوک قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔
سلطنت کی حالت اس قدر قابل افسوس ہوگئی تھی کہ ہائی لینڈز
کے قبائل نے اسے ایک یقینی شکار سمجھ لیا اور اس کی تاخت
و تاراج کے لئے سب متحد ہوگئے لیکن اس عام خطرے نے
امرا کے مختلف فرقوں کو متحد کردیا اور ہارلا کی فتح نے لولینڈز
کو کلٹ کے ہاتھ میں پڑجانے سے بچالیا۔ آخر ایک نام آور
بادشاہ نے اسکاٹلینڈ کو اس گمنامی سے نکالا یہ بادشاہ جیمز اول ۱۴۱۱
تھا۔ ایک مدت تک انگلستان میں قید رہنے کے باعث
دنیا کے نشیب و فراز سے وہ اچھی طرح آگاہ ہوگیا تھا جب
وہ اپنی مملکت کو واپس آیا تو اسکاٹلینڈ کا بہترین حکمران ثابت

ہوا ۔ قابل ترین بادشاہ ہونے کے ساتھ ہی ملک میں وہ سب سے
اچھا شاعر بھی تھا ۔ اس کے تیرہ برس کے مختصر مگر حیرت افزا
۱۴۲۴ دوران حکومت میں امن و امان پھر قائم ہوگیا ۔ اسکاٹلینڈ کی
پارلیمنٹ مرتب کی گئی ۔ ہائی لینڈز کے قبائل پر انہیں کے قلعوں
کے اندر حملے کئے گئے اور انہیں زیر کرکے "سیکسن" بادشاہ کی اطاعت
کا حلف اٹھانے پر مجبور کیا گیا ۔ جیمز نے بڑے بڑے خاندانوں
کو راہ راست پر لانے کی طرف توجہ کی مگر ابھی نظام جاگیرات
کی زیادتیوں کا قانون کی گرفت میں آنا مشکل تھا ۔ بدمعاشوں کا
ایک غول بادشاہ کے کمرے میں گھس گیا اور اسے قتل کرڈالا ۔
بادشاہ کے جسم پر خنجر کے سولہ زخم پائے گئے ۔ اس کا قتل خاندان
ڈگلس اور تاج کے درمیان جنگ و جدال کا اعلان تھا جس کا
سلسلہ نصف صدی تک جاری رہا ۔ لیکن آہستہ آہستہ
انتظام پھر قائم ہوگیا ۔ خاندان ڈگلس کے لوگوں کے ملک بدر
کردینے سے اسکاٹلینڈ کے بادشاہوں کو پھر لولینڈز میں غلبہ حاصل
ہوگیا ۔ اس کے ساتھ امرائے جزائر کی تباہی سے ہائلینڈز میں بھی
ان کی قوت محفوظ ہوگئی ۔ لیکن اپنی بیرونی حکمت عملی میں ملک
ابھی تک فرانس کے نقش قدم پر چل رہا تھا شاہان فرانس
اور شاہان انگلستان کے درمیان جس وقت بھی کوئی جھگڑا
ہوتا تھا فوراً ہی اسکاٹلینڈ کی سرحد پر بھی خطرہ پیدا ہوجاتا تھا ۱۵۰۲ء
۱۵۰ میں ہنری ہفتم نے اپنی بیٹی مارگریٹ کو شاہ اسکاٹلینڈ کی زوجیت
میں دیکر ایک وقت کے لئے انگلستان اور اسکاٹلینڈ کو باہم

وابستہ کردیا۔ لیکن ہنری ہشتم کی تخت نشینی پر جب فرانس سے مخاصمت شروع ہوگئی تو یہ اتحاد کالعدم ہوگیا۔ جنگ پھر جاری ہوگئی اور فلاڈن فیلڈ کی ہولناک شکست اور جیمز چہارم کے انتقال نے ایک نابالغ کو بادشاہ بنادیا۔ ملک میں بدامنی و بدانتظامی کا دور دورہ ہوگیا۔ یہ نیا بادشاہ جیمز پنجم اگرچہ شاہ انگلستان کا بھانجا تھا مگر اس نے اپنے ابتدائے حکومت ہی سے انگلستان کے مخالف انداز اختیار کرلیا تھا۔ اور اہل کلیسا و رعایا ان دونوں ملکوں کو جنگ میں مبتلا کروینے کے لئے پہلے ہی سے آمادہ تھے سالوے ماس میں شکست کھاکر اس نوجوان بادشاہ کا دل ٹوٹ گیا اور وہ مرگیا۔ اس کے بستر مرگ پر جب اسے
میری اسٹوارٹ کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی تو وہ چلّا اٹھا کہ" ۱۵۴۲
اس سلطنت کی ابتدا ایک لڑکی سے ہوئی ہے اور اس کا اختتام بھی ایک لڑکی ہی پر ہوگا" اس کے اس جانشین بچے کے عقد کا معاملہ انگلستان اور فرانس کی کشمکش باہمی کا باعث بن گیا۔ اگر ہنری ہشتم کی خواہش کے موافق میری کا عقد اڈورڈ ششم سے ہوگیا ہوتا تو ان دونوں ملکوں کے اتحاد سے یورپ کی تاریخ بدل گئی ہوتی۔ لیکن حال کی خونریزی نے اسکاٹلینڈ کو سخت متنفر کردیا تھا اور سمرسٹ نے جس زبردستی سے اس عقد کے معاملہ کو طے کرنا چاہا اس سے تفرقہ انتہا کو پہنچ گیا۔ سمرسٹ کے حملے اور پنکی کلیوک کی فتح کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ جیمز پنجم کی فرانسیسی بیوی میری دگیز) کو (جو اپنے شوہر کے انتقال کے بعد

ملک کی متوفی ہوگئی تھی) موقع مل گیا کہ وہ اسکاٹلینڈ کے طبقوں کو ترغیب دیکر اس امر پر آمادہ کردے کہ وہ فرینسس ولیعہد فرانس کے ساتھ اس لڑکی کے عقد کو منظور کریں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس وقت سے تخت انگلستان کے متعلق ملکہ
۱۵۵۸ اسکاٹلینڈ کے دعوے نے ایسی خطرناک صورت اختیار کرلی تھی کہ میری ٹیوڈر کو مجبور ہوکر فلپ شاہ اسپین) سے عقد کرلینا پڑا لیکن الیزبیتھ کی تخت نشینی کے بعد اس دعوے نے اور بھی خطرناک صورت اختیار کی کیونکہ کوئی کیتھولک اسے جائز اولاد نہیں سمجھتا تھا اور اس کے مذہبی انداز نے فرقہ کیتھولک کو اس کے رقیب کے ہاتھ میں دیدیا تھا۔

الیزبیتھ اور اسکاٹلینڈ

پس فرانس سے صلح ہوجانے کے باوجود بھی فرینسس اور میری اپنے دعوے پر مصر رہے اور میری گیز کے اشارے سے ایک فرانسیسی فوج لیتھ میں آکر اتری۔ سرحد پر اس فوج کے آنے کا مقصد یہ تھا کہ کیتھولک شورش برپا کردیں مگر فرانس و اسپین کی عداوت کی وجہ سے فلپ کو اس وقت مجبوراً الیزبیتھ کی تائید کرنا پڑی اور اس کے اثر کی وجہ سے
۱۵۵۹ کیتھولک کچھ دنوں کے لئے خاموش ہوگئے ملکہ نے بھی انہیں باتوں میں لگائے رکھا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ پوپ سے مصالحت کرلینا اور پوپ کے ایک وکیل کو ملک میں بلانا چاہتی ہے اور آسٹریا کے ایک کیتھولک شاہزادے سے عقد کی تجویز کر رہی ہے۔ ان باتوں سے انہیں پھر مذہب کے فروغ پانے کی

امید پیدا ہوگئی۔ ادھر ملکہ نے خود اسکاٹلینڈ میں اس کا توڑ کیا۔ اسکاٹلینڈ میں بہت جلد جلد اصلاح کا زور بڑھتا جاتا تھا اور الیزبیتھ نے پروٹسٹنٹ فریق کے سرگروہ امرا کو جو لارڈز آف دی کانگریگیشن (امرائے اجتماع) کہلاتے تھے، والی سلطنت کے خلاف بغاوت کرنے کی خفیہ ہمت دلائی۔ تخت نشینی کے بعد الیزبیتھ کو اپنی ان تدابیر سے ایک برس سکون کا موقع مل گیا تھا اور اس نے اس ایک برس سے خوب ہی کام لیا۔ تمام انگلستان میں امن قائم ہوگیا، کلیسا کی از سرِ نو ترتیب ہوگئی، تاج کے قرضہ کا ایک حصہ ادا کردیا گیا۔ خزانہ معمور ہوگیا۔ ایک بیڑا تیار ہوگیا۔ اور شمال پر حملہ کرنے کے لئے ایک فوج جمع ہوگئی جب اس کے اسکاٹلینڈ کے حامیوں کو شکست ہوگئی تو پھر اسے پردہ اٹھا دینا پڑا۔ ابتک اس کی خود رائی میں کوئی اس کا شریک نہیں تھا۔ اسپین نے اس کی تباہی کو قطعی سمجھ لیا تھا، فرانس کو اس کی کامیابی کا بہت کم یقین تھا، خود اس کی مجلس شوری کو بھی ناامیدی تھی۔ جب ایک وزیر پر وہ اعتماد کرنے کی جرأت کرسکتی تھی وہ اگرچہ اس کے تمام مشیروں میں نو عمر اور سب میں قوی دل شخص سیسل تھا مگر سیسل کو بھی اس کی کامیابی کی طرف سے شک تھا۔ ملکہ نے اب تذبذب اور دروغ بافی کو چھوڑ کر اپنی قوت و استقلال سے علانیہ کام لینا شروع کیا۔ قریب تھا کہ فرانسیسی سپہ سالار ڈوازیل "امرائے اجتماع" کو کچل ڈالے، مگر عین اسی وقت ۱۵۶۰

۱۵۶۰ ایک انگریزی بیڑا یکایک فورتھ میں داخل ہوگیا اور متولی ملک کی فوج کو لیتھ کی طرف پلٹنا پڑا۔ ملکہ نے ان امرا سے ایک باضابطہ معاہدہ کیا اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ ان غیر ملکیوں کے خارج کرنے میں ان کی مدد کرے گی۔ فرانس اپنے اندرونی جھگڑوں سے پارہ پارہ ہورہا تھا اور وہ اسکاٹلینڈ کو نہ روپیہ بھیج سکتا تھا نہ آدمی۔ ماہ مارچ میں لارڈ گرے سرحد کے پار ہوا تاکہ لیتھ کے محاصرے میں امرائے اجتماع کا شریک ہوجائے۔ درحقیقت اہل اسکاٹلینڈ نے کچھ بھی مدد نہ کی اور شہر پر حملہ کرنے میں گرے کو سخت ناکامی ہوئی۔ الیزبیتھ کی اس بڑھتی ہوئی طاقت سے فلپ کو بھی یکایک حسد پیدا ہوگیا اور اس نے اس مہم کے ترک کردینے کا مطالبہ کیا۔ لیکن الیزبیتھ پر اسکا کچھ اثر نہیں پڑا جو کام تلوار سے نہو سکا تھا قحط نے اسے پورا کردیا۔ انگریزوں اور اہل اسکاٹلینڈ کے درمیان دو معاہدے ہوگئے جن میں فرینسس اور میری کے وکلا نے یہ وعدہ کیا کہ فرانسیسی واپس چلے جائیں گے اور حکومت ملک امرا کی ایک مجلس کے ہاتھ میں رہے گی۔ انہوں نے انگلستان کے تخت پر الزبیتھ کا حق بھی تسلیم کیا۔ اسکاٹلینڈ کی ایک پارلیمنٹ نے فوراً ہی طریق کالون کو قومی مذہب قرار دے دیا۔ اگرچہ فرینسس اور میری نے اس قانون اور معاہدہ دونوں کو بالائے طاق رکھدیا مگر فی الحقیقت الیزبتھ کی حکمت عملی نے فرانس سے اسکاٹلینڈ کے تعلق کو توڑ دیا تھا اور اس کے امرا کی سب سے

کار آزمودہ و قوی جماعت کو اپنا شریک بنالیا تھا۔

جزو چہارم

انگلستان اور میری اسٹوارٹ

۱۵۶۰ — ۱۵۷۲



[اسناد۔ مثل سابق رینک کی تاریخ انگلشیہ (English History) اور ناکس کی تاریخ اصلاح (History of the Reformation) بھی دیکھنا چاہیے۔ میری اسٹوارٹ کے متعلق بکینین اور لزلی کے تصانیف ملویل کا تذکرہ اور کیتھ اور اینڈرسن کے تالیفات کے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اہل ہالینڈ کی شورش کے متعلق ماٹلی کی عروج جمہوریہ ہالینڈ (Rise of the Dutch Republic) اور تاریخ ندرلینڈ متحدہ (History of the United Netherland) کار آمد ہیں]

میری اسٹوارٹ

جنگ اسکاٹلینڈ کے نتیجے سے یورپ پر یک بیک الزبتھ کی طاقت اور اس کے تخت کی اصل قوت کا اظہار ہوگیا۔ اس نے فلپ کی مداخلت سے آزادی حاصل کرلی۔ فرانس سے بمقابلہ پیش آئی، شمال کی بساط کو خود امرا نے اسکاٹلینڈ میں ایک انگریزی فریق پیدا کرکے الٹ دیا۔ اسی طرح مذہبی تفرقہ اندازی سے اس نے فرانس کی چنگاری کو بھی دبا دیا۔ فرانس کے پروٹسٹنٹ یعنی ہیوگیناٹ امیرالبحر کولی نی ای کے تحت میں

ایک خطرناک فریق بنگئے تھے۔ خاندان گیز کے لوگ فرانسیسی کیتھلکوں کے سرگروہ تھے اور فرنیس اور میری کے دربار میں بھی انہیں کو غلبہ حاصل تھا۔ ہیوگیناٹ نے اس خاندان کے خلاف شورش کی مگر انہیں شکست ہوگئی اور اس وجہ سے انہیں الیزبتھ کی تائید اور اتفاق کے بغیر چارہ کار نہ رہا۔ قدیم و جدید عقائد کی کشمکش میں اس قسم کی علانیہ مخالفت ہونے کا مدت سے اندیشہ تھا۔ اور اس مخالفت نے اگر غیر ممالک میں الیزبتھ کو
۱۵۶۰ تقویت پہنچائی تو خود اپنے ملک میں اسے کمزور کردیا۔ اسکی کیتھولک رعایا نے جب دیکھا کہ وہ اسکاٹلینڈ کے پیروان کالون اور فرانس کے ہیوگیناٹ سے اتحاد پیدا کر رہی ہے تو اس کے تبدیل عقیدہ کی طرف سے انہیں بالکل مایوسی ہوگئی۔ پوپ نے انگریزی عبادت کی شرکت کے خلاف ایک حکم جاری کردیا اور اس طرح ارکانِ ظاہری کے اعتبار سے الیزبتھ کو جس مذہبی مصالحت کی امید تھی وہ بھی ٹوٹ گئی اور چونکہ فرانس کے مذہبی تفرقہ کے باعث الیزبتھ کی طرح فلپ کو بھی آزادی حاصل ہوگئی تھی اس وجہ سے اب کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ انگلستان کے کیتھولکوں کو روکے رکھے بلکہ وہ تو درحقیقت اسی فکر میں تھا کہ تمام دنیا کے کیتھولکوں کا سرپرست بنکر ایک نیا سیاسی منصب حاصل کرلے فرنیس ثانی کے انتقال کے بعد جب فرانس میں خانہ جنگی شروع ہوگئی تو، اس نے اپنی فوجوں کو حکم دیدیا کہ خاندان گیز کی حمایت کریں

اور مرتد جہاں ملیں وہیں اُن پر حملہ کریں۔ اس نے الزبتھ سے کہا کہ "طوائف الملوکی اور انقلاب کے لئے مذہب کو آڑ بنایا جارہا ہے"۔ جس زمانے میں مجلس ٹرنٹ میں شرکت سے انکار کردینے پر الزبتھ کی کیتھولک رعایا کی آخری امیدوں پر پانی پھر گیا تھا اسی زمانے میں میری اسٹوارٹ ۱۵۶۱
اپنے شوہر کے انتقال اور فرانس میں بیگانہ ہوجانے کے باعث لیتھ میں آکر اُتری۔ وہ بالکل لڑکی تھی اور اس کی عمر اس وقت صرف اُنیس برس کی تھی مگر وہ دماغی قابلیت میں کسی طرح الزبتھ سے کم نہ تھی اور جوش طبیعت، حسن و انداز، اور شانداری میں الزبتھ سے بہت بڑھی ہوئی تھی۔ وہ فرانس سے "نشأۃ جدیدہ" کی مسرت آگین نفاست و نزاکت اپنے ساتھ لائی تھی۔ اس سے یہ ممکن تھا کہ دن بھر بستر پر پڑی رہے اور صرف رات کو ناچنے اور گانے کے لئے اٹھے۔ مگر اسکا جسم لوہے کا سا سخت تھا اور وہ تھکنا جانتی ہی نہ تھی وہ اپنی آخری شکست کے بعد اُنیس میل یک لخت گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتی ہوئی چلی گئی۔ صرف گھوڑا بدلنے کے لئے رُکتی تھی۔ اُسے خطرات و مبادرات میں پڑنے اور ہتیار چلانے سے خاص رغبت تھی۔ جب وہ شمال کی ایک یورش میں جارہی تھی تو اس کے قریب کے پُرہیبت شمشیر بازوں نے اسے یہ کہتے سُنا کہ "کاش میں مرد ہوتی تو مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تمام رات میدانوں میں پڑا رہنا اور گلاسگو کی بنی ہوئی

چھاگل اور ایک چوڑی تلوار لیکر راستہ طے کرنا کیا ہوتا ہے"
لیکن کمرے میں جاکر وہ الیزبیتھ ہی کی سی پُرسکون اور سخت
مدبر بن جاتی تھی۔ اس کے تجویزات بھی ویسے ہی عاقلانہ
ہوتے تھے مگر وسعت و عظمت میں وہ الیزبیتھ کی تجویزوں سے
بڑھے ہوئے ہوتے تھے۔ ایک انگریزی سفیر نے لکھا تھا کہ
"فرانس کے اعلیٰ ترین و بہترین کار آزمودہ لوگوں کے دماغ میں
جو تدبیر ورائے آسکتی ہے اور جس قدر چالاکی، دروغگوئی، مکاری،
ایک عیار باشندۂ اسکاٹلینڈ کے دماغ میں پائی جاسکتی ہے
وہ سب اس ایک عورت کے حافظے میں ہر وقت موجود رہتی ہے
اور نہ موجود ہو تو وہ ایک چشم زدن میں اسکو پیدا کرسکتی
ہے"۔ اس کا حُسن اس کے دلپذیر انداز و اطوار، اسکی فیاضانہ
طبیعت، اس کا جوش محبت، اس کی صاف گوئی، اس کی
زود حسی، اس کی طرحداری، اس کی عورتوں کی سی اشکباری،
اس کی مردوں کی سی ہمت و جرأت، اس کی طبیعت کی روانی
و آزادی، زندگی کے نازک موقعوں پر اس کی شعر خوانی، یہ وہ
خوبیاں تھیں جن سے دوست و دشمن دونوں پر ایک سحر کا
عالم طاری ہوجاتا تھا۔ اس کی یہ خوبیاں عمر کے ساتھ اور
بڑھتی جاتی تھیں نولیز اپنے زمانے کا زاہد خشک پیوریٹن
تھا، اس نے جب زمانۂ قید میں اسے دیکھا تو اس نے بھی
اس کے ایک بلند مرتبہ عورت ہونے کا اقرار کیا وہ لکھتا ہے
کہ وہ اپنے شاہی منصب کے سوا اور کسی رسمی عزت کی خواہاں

نہیں معلوم ہوتی۔ اس کی طبیعت پر گوئی، اظہار جرأت، خوش مزاجی، اور کثرت اختلاط کی طرف مائل ہے۔ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی وہ بہت ہی خواہش ظاہر کرتی ہے۔ فتح کی امید سے وہ ہر ایک خطرے میں پڑنے کے لئے تیار معلوم ہوتی ہے وہ پر صعوبت و پر جرائت کارناموں کے سننے کی بہت مشتاق رہتی ہے اور اپنے ملک کے مسلم دلیروں کی نام بنام تعریف کرتی ہے خواہ وہ اس کے دشمن ہی کیوں نہ ہوں اور پست ہمتی اگر اس کے دوستوں میں بھی ہو تو اسے پوشیدہ نہیں کرتی ،، اس وقت تک لوگ اس سخت تعصب اور زبردست جذبے سے واقف نہیں ہوئے تھے جو میری کے اس دلنواز زمانہ انداز کے اندر پوشیدہ تھا مگر ان لوگوں نے اس کی سیاسی قابلیت کو فوراً تسلیم کرلیا تھا۔ اپنے شوہر کے انتقال کی وجہ سے اسے جو نئی قوت حاصل ہوگئی تھی اس سے اس نے بہت زور کے ساتھ کام لیا۔ اس کے معاملے میں اسکاٹلینڈ اور نیز انگلستان میں فرانسیسی مداخلت کے رشک و حسد کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی تھی۔ میری اس منصوبہ کو پختہ کرکے لیتھ میں اتری کہ وہ الزبتھ اور اسکاٹلینڈ کے پروٹسٹنٹوں کے اتفاق باہمی کو توڑ دیگی، اپنے تمام ملک کو خود اپنے ساتھ متفق کرلے گی اور اس طرح انگلستان کے کیتھولکوں سے سازش کرنے کی ایک مستحکم بنا قائم ہوجائے گی۔ اس کے آجانے کا اثر نہایت حیرت انگیز ہوا، اس کی شخصی دلنوازی نے قومی وفاداری میں پھر

جان ڈال دی اور تمام اسکاٹلینڈ اس کے قدموں پر گر پڑا۔ صرف ایک ناکس پر اس کا جادو نہیں چلا (یہ شخص طریقہ کالونی کے واعظین میں سب سے بلند مرتبہ اور بہت ہی سخت طبیعت کا آدمی تھا) مگر اسکاٹلینڈ کے ورشت خو امرا تک اس امر کا اعتراف کرتے تھے کہ "میری میں کوئی ایسا جادو ہے کہ ہر شخص اس سے مسحور ہو جاتا ہے"، مذہبی رواداری کے وعدے سے اس کی تمام رعایا اس دعوے کی تائید میں متفق ہوگئی کہ وہ الیزبیتھ کی جانشین نامزد کی جائے۔ لیکن عقد کے معاملے کی طرح جانشینی کا معاملہ بھی الیزبیتھ کے لئے زندگی و موت کا معاملہ تھا۔ وہ کسی کیتھولک سے عقد کرتی یا کسی پروٹسٹنٹ سے، دونوں صورتوں میں اس کے توازن و اتحاد قومی کے نظام کا خاتمہ ہوجاتا۔ جس فریق کو وہ ناامید کرتی وہ بغاوت پر اُٹھ کھڑا ہوتا اور دوسرا فریق فاتحانہ انداز سے اقتدار مطلق پیدا کرلینے کا ساعی ہوتا۔ اسپین کے ایک سفیر نے (جس زمانہ میں کہ وہ الیزبیتھ پر یہ زور دے رہا تھا کہ آسٹریا کے کسی شہزادے سے عقد کرلے) یہ لکھا تھا کہ "اگر کوئی کیتھولک شہزادہ یہاں آوے گا تو اس کا پہلے ہی بار کیتھولک عبادت میں شریک ہونا، بغاوت کا اعلان سمجھا جائے گا"۔ یہی حال مسئلہ جانشینی کا تھا۔ اگر خاندان سفک سے کوئی پروٹسٹنٹ جانشین نامزد کیا جاتا تو ایک ایک کیتھولک بغاوت پر آمادہ ہوجاتا۔ اگر میری کو جانشین قرار دیا جاتا تو پروٹسٹنٹ ناامید ہوکر غدر کردیتے اور

ہر ایک ایسے مذہبی مجنون کو جو کسی کیتھولک حکمراں کے لئے راستہ صاف کرنا چاہتا الیزبیتھ کو قتل کردینے کا موقع مل جاتا ملکہ نے میری کو لکھا تھا کہ "میں اتنی بیوقوف نہیں ہوں کہ اس طرح اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لوں۔"

ٹسٹ ایکٹ (قانون اختبار)

مگر الیزبیتھ پر دباؤ سخت پڑ رہا تھا اور فرانس میں فرقہ کیتھولک کو غلبہ حاصل ہوجانے سے اس دباؤ کے اور سخت ہوجانے کا اندیشہ تھا یہی باعث تھا کہ ہیوگیناٹ جب خاندان گیز کی قوت سے مغلوب ہوے جارہے تھے اس وقت الیزبیتھ نے ان کی فریاد کو گوشِ قبول سے سُنا۔ جنگ سے اسے کیسی ہی نفرت کیوں نہو مگر اپنی حفاظتِ ذاتی کے خیال نے اسے اس عظیم کشمکش میں پڑنے پر مجبور کردیا اور فلپ کی دھمکیوں کے باوجود کانڈے کے تابع پروٹسٹنٹوں سے اس نے روپئے اور چھ ہزار آدمیوں کا وعدہ کرلیا مگر مقام ڈرو میں ہیوگیناٹ کی فوج کو مہلک شکست ہوجانے سے خاندان گیز فرانس پر چھا گیا اور خطرہ انگلستان کے دروازے تک پہنچ گیا۔ انگلستان کے کیتھولکوں کی امیدیں بہت بلند ہوگئیں۔ پوپ نے اگرچہ معزولی کے فرمان صادر کرنے میں تاخیر کی مگر ایک حکم کے ذریعہ سے عبادت میں شرکتِ عام کو تفرقہ اندازی قرار دیا اور کیتھولکوں کو گرجوں میں جانے سے منع کردیا۔ اس حکم کے شائع ہونے سے عبادت کا وہ اتفاق ختم ہوگیا جسے الیزبیتھ قائم کرنا چاہتی تھی۔ زیادہ پُرجوش کیتھولک گرجا سے الگ ہو گئے۔ عدول حکمی ۱۵۶۲

کے جرم میں ان پر سخت جرمانے کئے گئے اور جب ان کی تعداد بڑھی تو یہ جرمانہ خزانہ کے لئے ایک اچھی آمدنی کا ذریعہ ہوگیا مگر ان کی اس علیحدگی سے اخلاق کو جو نقصان پہنچا اس کی تلافی مال سے نہیں ہوسکتی تھی۔ اسی وقت سے اس کشمکش کی ابتدا ہوئی جسے الیزبتھ نے تین برس تک ٹالا تھا۔ کیتھولکوں کے اس مذہبی جنون کا جواب پروٹسٹنٹوں نے بھی جنون سے دیا۔ ڈریو کی خبر سے تمام ملک میں ایک اضطراب پیدا ہوگیا۔ پارلیمنٹ نے سخت قوانین جاری کرکے اپنے خوف کا اظہار کیا، ملکہ کے وزیر سر فرینسس نولیز نے کہا کہ "باتیں بہت ہوچکیں، اب تلوار نکالنے کا وقت ہے"۔ ٹسٹ ایکٹ (قانون اختبار) سے تلوار کا کام لیا گیا۔ جن تعزیری قوانین نے دوسو برس تک انگلستان کے کیتھولکوں کو پریشان رکھا اس سلسلے میں یہ پہلا قانون تھا اس قانون کی رو سے باستثنائے امرا تمام دینی و دنیوی عہدہ داروں سے ملکہ کی وفاداری اور دنیاوی معاملات میں پوپ کے عدم اقتدار کا حلف لیا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے تمام اختیارات یا تو پروٹسٹنٹوں کے ہاتھ میں آگئے یا ایسے کیتھولکوں کے پاس رہے جو پوپ کے علی الرغم الیزبتھ کے اولاد جائز ہونے اور اس کی مذہبی ریاست کو تسلیم کرتے تھے۔ یہ احتیاط ضرور کی گئی کہ عام لوگوں پر اس قانون کا اثر نہ پڑے مگر پادریوں پر بہت سختی کے ساتھ دباؤ ڈالا گیا۔ دیہات کے بہت سے پادری ایسے تھے کہ انہوں نے کتاب ادعیہ

کو قبول کرلیا تھا مگر "قانون اتفاق" کا حلف نہیں اُٹھایا تھا۔ اس وقت تک الیزبیتھ نے یہ دانشمندی کی تھی کہ سختی کے ساتھ ان کی رائے دریافت کرنے سے احتراز کرتی رہی تھی مگر اب اس کے حکم سے بصدارت مقتدائے اعظم ایک کمیشن مقرر ہوا کہ وہ پوری طرح اس قانون کو جاری کرے اور اس کے ساتھ ہی اڈورڈ کے وقت کے مرتب کئے ہوئے انتالیس ارکان مذہب کو اعتقاد کا معیار ٹھہرا کر ان کے قبول کرنے کا پادریوں سے مطالبہ کیا گیا۔

ڈارنلے کے ساتھ میری کا عقد

الیزبیتھ اگر اپنی پیش بینی سے یہ سمجھ لیتی کہ جس خطرے سے وہ ڈر رہی تھی وہ اس طرح یکایک گزر جائے گا تو ممکن تھا وہ اپنے رفق و مدارات کی قدیم روش پر قائم رہتی مگر اس نے حسب عادت اس نازک موقع پر بھی بخت و اتفاق پر بھروسہ کیا۔ ڈیوک گیز کے قتل سے اس کا گروہ منتشر ہوگیا فرانسیسی دربار میں اعتدال و توازن کی روش اختیار کی گئی کیتھرین ڈمیڈیسس، کو غلبہ حاصل ہوگیا تھا اور وہ برابر یہی چاہتی تھی کہ صلح قائم رہے۔ ایک خاص ذلت کی وجہ سے ملکہ کی اقبالمندی میں فرق آگیا۔ اس نے اس شرط سے ہیوگوناٹ کی مدد کی تھی کہ اس مدد کے عوض میں ہاور اس کے حوالہ کردیا جائے گا لیکن فرانس کے فریقوں میں دوبارہ اتفاق پیدا ہوجانے سے ہاور پھر اس کے ہاتھ سے نکال لیا گیا۔ دوسرے سال موسم بہار میں فرانس کے ساتھ صلح قائم ہوجانے سے اسے ایک برس کیلئے

ترددات سے امن مِل گیا اور میری کو اپنی اس تجویز میں سخت وقت پیش آگئی کہ وہ اپنے رقیب پر فرانس اور اسکاٹلینڈ دونوں کا دباؤ ساتھ ہی ڈال سکے۔ اس ناکامی نے میری کو ایک زیادہ پُرخطر تجویز اختیار کرنے پر آمادہ کردیا۔ اپنی رعایا کی عام تائید حاصل کرنے کی ضرورت نے اسے مجبور کردیا تھا کہ بناوٹ کے طور پر مذہب سے بے پروائی کا اظہار کرے مگر اب وہ اس تصنع سے اُکتا گئی تھی۔ اس نے اب یہ عزم کرلیا کہ انگلستان کے کیتھولکوں سے مذہب کی بنا پر اپنی امداد کی درخواست کرے۔ سلسلہ نسب کے اعتبار سے ملکہ اسکاٹلینڈ کے بعد ہنری اسٹوارٹ (لارڈ ڈارنلے) کا درجہ تھا۔ وہ کاؤنٹس لیناکس کا بیٹا تھا اور جس طرح مارگیرٹ ٹیوڈر کے پہلے شوہر جیمز چہارم سے ملکہ اس کی پوتی تھی اسی طرح اس کے دوسرے شوہر ارل انگس سے ہنری اس کا نواسا تھا۔ خاندانِ لیناکس نے اگرچہ انگلستان کے نئے طریق عبادت سے اتفاق کرلیا تھا مگر یہ معلوم تھا کہ ان کی ہمدردی کیتھولکوں کے ساتھ ہے۔

کیتھولکوں کی امیدیں اس خاندان سے وابستہ تھیں میری نے اب یہ ارادہ کیا کہ ہنری سے عقد کرکے کیتھولکوں کی تمام طاقتوں کو متحد کرلے۔ اس تعلق سے ہر طرف یہ سمجھا جانے لگا کہ یہ پروٹسٹنٹ کے خلاف اعلان جنگ ہے۔ میری کی رواداری اور فرانس سے اس کے امید رکھنے کی وجہ سے فلپ بھی ابتک اسے شک کی نظر سے دیکھتا تھا مگر اب وہ آہستہ آہستہ

اس کی جانبداری کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے یہ اعتراف کیا کہ "اب بھی ایک دروازہ رہ گیا ہے جس سے مذہب انگلستان میں دوبارہ داخل ہوسکتا ہے ورنہ باقی تمام دروازے بند ہو گئے ہیں" الیزبیتھ نے تہدید جنگ اور میری کو گرفتار کرلینے اور ڈارنلے کو سرحد پار بھگا دینے کی خفیہ سازشوں کے ذریعے سے اس عقد کو روکنا چاہا مگر اس کا کچھ اثر نہ پڑا۔ امرائے اجتماع یکایک چونک پڑے اور ملکہ پر انہیں جو اعتماد تھا وہ جاتا رہا ملکہ کے برادر علاتی لارڈ جیمز اسٹوارٹ (یعنی ارل مرے) نے اپنے پروٹسٹنٹ رفقا کو جمع کیا مگر ابھی انکی بغاوت کا اعلان ہوا ہی تھا کہ میری کمر میں قرابین لگائے ہوئے خود ان کے مقابلے پر روانہ ہوگئی اور ان کے سرگروہ کو بے یار و مددگار سرحد پار بھگا دیا۔ ایک افواہ یہ شائع ہوئی کہ اس نے اسپین و فرانس سے اتحاد کرلیا ہے، اور فرانس میں گائس کا اثر بھی قوی ہوگیا ہے الیزبیتھ نے اس موقع پر ذلیل ترین ریاکاری اختیار کی۔ ادھر میری کو اپنے حاملہ ہوجانے کے باعث اور بھی قوت حاصل ہوگئی اور اس نے فلپ کے احتیاط و تاخیر کے مشورے کو پس پشت ڈالدیا۔ میری نے پوپ کو لکھا کہ "خدا اور حضور اقدس کی مدد سے میں اس دیوار کو پھاند جاؤں گی"۔ رتسیو ایک اطالوی تھا اور اسی نے اس عقد کی صلاح دی تھی وہ بدستور میری کا مشیر بنا ہوا تھا۔ اس کا دلیرانہ مشورہ عین میری کی طبیعت کے

موافق تھا۔ اس نے تخت انگلستان پر اپنی جانشینی کے تسلیم کئے جانے کا مطالبہ کیا اور یہ عزم کرلیا کہ آئندہ پارلیمنٹ میں وہ مذہب کیتھولک کو اسکاٹلینڈ میں رائج کردے گی اور مرے اور اس کے ساتھیوں کو ملک سے خارج کردے گی۔ شمال انگلستان کے کیتھولک اس امر پر آمادہ تھے کہ جس وقت وہ انہیں مدد دے گی اسی وقت وہ بغاوت کردیں گے۔ الیزبیتھ کو کبھی ایسے خطرے سے سابقہ نہیں پڑا تھا مگر وہ اب بھی "بخت و اتفاق" پر اعتماد کئے ہوئے تھی۔ میری نے ڈارنلے سے عقد کرنے پر سب کچھ داؤ پر لگا دیا تھا مگر چند ہی مہینے گزرے تھے کہ لوگوں نے دیکھ لیا کہ اسے بادشاہ سے نفرت ہے" یہ لڑکا ایک عیاش طبع اور گستاخ شوہر ثابت ہوا اور جب میری نے اس کے دعوائے تاج کو حقارت کے ساتھ مسترد کردیا تو اس انکار کو اس نے رسیو کے مشورے کی طرف منسوب کیا اور اُس کا حسد دیوانگی کی حد کو پہنچ گیا۔ عین اس وقت کہ ملکہ نے سفیر انگلستان کو خارج کرکے اپنی چھپی ہوئی تدبیروں پر سے پردہ اُٹھادیا تھا۔ یہ نو جوان بادشاہ اپنے خاندان ڈگلس کے رشتہ داروں کو ساتھ لئے ہوئے اس کے کمرے میں گھس گیا اور رسیو کو اسکے سامنے سے کھینچ کر لے گیا اور دوسرے کمرے میں نہایت بیرحمی سے ایک ہی خنجر میں اُس کا کام تمام کیا۔ میری کی طبیعت کے تاریک پہلو نے اب ترقی کرنا شروع کیا ڈارنلے سے انتقام لینے کے لئے ملکہ کا جوش بہت بڑھا ہوا تھا مگر سیاسی اغراض

کی کامیابی کے لئے اسے ڈرانلے کی ضرورت تھی - اس نے اپنی نفرت کو ظاہری محبت کے نقاب میں چھپایا اور آخر اس بدنصیب لڑکے کو اسکے دوسرے شرکا سے الگ کرکے اسی کی مدد سے ڈنبار کو بھاگنے میں کامیاب ہوگئی - ایک بار آزاد ہوکر ارل باتھول کے تحت میں آٹھ ہزار سپاہ کو لئے ہوئے وہ شان و شکوہ کے ساتھ اڈنبرا کی طرف بڑھی اور مارٹن، رتھوین لنڈزے سرحد پار بھاگ گئے میری نے دانشمندی یہ کی کہ ریاکارانہ طور پر پھر وہی مذہبی رواداری کا طریقہ اختیار کرلیا مگر اس سے انگلستان کے کیتھولکوں کے ساتھ اس کے ساز باز میں کوئی خلل نہیں آیا اور اس کا دربار شمالی صوبجات کے فراریوں سے بدستور بھرا رہا۔ الزبتھ نے ایکبار غصے میں آکر صاف طور پر یہ لکھدیا کہ" جیسے تمہارے الفاظ چرب و شیریں ہیں ویسے ہی تمہارے کام تلخ و زہریلے ہیں" لڑکا پیدا ہوجانے سے میری کی قوت اور دونی ہوگئی تھی - یہی لڑکا اسکاٹلینڈ کا جیمز ششم اور انگلستان کا جیمز اول ہوا میری کے سفیر نے انگلستان سے اسے لکھا تھا کہ" حضور کے ہوا خواہ اتنے بڑھ گئے ہیں کہ بہت سے پورے ضلع کے ضلع بغاوت کے لئے تیار ہیں اور امرا کی رائے سے انکے سردار بھی نامزد ہوچکے ہیں" اس نازک موقع پر انگلستان میں جو پارلیمنٹ جمع ہوئی اس کے اضطراب سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ خطرہ اہمیت سے خالی نہیں تھا پارلیمنٹ کے ۱۵۶۶

دونوں ایوانوں کو اس اندیشہ کے رفع کرنے کے لئے بس یہی ایک صورت نظر آئی کہ انہوں نے ملکہ سے یہ التجا کی کہ وہ عقد کرلے اور جانشینی کے مسئلہ کو طے کردے۔ اوپر بیان ہوچکا ہے کہ یہ تجویز خود ان خطرات سے بڑھی ہوئی تھی جنہیں وہ ٹالنا چاہتی تھی مگر اس کی مخالفت کرنے میں الیزبتھ کا کوئی شریک نہیں تھا، وہی تنہا اس رائے پر قائم تھی۔ جانشینی کے طے کرنے کے یہی معنی تھے کہ فوراً تلواریں کھنچ جائیں۔ اس لئے اس معاملے میں ملکہ اپنی رائے پر مستقل رہی البتہ بہت ہی غصہ میں اس نے وعدہ تو کرلیا کہ وہ شادی کرلے گی مگر اس میں شک نہیں کہ اس کا عزم مصمم یہی تھا کہ مثل سابق اسے پھر لیت ولعل میں ڈال دے گی۔ جانشینی کے معاملہ میں اس نے دارالعوام کو بحث سے روک دیا۔ اس سے کچھ ناچاقی پیدا ہوگئی اور الیزبتھ پر اس کا سخت اثر پڑا۔ اس ناچاقی کی تفصیل بعد کو بیان ہوگی، اس وقت صرف یہ کہنا مقصود ہے کہ اس ناچاقی کے رفع ہوجانے کے بعد اس نے نہایت گرمجوشی کے ساتھ مصالحت کے طور پر ارکان دارالعوام سے کہا کہ خود ملک کے خفیہ دشمنوں نے یہ چاہا کہ میں دارالعوام سے بغض رکھکر ملک کو وہ نقصان پہنچاؤں جو غیر ملکی دشمنوں سے بھی نہ پہنچ سکے۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جانشینی کے معاملہ میں مجھے تمہاری طمانیت کی کچھ پروا نہیں ہے حالانکہ

میں ہمہ تن اسی فکر میں ہوں یا یہ کہ میں تمہاری آزادی کو مٹانا چاہتی تھی۔ ہرگز ہرگز یہ میرا منشا نہیں تھا میں صرف یہ چاہتی تھی کہ تمہیں خندق میں گرنے سے پہلے بچا لوں"۔ لیکن اپنی اس روش کی صحیح وجہ بیان کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا پارلیمنٹ کے برطرف ہوتے ہی اسے قومی بد اطمینانی سے سابقہ پڑا اور بیرونِ ملک کے بڑھتے ہوئے خطرات سے اس میں اور اضافہ ہوگیا۔

ڈرانلے کا قتل

جو گھٹائیں مدت سے چھا رہی تھیں ان میں ایک خوفناک واقعہ سے یکایک ایک چمک پیدا ہوگئی میری نے اپنی حکمت عملی کے ترقی دینے اور ڈرانلے کے شرکائے کار کو تباہ کرنے کے لئے اسی کو ایک آلہ بنایا تھا اور جب سے ڈارنلے نے رسیو کو قتل کیا۔ میری کو اس سے نفرت ہوگئی تھی اور وہ اس سے کنارہ کش رہنے لگی تھی وقتاً فوقتاً اس کی زبان سے ایسے الفاظ نکل جاتے تھے جس سے اس کے دل کی بُرائی کا پتہ چلتا تھا۔ ایک بار اس کے منہ سے نکل گیا کہ "جب تک اسے کسی نہ کسی طرح اس شخص سے آزادی نہ مل جائے گی، اسے زندگی کا کوئی لطف نہیں حاصل ہوسکتا"۔ ارل باتھول کی طرف اس کی طبیعت کے مائل ہوجانے سے اس خیال انتقام میں اور بھی قوت پیدا ہوگئی ارل باتھول امرائے سرحد میں نہایت دلیر و بیباک شخص تھا اس کی مباورت پسند طبیعت ملکہ سے

عقد کرلینے کے لئے کسی مشکل کو خاطر میں نہیں لاتی تھی
اپنی بیوی کو وہ طلاق دے سکتا تھا، ڈارنلے نے جن امرا
کو چھوڑ دیا اور انکا بھید کھولدیا تھا وہ ابتک اس کے سخت
دشمن تھے، ان سے سازش کرکے ڈارنلے کا خاتمہ کیا جاسکتا
تھا۔ جلا وطن امرا واپس بلا لئے گئے تھے اور ان میں اندر ہی اندر
کچھ سرگوشیاں ہورہی تھیں۔ کچھ دنوں بعد جو ہولناک واقعہ پیش
آیا اس کی اصلیت پر ابتک شک و شبہ کی نقاب پڑی
ہوئی ہے اور شاید یہ راز کبھی ظاہر نہ ہو مگر ملکہ کا انداز دفعتہً
بدل گیا تھا۔ نفرت کے بجائے وہ ڈارنلے سے یکایک محبت
کا اظہار کرنے لگی تھی ڈارنلے اپنی بدکاریوں اور پریشانیوں
کی وجہ سے بیمار ہوگیا تھا، ملکہ اسی حال میں اس سے جاکر
ملی اور اسے اپنے ساتھ اڈنبرا چلنے پر راضی کرلیا وہاں وہ
ملکہ کے حکم سے ایک خراب سنسان مکان میں ٹھہرایا گیا
ملکہ اس مکان میں اس سے ملنے گئی اور رخصت ہوتے
وقت اسے بوسہ دیا، وہاں سے وہ نکل کر خوش ہولی روڈ
میں ایک شادی کے جلسہ میں چلی گئی آدھی رات گزرنے
۱۵۶۷ سے دو گھنٹے بعد ایک ہولناک دھماکے نے سارے شہر کو ہلادیا
لوگ اپنے گھروں سے نکل پڑے اور دیکھا کہ کرک او فیلڈ
کا مکان تباہ ہوگیا ہے اور ڈرانلے کی لاش اسی خرابے میں
پڑی ہوئی ہے۔ اس میں مطلق شک نہیں کہ یہ کام باتھول
کا تھا بہت جلد یہ معلوم ہوگیا کہ اسی کے نوکر نے بادشاہ کی

خوابگاہ کے نیچے بارود بچھائی تھی اور ارل اس کام کے ختم ہونے تک دیوار کے باہر سے دیکھتا رہا تھا۔ مگر باوجودیکہ اسقدر شک کی گنجائش تھی اور لارڈ لینا کس نے باتھول پر باقاعدہ قتل کا الزام بھی لگا دیا تھا پھر بھی اس جرم کی تحقیقات کی پوری طرح کوشش نہیں کی گئی اور جب یہ افواہ پھیلی کہ میری اسی قاتل سے عقد کرنا چاہتی ہے تو اس کے دوست تک ناامید ہوکر اس سے الگ ہو گئے اس کے انگلستان کے وکیل نے اسے لکھا کہ ''اگر وہ اس شخص سے عقد کرے گی، تو وہ خدا کی رحمت، اپنی شہرت اور انگلستان، آئرلینڈ اور اسکاٹلینڈ کے لوگوں کی دلی محبت سے محروم ہوجائے گی'' مگر بہت جلد ملک کے تمام قلعے باتھول کے سپرد کر دیئے گئے۔ اس کے بعد اس پہ مقدمہ قائم کیا گیا اور وہ بری کردیا گیا فی الحقیقت اس کے ماتحتوں کے جتھے نے اس مقدمہ اور اس کی تمام کارروائی کو ایک مذاق بنا دیا تھا۔ اس کے بعد اس کی طرف سے بیباکانہ طور پر اپنی بیوی کو طلاق دیدینے کا مسئلہ پیش ہوا اور یہ آخری رکاوٹ بھی رفع کردی گئی لنلتھگو کو جاتے ہوئے ملکہ پکڑلی گئی اور باتھول سے اس کا عقد ہوگیا۔ ایک مہینہ بعد ان سب باتوں کا خاتمہ ہوگیا۔ جس شخص کے ہاتھوں سے ابھی اس کے شوہر کا خون بھی خشک نہ ہوا ہو اس کے ساتھ عقد کرلینے سے ایک وحشت پیدا ہوگئی اور تمام قوم نے بغاوت کردی۔ ملک کے پروٹسٹنٹ دکیتھولک دونوں عقائد کے

امرا مسلح ہوکر اسٹرلنگ میں جمع ہوئے۔ ان کا اڈنبرا میں داخل ہونا تھا کہ شہر میں بھی شورش برپا ہوگئی میری اور ارل ایک کافی جمعیت لیکر امرا کے مقابلہ کے لئے سیٹن کو بڑھے مگر اہل فوج نے لڑنے سے انکار کردیا۔ باتھول نے تو اپنے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور ہمیشہ کے لئے جلا وطن ہوگیا اور ملکہ ایک مجنونانہ مایوسی کی حالت میں اڈنبرا کو واپس لائی گئی۔ لوگ اس پر لعنت کرتے تھے اور وہ بھی اس کا ویسا ہی سخت جواب دیتی جاتی تھی۔ اڈنبرا سے ایک قیدی کے طور پر وہ لاخ لیون کو بھیجدی گئی۔ اسے قتل کی دھمکی سے مجبور کیا گیا کہ اپنے لڑکے کو تاج پہنا کر خود دستکش ہوجائے اور اپنے بھائی ارل مرے کو (جو فرانس سے واپس آرہا تھا) ولی مقرر کردے۔ ماہ جولائی میں جیمز ششم کے نام
۱۵۶۷ سے اس بچے کی تاجپوشی عمل میں آئی۔

میری، انگلستان اس وقت تو بچ گیا مگر میری کی یہ بربادی
انگلستان ایک لمحہ بھی وقت سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ پروٹسٹنٹ
میں۔ اور کیتھولک فرقوں کے درمیان فرانس میں جو کشمکش شروع ہوگئی تھی وہ آہستہ آہستہ ایک عام کشمکش کی صورت میں تمام یورپ میں پھیلتی جاتی تھی۔ کیتھرین (میدیچی) کی متوازن حکمت عملی نے چار برس تک کیتھولک اور ہیوگناٹ دونوں کو صلح پر مجبور کیا مگر فلینڈرز میں نئے مشکلات کے پیدا ہوجانے سے کانڈے اور خاندان گیز کے لوگوں نے پھر

ہتیار سنبھالے اور ہر فریق ان مشکلات سے اپنے مفید مطلب اغراض حاصل کرنے میں کوشاں ہوگیا۔ فلینڈرز کے پروٹسٹنٹ پر ایک مدت سے ظلم و ستم ہور ہے تھے، اور فلپ (شاہ اسپین) نے ان کی آئینی آزادی کو بے باکانہ درہم برہم کردیا تھا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آخرالامر اہل فلینڈرز نے بغاوت کردی فلپ خود ایک مدت سے اپنی سلطنت کے اس حصّے کی بے دینی و ارتداد پر ایک کاری ضرب لگانے کا موقع تاک رہا تھا۔اس بغاوت سے اسے یہ موقع ہاتھ آگیا۔ جس وقت میری، لاخ لیون میں داخل ہوئی ہے اسی وقت ڈیوک الوا دس ہزار سپاہ لیکر فلینڈرز کی طرف روانہ ہورہا تھا۔ اس نے باغی فوجوں پر نہایت آسانی کے ساتھ فتح حاصل کرلی اور اس کے بعد اس نے وہ ہولناک ظلم و خونریزی شروع کی جس نے اسے تاریخ میں اس قدر بدنام کردیا ہے الیزبتھ کے لئے ڈیوک الوا کے فلینڈرز میں آنے سے زیادہ کوئی امر پریشان کرنے والا
۱۵۶۷ نہیں ہوسکتا تھا۔وہاں کے ارتداد کی بیخ کنی اس امر کی تمہید تھی کہ اسکے بعد وہ فرانس کے ارتداد کی بیخ کنی کے لئے گیز کے ساتھ ہوجائیگا اس آئندہ خطرے کا خیال نہ بھی کیا جائے تو بھی مذہب کیتھولک کی یہ فتح اور ایک کیتھولک فوج کا ایسے ملک میں موجود ہونا جو انگلستان سے اسقدر قریبی تعلق رکھتا ہو بجائے خود اس امر کے لئے کافی تھا کہ الیزبتھ کی حکومت کے خلاف کیتھولک کی بغاوت کا خواب فوراً تازہ ہوجائے اس کے ساتھ الوا کے قتل عام کی خبروں سے اس کی

رعایا انگلستان کے ہر ایک پروٹسٹنٹ کے دل میں جوشِ انتقام اس شدت سے بھڑک اٹھا تھا کہ اسکا روکنا مشکل ہوگیا تھا۔ بایں ہمہ الوا کے خلاف جنگ جاری کردینا غیر ممکن تھا۔ کیونکہ انیٹورپ انگریزی تجارت کی بہت بڑی منڈی تھی اور جنگ کی وجہ سے فلینڈرز سے تجارت کے بند ہوجانے کے باعث لندن کے نصف تاجر بیکار ہوجاتے الیزبتھ کی حیرانی یوماً فیوماً بڑھتی جارہی تھی کہ اس اثنا میں میری لاخ لیون سے بھاگ نکلی لینگ سائڈ میں مرے کی مستعدی سے اسکے موئید کیتھولک امرا کی شورش فوراً پامال کردی گئی اور خود اسے بھی شکست ہوگئی۔ اس نے اب اسکاٹلینڈ سے تمام امیدیں ترک کردیں اور پرواز خیال کی تیزی کی طرح اپنے ارادوں کو بدل کر وہ ایک ہلکی کشتی میں سالوے کے پار اتر گئی اور شام ہونے سے پہلے ہی قلعہ کارلائل میں پہنچکر محفوظ ہوگئی۔ الوا کا فلینڈرز میں موجود ہونا اس درجہ پر خطر نہیں تھا جس قدر میری کا کارلائل میں موجود ہونا۔ اسے انگلستان میں رکھنا بغاوت کا مرکز تیار کردینا تھا۔ میری نے خود یہ دھمکی دی تھی کہ "اگر وہ اسے قید رکھیں گے تو انہیں بڑی مشکلوں کا سامنا ہوگا"۔ اس نے صاف طور پر یہ درخواست کی کہ انگریزی مدد سے اسکا تخت اسے واپس دلایا جائے یا اسے فرانس جانے کا راستہ دیدیا جائے۔ اس آخری درخواست کے منظور کرنے کے یہ معنی تھے کہ الیزبتھ کے خلاف گیز کے ہاتھ میں ایک خطرناک آلہ آجائے اور اسکاٹلینڈ میں فرانس کی مداخلت کا نیا سامان پیدا ہوجائے میری کے کھوئے ہوئے تخت پر اسے بزور متمکن کرنا غیر ممکن تھا جبتک میری جرم سے بری نہ ہوجائے مرے اسکی واپسی کے متعلق کچھ سننا ہی نہیں چاہتا تھا اور میری کو اس قسم کی جوابدہی سے انکار تھا۔ لیکن الیزبتھ اسکے

انگلستان سے نکل جانے کے لئے اسقدر بیتاب تھی کہ جب ہیری نے جوابدہی سے بالکل انکار کردیا تو وہ اسے دوبارہ تخت نشین کرنیکے لئے نئی نئی تجویزیں سوچنے لگی۔ اسنے مرے پر یہ زور دیا کہ وہ سخت الزامات کو دبادے اور میری سے یہ اصرار کیا کہ اپنے واپسی کے معاوضے کے طور پر شاہی اختیارات عملاً مرے کے ہاتھ میں رہنے دے۔ لیکن دونوں میں سے کوئی بھی ان شرائط پر رضامند نہیں ہوتا تھا جو دونوں کو الیزبتھ کی خود غرضی پر نثار کردینا چاہتے تھے ولی سلطنت کو یہ اصرار تھا کہ وہ ملکہ پر قتل وزنا کا الزام لگائے گا اور میری کو یہ ضد تھی کہ نہ وہ جواب دیگی اور نہ اپنے لڑکے کو تخت دیکر خود کنارہ کش ہوگی۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنی دور بینی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس کی اس دلیرانہ روش کی کامیابی محض تعویق سے بھی بڑھتی جائیگی اور ایسا ہی ہوا۔ اس کی مصیبتوں اور اس کے مستحکم انکار سے آہستہ آہستہ اس کے جرم کا دھبہ مٹتا جاتا تھا اور انگلستان کے کیتھولک پھر اسکی تائید پر آمادہ ہوتے جاتے تھے الزبتھ نے درحقیقت بھیڑیئے کے کان پکڑ لئے تھے اور اسکے ساتھ ہی الوا کی موجودگی سے ہالینڈ اور فرانس میں جیسا سخت جدال و قتال ہورہا تھا اس سے انگلستان کے دونوں فریقوں کی طبیعتیں مشتعل ہوتی جاتی تھیں۔

کیتھولک کی شورشیں

اہل ملک کی طرح اہل دربار میں بھی چھوٹے بڑے بالاعلان نہایت شدت کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابلہ پر تلے ہوئے تھے۔ پروٹسٹنٹ کے سرگروہ ہونے کے لحاظ سے سیسل کا مطالبہ یہ تھا کہ تمام یورپ کے پروٹسٹنٹ کلیسا سے عام اتحاد پیدا کرلیا جائے

ہالینڈ میں الوا کے خلاف جنگ جاری کردی جائے۔ اور میری کو بلا شرط اس کی رعایا کے حوالے کردیا جائے کہ وہ اسے جس سزا کی مستوجب سمجھیں وہ سزا اسے دیں برخلاف اس کے کیتھولکوں کا پُر زور مطالبہ تھا کہ سیسل کو برطرف کردیا جائے، مجلس شوریٰ سے پروٹسٹنٹ خارج کردئے جائیں، اسپین سے مستقل صلح کرلی جائے اور دبی زبان سے وہ یہ بھی کہتے تھے کہ میری کی جانشینی تسلیم کرلی جائے ڈیوک نارفک کی سرکردگی میں کنسرویٹو (محافظ) فریق کا کثیر حصہ ان کی پشت پناہی کر رہا تھا اور زیادہ دولتمند تاجر بھی انکی تائید میں تھے کیونکہ انہیں اندیشہ تھا کہ ہالینڈ سے جنگ ہونے کی صورت میں ان کی تجارت تباہ ہوجائے گی الیزبتھ کو مجبور ہوکر ہمیشہ کی طرح دفع الوقتی سے کام لینا پڑا اس نے سیسل کی مشورت کو نامنظور کردیا مگر وہ کانڈے کے پاس روپیہ اور ہتیار بھی بھیجتی رہی اور راستے میں الوا کے خزانے پر قبضہ کرلینے سے اسے وقت میں ڈالدیا بلکہ یہانتک کیا کہ عارضی طور پر سمندر کی دونوں طرف جہاز رانی بند کردی نارفک کے مشورت کو بھی نامنظور کیا مگر اعلان جنگ کے متعلق وہ کچھ سننا ہی نہیں چاہتی تھی، نہ وہ ملکہ اسکاٹلینڈ کے الزامات کے متعلق کوئی رائے دینا چاہتی تھی، نہ اس کے بجائے جیمز کی تخت نشینی کو تسلیم کرنا چاہتی تھی۔ انگلستان میں میری کی موجودگی کا اثر

اثر یہ ہوا کہ نارفک نے اسپین اور شمال کے امرا سے سازشیں
شروع کردیں، الیزبتھ نے فتنہ اُٹھتے دیکھکر فوراً ہی اسکا سخت تدارک
کیا میری اسٹوارٹ، لارڈ ہنٹنگڈن کے سپرد کردی گئی، ارنڈل،
پمبروک اور لملی گرفتار کرلئے گئے نارفک ٹاور میں بھیجدیا گیا۔
مگر فرانس میں ہیوگوناٹ کی تباہی اور اس خبر نے کہ "الیزبتھ
کی معزولی کا فرمان روما میں تیار ہوچکا ہے"، بڑے بڑے فرمان
کیتھولک امرا کو خلاف کارروائیوں کی طرف مائل اور خاندانہائے معزولی
نیول اور پرسی کو بغاوت پر آمادہ کردیا نارتھمبرلینڈ اور وسٹ مورلینڈ ۱۵۶۹
کے ارلوں کا ڈرہم میں داخل ہونا بغاوت کا اشارہ ہوگیا، قبل
اس کے یہ دونوں ارل اپنی فوجوں کو لیکر (جن کی تعداد بہت جلد
ہزاروں تک پہنچ گئی تھی) ڈانکیسٹر کی طرف بڑھیں، انگریزی
کی کتاب مقدس اور کتاب ادعیہ پھاڑکر پھینک دی گئی
اور ڈرہم کے بڑے گرجا میں پھر کیتھولک طریق پر عبادت
ہونے لگی۔ لوگ یہ شور مچاتے تھے کہ "مذہب کے تمام رسم و
رواج پھر قدیم طریق پر کردئے جائیں" اور ملکہ کے سپہ سالار
ارل سسکس نے جو شمال میں متعین تھا صاف طور پر اسے
لکھدیا تھا کہ "یہاں یارکشائر میں دس روادار اشخاص بھی ایسے
نہیں ہیں جو مذہب کے متعلق اس کی کارروائیوں کو پسند
کرتے ہوں"، مگر ارل سسکس جیسا صاف گو تھا ویسا ہی وفادار
بھی تھا، اس نے مضبوطی کے ساتھ یارک پر اپنا قبضہ
جمائے رکھا اور ملکہ نے بعجلت تمام میری کو کاونٹری کے

نئے قید خانے میں بھیجدیا یہ ابر جس تیزی و تندی سے اٹھا تھا اسی طرح چھنٹ بھی گیا۔ ملک میں عام طور پر کیتھولکوں کی طرف سے بغاوت کا کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا اور اس غیر متوقع بے حسی کو دیکھکر دونوں ارلوں کا تذبذب کی وجہ سے رکتا ہی تھا کہ انکی فوج میں اضطراب پھیل گیا اور وہ منتشر ہوگئی۔ نارتھمبرلینڈ اور وسٹمورلینڈ بھاگ گئے اور ان کے پیچھے پیچھے لیونارڈ ڈیکرس (نیوربھر) بھی نکل گیا اور اس غداری کی پاداش میں انکے بدنصیب ہمراہی قتل و غارت ہوے۔ اس بغاوت کے فرو کرنے میں جیسی ظالمانہ کارروائیاں اختیار کی گئیں وہ الیزبیتھ کے دور حکومت میں پہلی ہی کارروائی تھی مگر یہ کارروائی بیکار نہیں گئی اسکے مخالفین پر ہیبت طاری ہوگئی۔ کیتھولکوں کی اس عام بے حسی کی وجہ سے شمالی ارلوں کی امیدوں پر اوس پڑگئی تھی مگر روما نے الیزبیتھ کے اخراج از ملت و معزولی کا فرمان صادر کرکے کیتھولکوں میں مستعدی و آمادگی پیدا کرنے کی ہر طرح پر کوششیں کیں۔ یہ فرمان خفیہ طور پر ایک سال پیشتر ہی جاری ہوچکا تھا اور کسی نے اسکی لغویت کے ثبوت میں مذاقاً اسے اسقف لندن کے دروازے پر کیل سے جڑ دیا تھا۔ شمال کے کیتھولک بہت شدت کے ساتھ قومی عبادت سے الگ ہوگئے۔ ان علحدگی اختیار کرنے والوں کی تعداد ہر جگہ بڑھتی جارہی تھی۔ اور سازشیں ہمیشہ سے زیادہ زور کے ساتھ ہورہی تھیں۔ متولی سلطنت مرے قتل کرویا گیا اور اسکاٹلینڈ میری اور اسکے بیٹے کے طرفداروں کی جنگ میں مبتلا ہوگیا شکست خوردہ کیتھولک کو چھوڑ کر میری اب ڈیوک نارفک کی طرف متوجہ ہوئی۔ ڈیوک کنسرویٹو (محافظ) امرا کا سرگروہ۔ تھا نارفک نے

نارفک کی غداری

ملکہ کی مذہبی مصالحت سے اتفاق کرلیا تھا اور اپنے کو پروٹسٹنٹ ظاہر کرتا تھا لیکن وہ درپردہ کیتھولک فریق سے سازش کر رہا تھا اسے یہ توقع تھی کہ میری سے عقد کرنے کے بارے میں انگلستان کے امرا کو اپنا ہمخیال بنائیگا کیونکہ اس کے ضرورت کے متعلق یہ ظاہر کیا جاتا تھا کہ اس طرح میری فرانسیسیوں اور کیتھولکوں کی سازش سے نکلکر انگلستان کی ایک باوفا عورت بن جائے گی اور جانشینی کا عذاب جان مسئلہ طے ہو جائیگا۔ سال ماقبل میں اس کے اس خواب کا سیسل کو یہ کچھ پتہ چل گیا تھا اور اس نے کچھ دنوں کے لئے اسے ٹاور میں بھیجکر اس خیال کو نشو و نما کرنے سے روکدیا تھا مگر ٹاور سے نکلنے کے بعد نارفک نے پھر ملکہ سے مراسلت جاری کردی اور بالآخر فلپ سے یہ درخواست کی کہ وہ اس معاملہ میں اپنی فوج کے ذریعے سے مداخلت کرے۔ اس درخواست کے لکھنے والوں میں سب سے اول میری کا نام تھا اور نارفک کا نام بہت سے "قدیم خاندان" امراء کے ناموں کے نیچے تھا کیونکہ اپنے کو "قدیم خاندان" کہلانے والے امرا زیادہ مغرور تھے۔ اس درخواست کی اہمیت اس سے اور بھی بڑھ گئی کہ شمالی بغاوت کے فراری سرداروں کے پاس کیتھولک پناہ گزین یورپ میں جمع ہونے لگے۔ ان سازشوں کے اتنے کافی حالات معلوم ہو چکے تھے کہ اس اندیشے سے کہ مبادا پروٹسٹنٹ میں ایک تازہ جوش پیدا ہو جائے، پارلیمنٹ جمع ہوئی اور شمالی امیروں کے خلاف ضبطی کا ایک قانون نافذ کردیا گیا اور پوپ کے فرامین کے ملک میں لانے کو سخت غداری قرار دیا گیا میری پر جو غصہ سب کو آرہا تھا اس کا اظہار اس طرح ہوا کہ ایک قانون یہ منظور ہوا کہ ملکہ کی زندگی میں جو شخص بھی تاج کا دعویدار ہوگا وہ کبھی اس کا جانشین نہ ہو سکے گا۔ میری ہی کو اس تمام

بحث کا باعث اور نفاق کا پیدا کرنیوالا قرار دیا گیا تھا۔ کیتھولکوں کی بد دلی کا علاج یہ تجویز ہوا کہ حکام فوجداری اور عام سرکاری عہدہ داروں کے لئے "ارکان ایمان" کا حلف اٹھانا لازم قرار دیا گیا۔ درحقیقت اس کارروائی سے عدالت اور امور عامہ کا انتظام کیتھولکوں کے ہاتھوں سے نکل کر ان کے پروٹسٹنٹ مخالفین کے ہاتھوں میں چلا گیا اس دوران میں نارفک کی غداری نے بہت ہی نازک سازش کی صورت اختیار کرلی فلپ نے وعدہ کرلیا تھا اگر بغاوت واقعی ہوگئی تو وہ مدد کریگا مگر سیسل کو مدت سے ان مراسلات کا سراغ لگ گیا تھا اور قبل اس کے کہ اس بلند پرواز تجویز کے متعلق کوئی کارروائی ہو سکے نارفک کو گرفتار کرکے کل تجویز کو خاک میں ملادیا گیا۔ اسے اور اسکے بعد نارتھمبرلینڈ دونوں کو پھانسی دے دی گئی اور جس بغاوت
۱۵۷۱ کا خطرہ مدت سے چھایا ہوا تھا۔ وہ خاموشی کے ساتھ رفع ہوگیا ان دونوں کوششوں کی ناکامی سے صرف یہی نہیں ظاہر ہوا کہ بد دل وانقلاب پسند جماعت کمزور اور غیر متفق تھی بلکہ یہ بھی واضح ہوگیا کہ الزبتھ کی حکمرانی سے جو قومی خیال بالطبع پیدا ہورہا تھا اور ملک کی امن وخوشحالی میں فرق پڑجانے کے اندیشہ سے ملکہ کے ساتھ جیسی پرجوش وفاداری پیدا ہورہی تھی اس کے مقابلے میں ہر قسم کا فریقانہ خیال کمزور ہوگیا تھا۔ میری فلپ اور خاندان پرسی محض سیسل کی خبرداری اور الزبتھ کی چالاکی ہی سے تباہ نہیں ہوئے بلکہ یہ درحقیقت "انگلستان جدید" کی ٹکر تھی جس نے انہیں تباہ کردیا۔

جزو پنجم

الیزبتھ کا انگلستان

اسناد۔ انگلستان کی آئینی تاریخ کے لئے ڈیو کے رسالے۔ (D'Ewe's journals) اور ٹاونشنڈ کا رسالۂ روئداد پارلیمنٹ از ۱۵۸۰ء لغایت ۱۶۰۱ء موجود ہیں یہ رسالہ دارالعوام کی کاروائی کا پہلا تفصیلی بیان ہے۔ ہیلم نے اپنی آئینی تاریخ میں جو عام تبصرہ کیا ہے وہ جس قدر قابلانہ ہے اسی قدر منصفانہ بھی ہے۔ میکفرسن نے اپنے وقائع تجارت (Annals of Commerce) میں انگریزی تجارت کی توسیع کو مفصلاً بیان کیا ہے، اور ہیلکوئٹ کے مجموعہ سفرہائے دریا (Collection of voyages) سے اس زمانے کی مستعدی اور قوت عمل کا حال معلوم ہوتا ہے مسٹر فراوڈ نے اس میں کچھ قابل قدر تفصیلات بڑھائے ہیں۔ کریک نے اپنی تصنیف تاریخ ادب انگریزی (History of English Literature) میں عام علمی تاریخ کو بیان کیا ہے۔ اس نے اسپنسر اور اس کے زمانے کے متعلق ایک علٰحدہ کتاب لکھی ہے "نشأۃ جدید" کے مصنّفین کے حالات ہیلم نے اپنی ادبی تاریخ میں لکھے ہیں۔ یہ بیانات نہایت قابل قدر و مختصر ہیں مگر ان کے مقابلہ میں موسیوٹین کے بیانات زیادہ شاندار ہیں اگرچہ اس کی تنقید میں وہ توازن نہیں ہے جو ہیلم میں

پایا جاتا ہے۔ شخصی سوانح عمریوں کے لکھنے والوں کا ایک کثیر گروہ موجود ہے جس سے شخصی حالات و افعال کی ایک نئی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے}

الیزبتھ اور قوانین غربا

الیزبتھ نے اپنی پارلیمنٹ سے فخریہ یہ کہا تھا کہ "میری خواہش ہے کہ میں اپنی رعایا کی اطاعت جبر سے نہیں بلکہ محبت سے حاصل کروں"۔ یہ محبت درحقیقت انصاف اور بہت اچھی حکومت کے ذریعۂ سے اسے حاصل ہوگئی تھی۔

بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ الیزبتھ غیر ملکی نامہ و پیام اور سازشوں میں ہمہ تن غرق ہے مگر فی الواقع ان سب معاملات سے زیادہ اس کی توجہ انگلستان کی بادشاہت پر تھی۔ وہ ملکی نظم و نسق میں نہایت قابلیت اور محنت کے ساتھ منہمک رہتی تھی۔ بیرونی پریشانیوں سے نجات حاصل ہوتے ہی اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اندرونی بدنظمی کے دو خاص سببوں کا انسداد کیا۔ اولاً سکہ کی آمیزش کا ۱۵۶۰ء میں خاتمہ کیا گیا۔ ثانیاً ۱۵۶۱ء میں ایک کمیشن مقرر ہوا کہ معاشرتی بے اطمینانی کے رفع کرنے کے بہترین ذرائع پر غور کرے۔ اقتضائے زمانہ اور صنعت کی نئی شاخوں کی فطرتی ترقی سے مزدوری کی دقتیں ازخود رفع ہوتی جاتی تھیں، مگر پھر بھی انگلستان میں پریشانی کے بہت سے اسباب موجود تھے اور زرعی تغیر کی ترقی کے ساتھ احاطہ جات و اخراج کے عمل میں آنے سے ان شکایتوں میں برابر اشتداد پیدا ہوتا جاتا تھا۔ بغاوت کرنے والے ہمیشہ انہیں شکستہ حال لوگوں کی امداد کے

اعتماد کرتے تھے۔ ان کا موجود ہونا ہی خانہ جنگی کے پیدا کرنے میں تقویت کا موجب تھا۔ بحالت امن ان کی موجودگی سے جان و مال غیر محفوظ رہتے تھے۔یہی لوگ قزاق بن کر تمام ملک میں خوف پھیلائے ہوئے تھے اور مسٹنڈے گداگر بنکر سڑکوں پر مسافروں کو لوٹتے تھے۔سابق بادشاہوں کی طرح الیزبتھ کے زمانہ میں بھی ان کے دبانے کے لئے سخت قوانین پر (جن کے بے اثر ہونے کی مور نے بیسود شکایت کی ہے) ظالمانہ طور پر عمل جاری تھے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سمرسٹ شائر کے مجسٹریٹوں نے ایک وقت میں سو آدمیوں کے ایک غول کو پکڑا اور ان میں سے پچاس کو اسی وقت پھانسی پر لٹکا دیا اور سختی کے ساتھ مجلس شاہی سے یہ شکایت بھی کی کہ باقی پچاس کے پھانسی دینے کے لئے ابھی گشتی عدالت کے آمد کا انتظار کرنا ہے، مگر حکومت زیادہ عاقلانہ اور زیادہ موثر طریقہ پر اس مشکل کا مقابلہ کر رہی تھی۔بیکار آدمیوں کو کام کرنے اور آوارہ گروہوں کو سکونت اختیار کرنے پر مجبور کرنے کے قدیم اختیار پر بدستور عمل کیا جارہا تھا اور ہر ایک قصبے اور دیہاتی مذہبی حلقہ پر یہ لازم تھا کہ وہ اپنے محتاجوں اور معذوروں کی مدد کرے اور کام کرنیکے لائق گداگروں کو کام پر لگائے۔ مگر غریبوں کی امداد اور انہیں بتدریج کام پر لگانے کے لئے ایک زیادہ قوی ذریعہ سوچا جا رہا تھا۔ گرجوں میں خیرات جمع کرکے

اس غرض کے لئے ایک سرمایہ جمع کیا گیا تھا مگر اب ہر قصبے
کے میر (صدر) اور دیہاتوں کے ہر ایک حلقہ مذہبی کے منتظم
کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ تمام ایسے لوگوں کی فہرست تیار
کریں جو اس سرمایہ میں مدد دینے کے قابل ہوں اور متواتر
۱۵۶۲ انکار کرنے والوں کے متعلق دورہ کرنے والے ججوں کو یہ
اختیار دیا گیا تھا کہ وہ ملزم پر ایک مناسب رقم قائم کردیں
اور اگر وہ ادا نہ کرے تو اسے قید کی سزا دیں۔ اس کارروائی
کا اصول یہ تھا کہ مقامی تکالیف کے رفع کرنے کی ذمہ داری مقامی
اشخاص پر ہو اور محتاج اور آوارہ گردوں میں فرق کیا جائے۔
یہ اصول ۱۵۷۲ء کے قانون میں زیادہ توضیح کے ساتھ بیان کئے گئے
تھے۔ اس قانون کی رو سے دیہاتیوں کے لئے جسٹسوں کو اور
قصبوں و شہروں کے لئے میر اور دوسرے حکام کو یہ ہدایت
کی گئی تھی کہ وہ اپنے حدود کے معذور غریبوں کی فہرست
مرتب کرکے مناسب مکانوں میں ان کے قیام کا بندوبست
کریں اور ان کی امداد کے لئے تمام لوگوں پر محصول عاید کریں۔
ان کے کاموں کی نگرانی کے لئے ناظر مقرر کئے گئے تھے۔ اور اس
ضرورت کے لئے اون، سن، کتان، اور دوسرے سامان باشندوں
کے خرچ سے مہیا کئے گئے تھے۔ سرکش آوارہ گردوں اور ناظر
کے حکم پر کام سے انکار کرنے والے محتاجوں کیلئے تادیب گاہیں
مقرر کی گئی تھیں۔ بعد کے ایک قانون کی رو سے امداد غربا کے
محصولات وصول کرنے کا کام بھی انہیں ناظروں کے سپرد ہوگیا

اور انہیں اختیار دیا گیا کہ غریب لڑکوں کو مجبور کرکے کسی نہ کسی پیشہ ور کا شاگرد بنادیں، بے خانماں غریبوں کے لئے مکانات تعمیر کریں اور اس قسم کے محتاجوں کے ماں باپ یا ان کی اولاد کو ان کی خبر گیری کے لئے مجبور کریں - ان کارروائیوں سے جو قانون تیار ہوا اور جس نے قطعی طور پر اس انتظام کو جمادیا،
۱۶۰۱ وہ عہد الیزبتھ کا تینتالیسواں قانون تھا - یہ قانون انگلستان کے محتاجوں کا انتظام کرنے کے لئے ایک مستحکم بنا کا موجودہ یاد کے زمانہ تک برابر کام دیتا رہا اور بعد کے تجربات سے اس میں کیسی ہی کچھ کمزوریاں کیوں نہ ظاہر ہوئی ہوں مگر قانون مزدوری کے وقت سے جیسے ذلت آمیز قوانین بن رہے تھے ان کے مقابلہ میں اس کی عاقلانہ و ہمدردانہ نوعیت تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے - اس قانون کی خوبی اس سے ثابت ہے کہ جن تمدنی خطرات کے روکنے کے لئے وہ نافذ کیا گیا تھا اس میں وہ پوری طرح کامیاب ثابت ہوا -

ملک کی ترقی

ان تمدنی خطرات کے رُک جانے کا باعث صرف قانون ہی نہیں تھا بلکہ تمام ملک میں دولت و حرفت کی طبعی ترقی بھی اس کا باعث تھی - طریق زراعت کے تغیر سے عمرانی دشواریاں کیسی کچھ کیوں نہ پیدا ہوئی ہوں اس میں شک نہیں کہ یہ طریقہ پیداوار کے لئے مفید ثابت ہوا - اس سے نہ صرف یہ ہوا کہ زمین کے کاروبار میں زیادہ سرمایہ لگایا جانے لگا بلکہ محض اس تغیر سے لوگوں میں زراعت کے نئے اور بہتر

طریق کا مذاق پیدا ہو گیا۔ گھوڑوں اور مویشیوں کی نسلوں میں ترقی ہو گئی، کھاد زیادہ دیا جانے لگا اور زمین کے تیار کرنے پر زیادہ توجہ ہونے لگی۔ کہا جاتا تھا کہ جدید طریقے سے ایک ایکڑ میں اس سے دونا پیدا ہونے لگا جس قدر سابقہ طریقے سے دو ایکڑ میں پیدا ہوتا تھا۔ چونکہ اس طریقے سے کاشت میں زیادہ توجہ اور لگاتار کام کی ضرورت تھی اس لئے زیادہ آدمی درکار ہونے لگے اس طریقے کے ابتدائے کار میں جو مزدور بیکار سمجھ کر الگ کر دئے گئے اب پھر ان کا زیادہ حصہ واپس آگیا۔ بیروزگاروں کو کام میں لگانے کے لئے اس سے بھی زیادہ با اثر ذریعۂ صنعت و حرفت کی ترقی سے پیدا ہو گیا۔ کتان کی تجارت ابھی کم حیثیت رکھتی تھی اور ریشم بافی کا کام بالکل ہی ابتدائی حالت میں تھا مگر اُن کا کاروبار قومی دولت کا ایک نہایت اہم جزو بن رہا تھا۔ سوت کا کاتنا، کپڑے کا بننا، دھونا، رنگنا، بہت جلد جلد قصبوں سے گزرکر دیہاتوں تک پھیلتا جاتا تھا۔ اون بننے کی تجارت اپنے مرکز ناروچ سے نکلکر تمام مشرقی صوبوں میں پھیلتی جاتی تھی۔ کاشتکاروں کی عورتیں اپنے گھروں کی بھیڑوں کی اون اتار کر گھروں ہی میں معمولی قسم کا کپڑا بنا لیتی تھیں۔ لیکن دولت و حرفت کے بڑے بڑے مرکز ابتک بدستور جنوب و مغرب ہی میں تھے کیونکہ کانکنی و صنعت گری انہیں مقامات سے مخصوص تھی لوہے کا کام

کنٹ اور سسکس میں محدود تھا مگر لکڑی کی روز افزوں کمی اور ویلڈ کے جنگلوں کے ختم ہو جانے سے اس نواح میں انکی خوشحالی کے نسبت ابھی سے اندیشہ پیدا ہو چلا تھا، زمانہ حال کی طرح اُس زمانے میں بھی ٹین صرف کارنوال ہی سے بیرونی ممالک کو روانہ کیا جاتا تھا اور اب وہاں سے تانبے کی روانگی بھی شروع ہو گئی تھی۔ انگلستان کے اونی سامان میں مغرب کے باریک کپڑے سب پر فائق تھے رودبار کی تمام تجارت تقریباً سینک پورٹز کے قبضے میں تھی۔ مورلینڈ سے لیکر لینڈس انڈ تک کا چھوٹے سے چھوٹا بندرگاہ بھی ماہی گیر کشتیوں کا ایک بیڑہ روانہ کیا کرتا تھا، انہیں کشتیوں کے باہمت ملاح تھے جنسے ڈریک اور اسپینیوں کے لوٹنے والے بحری قزاقوں کو خلاصی ہاتھ آتے تھے۔ شمال اتنی مدت تک جس غربت و بیکاری میں مبتلا تھا آخرکار وہ الیزبتھ کے عہد میں رفع ہونے لگی۔ صنعت و حرفت و دولت کی مرزی و ہمبر سے شمال میں پہنچنے کے پہلے نشانات مینچسٹر کے اونی کپڑے یارک کے پلنگ کی چادریں شفیلڈ کے لوہے کے سامان اور ہلیفیکس کی کپڑے کی تجارت سے ملتے ہیں۔

انگریزی تجارت

لیکن انگریزی تجارت کی ترقی اس کی صنعت و حرفت سے بہت آگے نکل گئی تھی۔ یہ خیال رہے کہ ہمیں اس کا اندازہ اس وقت کے معیار سے نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اُس وقت ملک کی تمام آبادی پچاس ساٹھ لاکھ سے زیادہ کی

نہیں تھی اور معمولی تجارتی جہازوں کا مجموعی وزن پچاس ہزار ٹن سے کچھ ہی زیادہ تھا ۔ ان جہازوں کا عرض و طول اس زمانے میں بہت حقیر معلوم ہوگا ۔ اس زمانے کا ایک کوئلہ لادنے والا جہاز اُس زمانے کے بندرگاہ لندن سے روانہ ہونے والے بڑے سے بڑے تجارتی جہاز کے برابر ہوتا ہے ۔ لیکن الیزبتھ ہی کے زمانے میں انگریزی تجارت کی ترقی کا روز افزوں دور شروع ہوا جس نے انگریزوں کو تمام دنیا کی تجارت کا حمال بنادیا۔ سرٹامس گرشیم کا رائل اکیسچنج قائم کرنا اس زمانے کی تجارتی ترقی کا ایک خاص ثبوت ہے ، تجارت کی سب سے زیادہ اہم شاخ فلینڈرزسے تعلق رکھتی تھی ۔ در اصل سولہویں صدی کے اوائل میں اینٹورپ اور بروژ دنیا کی تجارت کی عام منڈی تھے اور انگلستان کی اون اور کپڑے تقریباً تیس لاکھ پونڈ سے زیادہ کے ان بازاروں میں جاتے تھے ۔ ڈیوک پارما کے محاصرے اور قبضے کے باعث اینٹورپ کے تباہ ہو جانے ہی سے انگلستان کے پایہ تخت کی تجارتی فوقیت اول اول قائم ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ اس تباہ شدہ شہر کے تاجروں اور صناعوں میں سے ایک تہائی کے قریب سواحل ٹیمز پر پناہ گزیں ہوئے تھے ۔ جب لندن نے ترقی کرکے یورپ کی عام منڈی کی حیثیت حاصل کرلی تو فلینڈرز کی تجارت برآمد کا خاتمہ ہوگیا ۔ لندن میں نئی دنیا (امریکہ) کا سونا اور شکر ہندوستان کا سوتی اور چین وغیرہ کا ریشمی کپڑا اور خود انگلستان کا اونی سامان

سب کچھ موجود رہتا تھا۔ اس تغیر سے نہ صرف یہ ہوا کہ دنیا کی سابقہ تجارت کا ایک بڑا حصہ سواحل انگلستان کی طرف منتقل ہو گیا بلکہ قومی قوت کے اس طرح ترقی کر جانے سے کام کے نئے راستے کھل گئے وینیس کا بار برداری بیڑہ اب تک ساؤتھمپٹن میں آتا تھا مگر ہنری ہفتم ہی کے وقت میں فلورنس سے ایک معاہدہ ہوچکا تھا اور بحیرۂ روم کی تجارت (جو رچرڈ سوم کے وقت میں شروع ہوئی تھی) برابر وسیع ہوتی جاتی تھی۔ انگلستان اور سواحل بالٹک کے درمیان کی تجارت اس وقت تک ہنسا کے سوداگروں کے ہاتھ میں تھی مگر اس زمانے میں ان کے لندن کی شاخ اسٹیل یارڈ کے بند ہو جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجارت بھی انگریزوں ہی کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ بوسٹن اور ہل کی ترقی سے اسکینڈنیویا کے ساتھ تجارتی ترقی کی وسعت کا پتہ چلتا ہے۔ برسٹل کی خوشحالی کا انحصار ایک بڑی حد تک آئرلینڈ کی تجارت پر تھا۔ دور الیزبتھ کے اواخر عہد اور اس کے جانشین کے اوائل عہد میں اس جزیرے کے فتح ہو جانے اور اس میں انگریزوں کی نوآبادی قائم ہو جانے سے، اس خوشحالی کو بہت تقویت پہنچ گئی۔ شمال کی طرف سے ہندوستان کا راستہ نکالنے کے خواب کی یہ تعبیر ہوئی کہ ایک اور غیر معروف قوم سے تجارت کا راستہ کھل گیا۔ اس خیال میں ہیو دلوبی کے تحت میں تین جہاز روانہ ہوئے تھے ان میں سے دو تو اپنے ملاحوں اور بدقسمت

نا خدا سمیت لیپلینڈ کے ساحل پر برف کے اندر جم کر رہ گئے
مگر تیسرا جہاز رچرڈ چانسلر کے تحت میں صحیح و سالم بحر ابیض
پہنچ گیا اور بندرگاہ آرکینجل کے دریافت کر لینے سے روس
۱۵۵۳ سے تجارت کا راستہ کھول دیا - ایک اس سے بھی زیادہ نفع بخش
تجارت اس سے قبل ہی ساحل گنیئ (Guinea) سے
شروع ہو چکی تھی - سوداگران ساؤتھمپٹن کی فراوانی دولت کا
باعث اسی ملک کا سونا اور ہاتھی دانت تھا - اس تعلق
سے غلاموں کی جو تجارت پیدا ہوگئی اس کا گناہ جان ہاکنس
کے سر ہے - اس کی ڈھال پر ایک نصف حبشی کی
شبیہ تھی جو اپنے اصلی خط و خال میں رسی میں بندھا ہوا تھا -
۱۵۶۲ یہ اس امر کی یادگار ہے کہ نئی دنیا میں افریقہ کے حبشیوں کو
مزدوری کے لئے وہی لایا تھا - رودبار انگلستان اور بحر جرمنی کی
ماہی گیری سے یارمتھ سے لیکر پلی متھ ہیون تک بے شمار بندرگاہ کے
لوگوں کو کام مل گیا تھا السٹر کی ماہی گیری میں برسٹل اور چسٹر ایک دوسرے
کے رقیب تھے - سباسٹن کیبٹ کے برسٹل سے شمالی امریکہ تک کے
سفر نے انگریزی جہازوں کے لئے شمال کی طوفانی سمندر کا راستہ کھول
دیا تھا - نیوفاؤنڈلینڈ کے ساحلوں پر کاڈ مچھلی پکڑنے میں انگریزوں کی
جو کشتیاں مصروف تھیں ان کی تعداد ہنری ہشتم کے وقت سے برابر بڑھتی
جا رہی تھی اور الیزبتھ کے اختتام عہد تک خلیج بسکے کے ماہی گیر
بحیرہائے قطبی میں ڈھیل کے شکار میں انگریزوں کو اپنا رقیب سمجھنے لگے تھے۔

دولت اور معاشرتی ترقی

قومی خوشحالی کی اس فراوانی میں الیزبتھ کا حصہ یہ تھا کہ اس نے

امن و امان اور معاشرتی انتظام قائم رکھا۔ اسی سے یہ دولت و فراوانی پیدا ہوئی وہ اپنی کفایت شعاری کی وجہ سے معمولی حالات میں تاج کی مقررہ آمدنی سے کام چلا لیتی تھی اور رعایا کی جیبوں پر زیادہ بار نہیں ڈالتی تھی۔ وہ نئی تجارت کی سرپرستی کے لئے ہمہ تن آمادہ اور اس کے حوصلہ بڑھانے میں شریک رہتی تھی، تجارت کی وسعت و حفاظت کو وہ اپنی عام حکمت عملی کا ایک جزو سمجھتی تھی۔ اس نے وسیع پیمانہ پر تاجرانہ کمپنیوں (شراکتوں) کے قائم کئے جانے کی اجازت دیدی تھی کیونکہ یہی ایک صورت تھی جس سے سوداگر دور و دراز ممالک میں ظلم و نا انصافی سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ لندن میں ایک جماعت "سوداگرانِ جانباز" کے نام سے مدت سے قائم تھی اور ہنری ہفتم کے وقت میں انہیں باضابطہ قیام کا فرمان مل گیا تھا۔ اسی کے نمونے پر روسی کمپنی اور نیز وہ کمپنی قائم ہوئی جس نے ہندوستان کی تمام نئی تجارت پر قبضہ کر لیا مگر اس دولت سے جو معاشرتی تغیر ہر طرف پیدا ہو رہا تھا اسے الیزبتھ یا اس کے وزرا پورے اطمینان کے ساتھ نہیں دیکھتے تھے۔ انہیں یہ اندیشہ تھا کہ اس سے اخراجات و تن آسانی کا بڑھنا لازمی ہے اور باغلب وجوہ اس کا نتیجہ یہ ہونا ہے کہ زمین خراب اور قوم کی قوت زائل ہو جائیگی۔ سیسل کو یہ شکایت تھی کہ "اب انگلستان میں ایک برس کے اندر

شراب پر اس سے زیادہ خرچ ہو جاتا ہے جتنا پہلے چار برس میں خرچ ہوتا تھا" دیہات کے رہنے والوں کی ترقی اس سے ظاہر ہے کہ نمک میں خشک کی ہوئی مچھلی کا استعمال ترک ہو گیا تھا اور گوشت کا صرف بڑھتا جاتا تھا دیہاتوں میں بدقطع اور ٹٹر کے مکانوں کے بجائے اب اینٹ اور پتھر کی عمارتیں بننے لگی تھیں۔ عام لوگوں میں لکڑی کے کھدے ہوئے برتنوں کی جگہ اب دھات کے برتنوں کا استعمال ہونے لگا تھا، ان میں ایسے بھی لوگ تھے جو چاندی کی رکابیوں کی ایک کافی تعداد پر فخر کر سکتے تھے۔ درحقیقت اسی وقت سے خانگی آرائش کا وہ خیال پیدا ہوا جسے ہم مخصوص انگریزی خیال کہتے ہیں۔ آتشدان کا رواج جس کے گرد گھر کے لوگوں کا جمع ہونا آجکل انگریزی خاندان کی خصوصیات میں سے ہے اسی زمانے سے ہوا ورنہ اس عہد کی ابتدا میں تو گھروں میں آتشدان قریباً ناپید تھے پہلے تاجر و کسان تکیوں کو ناپسند کرتے تھے اور اسے صرف زچہ خانے کی عورتوں کے لایق سمجھتے تھے؛ مگر اب لوگ تکیہ کا عام طور پر استعمال کرنے لگے تھے گھاس کے گندے فرش کے بجائے قالین بچھنے لگے تھے۔ زیادہ دولتمند تاجروں کے عالیشان مکانات ان کے فصیل‌دار برآمدے بیش قیمت لکڑی کی جالیاں، بھاری اور نازک بستر، منقش زینے، عجیب عجیب شکلوں کی پرچھتیاں، نہ صرف اس زمانے سے قبل تک کی غلیظ و کثیف اشیا کے مقابلہ میں نادر و نفیس معلوم ہوتی

ہیں بلکہ ان سے ایک نئے متوسط طبقے کے پیدا ہونے کا اظہار ہوتا تھا جس نے بعد کی تاریخ میں خاص حصہ لیا، اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز تغیر یہ ہوا کہ امرا کا جاگیردارانہ طریقہ بالکل فنا ہو گیا۔ بھاری بھاری دیواریں اور مسلسل برج امرا کے مکانوں سے غائب ہو گئے۔

ازمنۂ متوسط کے مضبوط قلعوں کی جگہ اب الیزبتھ کے عہد کے شاندار و نازک ایوانوں نے لے لی تھی۔ نول، لانگ لیٹ، برلے، ہٹفیلڈ، ہارڈوک اور اڈلی انڈ، سے معاشرتی اور تعمیری تغیر کا جو اس زمانے میں پیدا ہو رہا تھا اندازہ ہوسکتا ہے اور یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ تمام انگلستان میں ایسی عمارتوں کا رواج ہو گیا تھا جن میں حفاظت کے خیال کو ترک کر کے آسائش و نفاست کا خیال مقدم رکھا گیا تھا۔ ہم اب بھی ان کی پرپچ چھتیوں کی خوبصورت قطار، ان کے پچی کاری کے برآمدوں، ان کے سنہلے کنگروں ان کے خوبصورت پرچموں ان کے قلعے کے سے دروازوں، ان کے اُبھرے ابھرے بلند طاقچوں پر (جہاں سے نئے امرا اپنے اطالوی انداز کے باغوں کی سیر دیکھا کرتے تھے) مسرت کے ساتھ نظر ڈالتے ہیں۔ ان کے شاندار برج، فراخ زینے، ان کے گلدان، ان کے فوارے، ان کی عجیب و غریب روشیں، ان کے باقاعدہ راستے کاج کی قطاریں، سب ہماری نظر اور توجہ کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ کاج کی قطاروں کو عجیب

عجیب طرح سے کاٹتے چھانٹتے تھے تاکہ جنوب کے سرو کا انداز پیدا ہو جائے مگر وہ بات نہیں حاصل ہو سکتی تھی۔ اطالوی نفاست کا اثر جس طرح تفرجگاہ اور باغ میں ظاہر ہوتا تھا اسی طرح مکانات کی اندرونی ترمیم میں بھی یہی اثر نمایاں تھا خاص حصہ اوپر کی منزل میں منتقل ہو گئے تھے۔ اس زمانے کے شاندار زینے اسی تغیر کا نتیجہ ہیں سنسان صحن کے گرد بڑے بڑے "رواق باریابی" بن گئے۔ قدیم بھدے آتشدان اب بھاری کارنسوں سے گھر گئے تھے اور خان اور کیوپڈ دیوتا کی تصویروں سے انہیں مزین کیا گیا تھا عجیب عجیب قسم کے طغرے اور نازک نقش و نگار بنائے گئے تھے۔ دیواروں پر مشجر کپڑے لٹکائے گئے تھے، اور ہر ایک کمرہ منقش کرسیوں اور قیمتی الماریوں سے بھر دیا گیا تھا۔ ازمنۂ وسطی کی زندگی کا مرکز قصر کا وسیع ایوان ہوا کرتا تھا جہاں بیرن اپنی بلند نشست سے میز کے گرداگرد کے خدام پر نظر ڈالتا تھا مگر پہلے کے وہ سامان بہت جلد جلد مٹتے جاتے تھے۔ جب صاحب خانہ اپنے اہل خاندان کے ساتھ گول کمرے میں جا بیٹھا اور کھانے کے کمرے کو اپنے ماتحتوں کے لئے چھوڑ دیا تو جاگیرداروں کی سی کفایت شعاری کا خاتمہ ہو گیا۔ آئینوں کا بہ کثرت استعمال اس زمانے کی خانگی تعمیر میں ایک نمایاں خصوصیت ہو گئی تھی۔ لوگوں کی عام صحت پر اس کے اثر کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ امرا کے نئے ہال میں اوپر کی طرف کھڑکیوں

لمبی لمبی قطاریں ہوا کرتی تھیں ہر تاجر کے مکان میں آگے کو نکلی ہوئی کھڑکیاں ہوتی تھیں لارڈ بیکن نے یہ شکایت کی ہے کہ "ایک وقت میں تم لوگوں کے مکانوں میں شیشوں کی یہ کثرت ہو جائیگی کہ دھوپ اور گرمی سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آویگی" مگر روشنی و دھوپ سے بیش از بیش لطف حاصل کرنا اس زمانے کا خاص میلان تھا۔ دولت کی فراوانی سے طرز ماند و بود میں بھی اسراف پیدا ہو گیا تھا، خوبصورتی، رنگینی اور نمائش کے شوق نے انگریزوں کے لباس میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ ملکہ کی تین ہزار پوشاکوں کے مقابلہ میں اس کے درباری بھی اپنی چُنّندہ نیس لگی ہوئی مخمل، سنجاف، اور جواہرات، ٹکی ہوئی جھالروں کے اظہار نمائش میں کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ اسراف کی یہ کیفیت تھی کہ لوگ گویا ایک خزانہ اپنی پیٹھ پر لادے پھرتے تھے۔ نئی دنیا کے بدولت جو حیرت انگیز انقلاب پیدا ہو گیا تھا اس کے سامنے کفایت شعاری کا قدیم عاقلانہ خیال بالکل ہوا ہو گیا تھا۔ دل چلے لوگ ایک نشست میں خزانے کا خزانہ جوُے میں اڑا دیتے تھے اور پھر نئی دولت پیدا کرنے کے لئے ممالک امریکہ کو روانہ ہو جاتے تھے۔ موتی، جواہرات اور خام چاندی سے بھرے ہوئے جہازات کا تصور اور "ملک زریں" کا وہ خیالی سماں جہاں ہر شے سونے کی ہوتی تھی، ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ملاح کے دل میں بھی اسراف

و فراوانی کا وہم پیدا کر دیا تھا۔ نئی دنیا کے عجائبات سے بھی قدیم دنیا میں ایک مبالغہ آمیز خیال پیدا ہو گیا تھا۔ ناچ، رنگ اور دعوتوں وغیرہ میں قدیم و جدید طور و طریقہ جس عجیب طرح سے خلط ملط ہو گیا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کے خیالات میں کیسی نیرنگی پیدا ہو گئی تھی۔ لارڈ لیسٹر نے کنلورتھ میں جب ملکہ کی دعوت کی، تو وہاں اطالیہ کی تشابیہ زندگی جدت و لفاظی، ازمنۂ وسطی کی سپہگری، انگلستان کی ریچھوں لڑائی، گلہ بانوں کی زندگی کی کیفیت توہم پرستی، نمائشی کھیل تماشے، سب ہی چیزیں اپنی اپنی جگہ پر موجود تھیں۔ جزائر امریکہ کا ایک وحشی ملکہ کی تعریف کے راگ گاتا ہے اور اُسی کی "آواز بازگشت" اُس کا جواب دیتی ہے پریوں اور دیووں کے سلام سے فارغ ہوکر الیزبتھ ایک آسیب زدہ عورت کو اس کے ستانے والے "بے رحم بھوت" سے چھڑانے کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ گلہ بان عورتیں موسم بہار کے گیت کے ساتھ اس کا خیر مقدم کر رہی ہیں سیریس اور بیکس اپنا غلہ اور انگور اس کے قدموں پر نچھاور کر رہی ہیں۔

انگریزی علم ادب کی تجدید لوگوں کے دلوں کا یہی ہیجان اور اسراف و عیش پرستی کا یہی بے راہ رو خیال الیزبتھ کے زمانہ میں علوم انگریزی کی تجدید کا باعث ہوا، اور جگھوں کی طرح یہاں بھی نشاۃ جدیدہ کے شروع ہونے کے وقت ملکی علم ادب مردہ ہو چکا تھا۔

شاعری صرف اسکلٹن کی تک بندی رہ گئی تھی اور تاریخ نے فیبین اور ہال کے وقائع کی صورت اختیار کرلی تھی۔ مگر نشأۃ جدیدہ نے انگریزی کے علوم پر بہت کم اثر ڈالا۔ یونان و روما کے مصنفین کے کلام کے شیوع سے تمام دنیا کے خیال و انداز بیان پر نئی طرز کا ایک غیر معمولی اثر پڑ گیا اور اول اول یہ معلوم ہوتا تھا کہ انگریزی نظم و نثر کے تجدید کے خیال میں نئی رکاوٹ پیدا ہو جائیگی۔ تعلیمات جدیدہ کے سیاسی و مذہبی نتائج میں انگلستان نے اگرچہ یورپ کے ہر ایک ملک سے زیادہ حصہ لیا مگر اس کے علمی نتائج میں وہ باقی ملکوں خصوصاً اٹلی جرمنی اور فرانس سے پیچھے رہ گیا تھا۔ سولھویں صدی کے مستند علما میں انگلستان کے صرف ایک عالم مور کا شمار ہوتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اصلاح کے طوفان میں ادب القدما کی تعلیم دارالعلوموں میں تباہ ہو گئی تھی اور الیزبتھ کے عہد کے آخر تک اس کی تجدید نہیں ہوئی۔ لیکن "نشأۃ جدیدہ" کے اثرات نے بلا ارادہ انگلستان کی دماغی زمین کو آئندہ کی زرریز کاشت کے لئے درست اور تیار کر دیا تھا۔ وائٹ اور سرے درباری شاعری کے مرکز تھے، یہ شاعری اگرچہ محض آورد و نقل تھی مگر اس سے انگریزی نظم میں ایک نئی جان پڑنے کی امید پیدا ہو گئی تھی۔ ابتدائی مدارس کی ترقی سے معلوم ہوتا تھا کہ سرٹامس مور کے خواب کی تعبیر

پوری ہو جائیگی - ان مدارس کی وجہ سے طبقۂ متوسط میں دیہات کے ایک اسکوائر (متوسط الحال شخص) سے لیکر ایک سوداگر تک یونان و روما کے اعلیٰ مصنفین سے کچھ نہ کچھ آگاہ ہو گیا تھا۔ الیزبتھ کے زمانے میں سیاحت کا شوق خصوصیت سے بہت بڑھ گیا تھا اس سے بھی دولتمند امرا کے ذہن میں کچھ جودت پیدا ہو گئی تھی۔ شیکسپیر کے الفاظ سے اس زمانہ کا خیال ظاہر ہوتا ہے - وہ کہتا ہے کہ "گھر میں رہنے والے نوجوانوں کا مذاق بھی گھریلو ہو جاتا ہے" بر اعظم کا سفر ہر ایک معزز شخص کے لئے تعلیم کا ایک جزو بنتا جاتا تھا - اس سفر میں لوگ زیادہ تر اطالیہ کو جاتے تھے۔ چنانچہ فیرفیکس کے ترجمہ تاسو اور ہیرنگٹن کے ترجمہ ارلی اوستو سے معلوم ہوتا ہے کہ اطالیہ کے علم ادب کا انگریزوں کے دل پر کیا اثر پڑ رہا تھا لیکن جب کثیر التعداد ترجموں کے ذریعہ یونان و روما کے مصنفین کے کلام عام طور پر شائع ہو گئے تو بالآخر انگلستان پر ان کا اثر محسوس ہونے لگا چیپمین کا ترجمہ ہومر سب ترجموں کا سرتاج ہے لیکن زمانۂ قدیم کے تمام بڑے بڑے شعرا اور مورخین کے کلام و تصانیف سولھویں صدی کے اختتام کے قبل ہی قبل انگریزی زبان میں لے لئے گئے تھے - یہ انگلستان کا امتیاز خاص ہے کہ تاریخی ادب ایک مدت مدید کی مردگی کے بعد سب

سے پہلے یہیں ازسرنو زندہ ہوا، لیکن جس عالم میں وہ فنا ہوا اور جس عالم میں وہ دوبارہ زندہ ہوا، اس کا فرق اسکی ہئیت ظاہری سے نمایاں ہے۔ ازمنۂ وسطی کی تاریخ میں گزشتہ زمانے کا کچھ مذکور نہیں ہوتا تھا اور ہوتا بھی تھا تو محض برائے نام۔ صرف قدیمی روما کے غیر معروف زمانے کا کچھ ذکر ہو جاتا تھا اور بس۔ تاریخ نویس اور وقائع نگار گزشتہ زمانے کی داستان کو اپنے زمانے کے قصے کی تمہید بنا دیا کرتے تھے اور ان دونوں میں انہیں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا تھا۔ لیکن "شاہی جدید" کے تحت میں انگلستان جس مذہبی معاشرتی اور سیاسی تغیر سے گزر رہا تھا اس سے سلسلہ حالات میں فرق آگیا تھا، اور دونوں زمانوں کے فرق کی وسعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جب الیزبتھ کے عہد میں تاریخ کی ازسرنو تجدید ہوئی تو ازمنۂ وسطی کی طرح محض بیان واقعات کا نام تاریخ نہیں رہا بلکہ زمانۂ حال کے مانند تحقیق و ترتیب ہونے لگی۔ زمانۂ گزشتہ سے جو دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس زمانے کی تاریخی کتابیں جمع کی جانے اور انگریزی طرز پر انہیں دوبارہ طبع کیا جانے لگا۔ استقف اعظم پارکر نے اس کام کی ابتدائی کوشش میں جو پیشقدمی کی وہ اس مقصد سے تھی کہ الیزبتھ کے عہد کے کلیسا کو زمانۂ گزشتہ کی بنیاد پر قائم کردے مگر اس کے ساتھ ہی علم کا کچھ سچا جوش بھی اس میں شامل

تھا - لیلینڈ کے نقش قدم پر چلکر اس نے تاریخی مسودات جمع کئے اور انہیں خانقاہی کتب خانوں میں تباہ ہونے سے بچایا، اس سے ایک گروہ انداز قدامت کا نقل کرنے والا پیدا ہو گیا جس کی تلاش و محنت سے خانقاہوں کے بند ہونے کے پہلے کی وہ تمام تصنیفیں قریب قریب بچ گئیں جن میں کوئی نہ کوئی مستقل تاریخی اہمیت تھی اس نے انگلستان کے چند قدیم وقائع شائع کئے - اس سے اس قسم کی اشاعتوں کا سلسلہ قائم ہو گیا جس میں کیمڈن، ٹوئسڈن اور گیل کے نام شامل ہیں - مگر جس نئے طرز کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، اس طرز میں علم ادب کی شاخ کے طور پر انگریزی تاریخ شاعر ڈانیل کی تصنیف سے شروع ہوئی، اس سے قبل اسٹو اور اسپیڈ کے وقائع محض زمانہ گزشتہ کے واقعات ہیں، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جن "اخبار" کا وہ استعمال کرتے تھے تقریباً انہیں کو لفظ بلفظ نقل کر دیتے تھے اور ان میں کوئی طرز خاص یا ترتیب بالکل نہیں پائی جاتی - برخلاف ازیں ڈانیل کے بیانات اگرچہ غیر صحیح اور فضول ہیں مگر اس نے اپنے بیان میں ایک علمی انداز پیدا کر دیا ہے اور اسے ایک رواں اور شاندار نثر میں ترتیب دیا ہے الیزبتھ کے آخرہ عہد میں دو بڑی تصنیفیں ہوئیں ایک تو نولس کی "تاریخ ترک" ہے، دوسرے رالے کی وسیع و ناتمام "تاریخ عالم" کا خاکہ ہے - ان تصانیف سے پایا جاتا ہے کہ تاریخی مذاق اب محض قومی حدود کے اندر

بند نہیں رہا تھا۔

اطالیہ اور انگریزی علم ادب

ہم دیکھ چکے ہیں کہ سفر اور شاعری و افسانے کی وجہ سے اس زمانہ کے انداز و مذاق پر اطالیہ کا اثر بڑھتا جا رہا تھا، اس سے انگلستان کے علم ادب کو بہت اعلیٰ نشو و نما حاصل ہوئی، کہا جاتا تھا کہ بوکاچیو کے قصوں پر لوگ کتاب مقدس کے قصوں سے زیادہ توجہ کرتے تھے۔ اطالیہ کے لباس، کلام، انداز و اطوار کی لوگ دیوانہ وار تقلید کرنے لگے لیکن یہ تقلید ہمیشہ عاقلانہ و شریفانہ نہیں ہوتی تھی۔ ایسکیم تو یہ سمجھتا تھا کہ گویا "سرسی نے اطالیہ سے نکلکر انگلستان کے لوگوں کے اخلاق و عادات پر سحر کر دیا ہے" خود اطالیہ میں یہ مثل رائج تھی کہ "اطالوی طرز کا انگریز شیطان کا ایک اوتار ہے" اس نقل کی علمی صورت کا قیام و ثبات ناممکن معلوم ہوتا تھا جان للی ایک مشہور ڈراما نویس اور شاعر تھا، اس نے انگریزی انداز کو چھوڑ کر اطالوی نثر کا تنزل پذیر طرز اختیار کر لیا تھا۔ ۱۵۷۹
للی نے سب سے پہلے نثر میں یوفوئیس کا قصہ لکھا اور اسی سے اس انداز تحریر کا نام ہی یوفوئزم (طرز یوفوئیس) ہوگیا۔ شیکسپیر نے اس کے اظہار علم، اس کے تصنع، اس کے بے معنی طولانی فقروں اور اس کی خود نمائی اور بے معنی یکسانیت کا خوب ہی مضحکہ کیا ہے۔ شیکسپیر ہی کے واسطہ سے اس کا حال اس زمانے کے لوگوں کو معلوم ہوا ہے، اس کا نمونہ "لوز لیبر لاسٹ" (سعی محبت کی بربادی) کا آرمیڈو ہے" وہ تازہ

یہ تازہ الفاظ کا شیدائی اور بانکپن کا پتلا ہے، اس کا دماغ گویا ایک ٹکسال ہے جس میں سے فقرے ڈھلتے چلے آتے ہیں۔ وہ اپنی ہی زبان کے نغمۂ مسرت سے ہمیشہ سرمست رہتا ہے،، مگر یہ تمام مبالغے بھی خیال و زبان کے نئے سامان کے اس عام جوش مسرت سے پیدا ہوئے جسے علم ادب نے مہیا کر دیا تھا۔ اس تصنع، فقرہ بازی، اپنی ہی اچھی یا بری زبان کی الفت، فقروں کی نزاکت و شان سے ایک نئی مسرت کا احساس، جملوں کی بندش و ترتیب، غرضکہ لفاظی کے اس تمام عالم نے ایک ایسا حسن پیدا کر دیا تھا کہ اس سے ایک طرز خاص پیدا ہو گیا ایک وقت تک طرز یوفوئیس ہی سب طرزوں پر چھایا ہوا تھا اس طرز کے پیرؤں میں الیزبتھ سب سے بڑھ کر متصنع اور ناپسندیدہ خیال کی جاتی تھی، چارلس اول کے زمانے کا ایک درباری لکھتا ہے کہ "اُس زمانے میں جو حسین عورت فقرہ بازی نہ کر سکتی ہو وہ ایسی ہی کم وقعتی کی نظر سے دیکھی جاتی تھی جیسے اس زمانے میں فرانسیسی نہ بولنے والی عورت سبک سمجھی جاتی ہے"۔ بہر حال اس انداز کا زمانہ گزر گیا، اور سر فلپ سڈنی کی کتاب "آرکیڈیا،، سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اثر کے تحت میں نثر نے کیسی حیرت انگیز ترقی کر لی تھی۔ سڈنی لارڈ لیسٹر کا بھتیجا اور اپنے وقت کا نمونۂ کمال تھا، شاید اس زمانے کے خصائص ایسے کامل اور ایسے خوبصورت طور پر کسی اور

سڈنی

یں نمایاں نہ ہوں گے جیسے سڈنی میں نمایاں تھے۔ وہ جیسا دلیر تھا ویسا ہی خوبصورت تھا۔ اس میں جیسی ذکاوت تھی ویسی ہی محبت بھی تھی۔ اس کا مزاج شریفانہ و فیاضانہ تھا، جس طرح وہ اسپنسر کو عزیز تھا ویسا ہی الیزبتھ بھی اسے دوست رکھتی تھی۔ وہ دربار اور لشکر دونوں کا محبوب تھا، اس کی علمیت و ذہانت نے اسے اس علمی دنیا کا مرکز بنادیا تھا جس کی نشو ونما کا آغاز انگلستان میں ہو رہا تھا۔ اس نے فرانس اور اطالیہ کا سفر کیا تھا، قدیم تعلیمات اور علم نجوم کی جدید تحقیقات کا وہ یکساں ماہر تھا برونو نے اپنی کتاب "مابعد الطبعیات" کے مباحث کو ایک دوست کے طور پر اسی کے نام معنون کیا تھا۔ وہ اسپین کے ڈراما، رونسارڈ کی نظموں اور اطالیہ کے نغموں کا ذوق آشنا تھا۔ اس میں ایک منچلے نائٹ کی سپہگری کے ساتھ ایک باوقار مشیر کی سی دانشمندی بھی موجود تھی۔ وہ کہتا ہے کہ "میں نے جب کبھی پرسی اور ڈگلس کی قدیم داستان سنی تو میرا دل ایسا جوش میں آگیا" کہ بگل کی آواز سے بھی یہ جوش نہیں پیدا ہوتا۔ اس نے فلینڈرز میں انگریزی فوج کے بچانے کے لئے اپنی جان نثار کر دی اور جبکہ وہ بخار میں مبتلا اور مرنے کے قریب تھا لوگ پانی کا ایک پیالہ اس کے لئے لائے۔ اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ پانی اس سپاہی کو دیدیں جو اس کے قریب ہی زمین پر پڑا ہوا تھا

اس نے کہا کہ "تجھ کو مجھ سے زیادہ ضرورت ہے"۔ سڈنی کی طبیعت کی ساری کیفتیں اس کی سپہگری اس کا علم اسکی جدت پسندی اس کا مبالغہ کی طرف میلان، اس کی تازگی بیان، اس کی دل کی نرمی اور بچوں کی سی سادگی، اس کا تصنع اور جذبۂ باطل، مسرت و شادمانی کا گہرا ذوق، یہ تمام خصائص اس کی کتاب "آرکیڈیا" میں ابل بڑے ہیں۔ یہ کتاب ایک مخلوط مجموعہ ہے اور باوجود اپنی آورد و گرانی کے نہایت ہی پُرلطف ہے۔ کتاب ڈفنس آف پوئٹری (حمایت شاعری) میں اس نوجوان فسانہ نویس کے الفاظ کی شان و شکوہ میں ایک شاعر کی سی حقیقی قوت اور شاندار عظمت پیدا ہو گئی ہے مگر ہر حال میں سڈنی کے طرز کی لطافت، اس کی نغمہ نوازی، اور اس کی درخشائی بیان، بحال خود بر قرار رہتی ہے۔ انگریزی نثر میں روانی بیان و زور کلام کو اول اول الیزبتھ کے آخر زمانے کے اسی اطالوی انداز کے نقل کرنے والے گروہ سے تقویت و ترقی حاصل ہوئی۔ گرین اور نیش نے جن قصوں اور داستانوں سے بازار کو پاٹ دیا تھا انہیں سے انگریزی افسانے کی ابتدا ہوئی ہے۔ اس کا نمونہ ان لوگوں کو اطالوی ناولوں ہی میں ملا تھا۔ ان چھوٹے چھوٹے ناولوں کی مختصر صورت کی دیکھا دیکھی بہت جلد چھوٹے چھوٹے رسالے نکلنے لگے اور جس تیزی سے یہ قصے بلکہ ناپاک ہجو و مذمت تک شائع ہو رہی تھی اور جس ذوق و شوق سے لوگ انہیں پڑھتے تھے ان سے

معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنے والوں کی ایک نئی دنیا پیدا ہو گئی تھی۔ گرین کو اس پر ناز تھا کہ اپنے مرنے سے آٹھ برس قبل کے زمانے میں اس نے چالیس رسالے لکھے تھے۔ وہ ایک رسالہ ایک دن رات میں بھی لکھ سکتا تھا اور سات برس میں بھی لکھ سکتا تھا چھاپنے والے اس کے ان بیہودہ مذاقوں کے لئے زیادہ سے زیادہ قیمت دینے پر ہر وقت آمادہ رہتے تھے۔ آجکل کے لوگوں کو گرین اور اس کے رفیق کے تصنیفات میں مذاق سے زیادہ بیہودگی نظر آتی ہے مگر نیش نے پیورٹینوں اور اپنے حریفوں کے خلاف جس طرز پر حملے کئے وہ انگریزی تصانیف میں سب سے مقدم طرز ہے جس میں ایوفزم کے اظہار علم اور مبالغے سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ عام پسند علم ادب کی ابتدا اسی کے آسان، روان اور زوردار بیان اور چبھتے ہوئے جملوں سے ہوئی، یہ طرز عبارت اب حجروں سے نکلکر سڑکوں پر شائع ہو رہا تھا اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عام لوگ اس کے قبول کرنے کے لئے تیار تھے۔ ملکہ کے عہد کے آخر آخر اہل مطابع اور کتب مطبوعہ کی جو کثرت ہو گئی تھی اس سے بالیقین یہ ثابت ہوتا ہے کہ پڑھنے والوں اور لکھنے والوں کا حلقہ جن کی ابتدا علماء اور اہل دربار سے ہوئی تھی اب صرف دربار تک محدود نہیں رہا تھا۔

الیزبتھ کا انگلستان اور تاج شاہی

یہ ذہنی ترقی جس عظیم الشان شاعرانہ جوش کے ظہور پذیر ہونے کا راستہ صاف کر رہی تھی اور پیورٹینی خیالات کے ترقی

سے ملک میں جو اخلاقی و مذہبی تغیر پیدا ہو رہا تھا اس کی بحث بعد کو ہوگی مگر عام قوم کے اندر جذبہ حریت پیدا کرنے میں روز افزوں دولت کے ساتھ ذہنی و مذہبی تحریکات بھی شامل ہو گئے تھے اس جذبہ کا سمجھنا الیزبتھ کے لئے مشکل تھا مگر اپنی حیرت انگیز دور رسی کی وجہ سے وہ اس کی طاقت کے سمجھنے سے قاصر نہیں تھی۔ بادشاہ و رعایا کے درمیان علانیہ مخالفت شروع ہونے سے بہت پہلے اس نے اپنی طبعی دور رسی سے گرد و پیش کے تغیرات کو سمجھ لیا تھا اور بالقصد یا بلا قصد اس نے اصول سلطنت میں ترمیمات کی ابتدا کر دی تھی۔ اختیارات شاہی نے رعایا کی جس جس آزادی کو غصب کر لیا تھا اس میں سے اس نے کسی کو بھی ترک نہیں کیا مگر اس نے ان میں کمی و نرمی کر دی۔ اپنے پیش روؤں کی طرح وہ بھی شخصی آزادی کے درپے رہی۔ مثل سابق اب بھی قوانین کی تاویلات کی جاتی تھیں، سیاسی مقدمات میں جیوریوں پر دباؤ ڈالا جاتا تھا اور مجلس شاہی اپنی مرضی سے لوگوں کو قید کر دینے کے اختیار پر اب بھی عمل کرتی تھی۔ کپڑے اور میٹھی شراب پر اس نے جو محصول عاید کیا اس سے اپنے خود مختارانہ اجرائے محصول کے حق کو ثابت کرنا مقصود تھا۔ البتہ ایک معاملہ میں الیزبتھ نے شاہانِ ٹیوڈر کے نظام حکومت کے طرز کو ترک کر دیا تھا۔ کراموبل کے وقت سے پارلیمنٹ کا اجلاس اجرائے انصاف اور قانون سازی کی اہم

ترین مجلس کی حیثیت سے تقریباً سال بہ سال ہوتا رہا تھا مگر الیزبتھ نے دونوں ایوانہائے پارلیمنٹ کی قدیم روایت کے تازہ کرنے میں پھر وہی روش اختیار کی جس پر اڈورڈ چہارم ہنری ہفتم اور دولزی کار بند رہ چکے تھے۔ اس کی ایک پارلیمنٹ سے دوسری پارلیمنٹ تک میں تین برس سے کم کا وقفہ نہیں ہوتا تھا بلکہ کبھی کبھی پانچ برس کا زمانہ گزر جاتا تھا اور یہ بھی نہایت سخت ضرورت پر ہوا کرتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی شاہی اختیارات کے استعمال میں احتیاط و اعتدال سے کام لیا جاتا تھا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہی اختیارات کے پورے طرح پر استعمال کرنے میں کیسے مشکلات کا احساس پیدا ہو رہا تھا۔ معمولی حالتوں میں عدالت کے کام میں کسی قسم کا دخل نہیں دیا جاتا تھا۔ مجلس شاہی کا اختیار عدالتی تقریباً تمام تر پیروان مذہب کیتھولک ہی کے خلاف استعمال ہوتا تھا، اور اس اختیار کے قائم رہنے کی وجہ یہی قرار دی جاتی تھی کہ سخت خطرات کی پیشبندی کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ جو اعلانات شاہی جاری ہوتے تھے وہ عارضی نوعیت اور خفیف اہمیت کے ہوتے تھے۔ الیزبتھ سے اندرون ملک پر محصول نہ عاید کرنے کے عام اطمینان کے باعث مذکورۂ بالا دو محصولوں کے اجرا پر کسی نے خیال تک نہ کیا۔ نذروں اور جبری قرضوں سے سابق بادشاہوں کی رعایا کے دلوں پر ظلم و زیادتی کا براہ راست اثر پڑتا تھا۔ الیزبتھ نے

انہیں یک قلم ترک کر دیا وہ "دستاویز شاہی" کے ذریعہ سے قرض لیتی تھی - یہ قرض گویا خزانہ کی طرف سے ہوتا تھا اور اشد ضرورت اور محاصل کی توقع کی بنا پر لیا جاتا تھا (جیسا کہ اس زمانے میں اکسچکر بل (دستاویز خزانہ) کے ذریعہ سے ہوتا ہے) اور ٹھیک وقت پر ادا کر دیا جاتا تھا - الیزبتھ نے اجاروں کے ذریعہ سے تجارت میں کچھ رکاوٹ پیدا کر دی تھی جس سے کسی قدر سخت شکاتیں پیدا ہو گئی تھیں مگر اس کے اوائل عہد میں اجارے انجمنہائے سوداگری کے نظام کا جزو سمجھے جاتے تھے اور ترقی پذیر تجارت کے انتظام و حفاظت کے لئے اسوقت میں ان انجمنوں کا ہونا ضروری خیال کیا جاتا تھا - الیزبتھ اپنی حیثیت کی وجہ سے زمانہ امن میں تاج کے معمولی محاصل سے عام اخراجات پورا کر لیتی تھی مگر اس کم خرچی میں کفایت شعاری کا خیال اس قدر مد نظر نہیں تھا جس قدر کہ نئے پارلیمنٹوں کے نہ طلب کرنے کا خیال مرکوز خاطر تھا، ملکہ نے یہ دیکھ لیا تھا کہ ایوانہائے پارلیمنٹ کا انتظام جسے کرامول اس قدر آسان سمجھا تھا یوماً فیوماً سخت ہوتا جاتا تھا - ایک نئے طبقہ امرا کے پیدا ہو جانے سے دارالامرا میں نئی قوت آگئی تھی کیونکہ یہ نئے امرا کلیسا کی لوٹ سے مالا مال اور اپنے گرد و پیش کی سختیوں کے باعث سیاسی زندگی سے ماہر ہو گئے تھے - دیہات کے شرفا کی ترقی دولت اور ان کی دارالعوام میں داخل ہونے کی روز افزوں خواہش سے اس

دارالعوام میں تغیرات

زمانے میں ہر ایک حلقۂ انتخاب کی طرف سے اراکین کو اخراجات دینے کا قدیم طریقہ بند ہوگیا تھا۔ قصبات کی نیابت کی حالت میں بھی ایک مدت سے ترقی ہو رہی تھی مگر قانوناً اب پہلی مرتبہ اسے تسلیم کیا گیا تھا، اس سے بھی دارالعوام کی قوت و آزادی میں بہت ترقی ہو گئی تھی۔ قدیم احکام کی رو سے قصبات کے قائمقاموں کے لئے ضروری تھا کہ خود اہل قصبہ کی طرف سے منتخب ہوا کریں اور ہنری پنجم کے ایک قانون سے اس رواج کو قوت حاصل ہو گئی تھی مگر اس قانون کے نفاذ کی ضرورت خود یہ ظاہر کرتی ہے کہ بہ کثرت اس رواج کے خلاف عمل ہونے لگا تھا، اور الزبتھ کے وقت تک قصبات کی بہت زیادہ جگہیں بیرونی اشخاص سے پُر ہوچکی تھیں۔ یہ لوگ اکثر گرد و نواح کے بڑے بڑے امرا کے نامزد کردہ ہوتے تھے، مگر زیادہ تر صاحب دولت اور اعلیٰ خاندانوں کے افراد ہوتے تھے اور سیاسی اغراض سے پارلیمنٹ میں داخل ہوتے تھے۔ یہ لوگ اپنے قبل کے خاموش تاجروں کے بہ نسبت بادشاہ کے مقابلہ میں زیادہ دلیری و آزادی سے کام لیتے تھے۔ پس در حقیقت ہنری کے عہد کے ختم ہوتے ہوتے دارالعوام کا انداز بدل چکا تھا، اور اس لئے اڈورڈ و میری دونوں کو یہ کرنا پڑا کہ تاج کے اختیار خاص سے کام لیکر نئے تعداد قصبات معین کر دیں اور جدید حلقہ جات انتخاب سے ارکان طلب کریں۔ یہ حلقے محض چھوٹے چھوٹے قریے اور بالکل بادشاہ کے

اختیار میں ہوتے تھے - اڈورڈ و میری کے بعد بھی "پارلیمنٹ کی اس بھرتی" کے جاری رکھنے کی ضرورت باقی تھی - الزبتھ نے اس قسم کے باسٹھ ارکان پارلیمنٹ میں بلائے تھے اور اس کثرت تعداد ہی سے ثابت ہوتا ہے کہ حکومت کے لئے کام چلانے کے لائق کثرت رائے حاصل کرنے میں مشکلات بڑھتے جاتے تھے۔

الزبتھ اور پارلیمنٹ

اگر الزبتھ کا زمانہ امن کا زمانہ ہوتا تو اسے اپنی کفایت شعاری کی وجہ سے کبھی پارلیمنٹ کے بلانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی مگر اس کے عہد کے خطرات نے بار بار اسے روپیہ طلب کرنے کے لئے مجبور کیا اور ہر مرتبہ ایوانہائے پارلیمنٹ کا لہجہ بلند و بلند تر ہوتا گیا - آئینی طور پر کرامول کے طرز عمل کو یہ فوقیت حاصل تھی کہ عین اس زمانے میں کہ انگلستان کی آزادی خطرے میں پڑی ہوئی تھی اس نے خود اپنے خود مختارانہ حکومت کے اغراض پورے کرنے کے لئے رقم کی منظوری، نفاذ قوانین، شکایت پر غور کرنے اور ان کے متعلق درخواست دینے کے لئے پارلیمنٹ کے قدیم روائتی حقوق کی متواتر مثالیں پیش کیں - اس کے بعد یہ حقوق تو بحال خود باقی رہ گئے مگر جس قوت نے ان حقوق کو اپنی مطلق العنانی کا ذریعہ بنا لیا تھا وہ سال بسال کمزور ہوتی گئی - نہ صرف یہ ہوا کہ کرامول ہی کی پارلیمنٹ کی طرح الزبتھ کی پارلیمنٹ نے بھی اپنے اختیارات کو کامل طور پر استعمال کیا بلکہ سیاسی و مذہبی طاقتیں جنہیں وہ سختی کے

ساتھ روکنا چاہتی تھی اس پر برابر دباؤ ڈالتی رہیں اور بہت جلد انہوں نے نئے حقوق کا دعوی شروع کر دیا۔ باوجودیکہ پارلیمنٹ کا اجلاس بہت کم ہوتا تھا اور باوجودیکہ دھمکی، قید اور عیارانہ طریقوں سے کام لیا جاتا تھا پھر بھی پارلیمنٹ نے چپکے ہی چپکے ایسی قوت حاصل کرلی کہ اپنی تخت نشینی کے وقت ملکہ کو خواب میں بھی نظر نہ آیا ہوگا کہ پارلیمنٹ بھی ایسی قوت رکھتی ہے۔ رفتہ رفتہ دارالعوام نے یہ حق حاصل کر لیا کہ اس کے ارکان اس کی اجازت کے بغیر گرفتار نہیں کئے جاسکتے۔ نیز یہ کہ دارالعوام کے اندر ارکان سے جو جرم سرزد ہو اس کی سزا دینے اور ارکان کو ایوان سے خارج کرنے اور انتخابات کے متعلق تمام معاملات کے طے کرنے کا حق خود پارلیمنٹ ہی کو حاصل ہوگا۔ آزادی تقریر کا مطالبہ نسبتاً اہم تھا اس بحث کے دوران میں متواتر چھوٹے چھوٹے ایسے مناقشے پیش آئے جس سے الزبتھ کی مطلق العنانی کی دلی خواہش ظاہر ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس مطلق العنانی کے مقابل قوت کو بھی وہ محسوس کرتی ہے۔ ڈارنلے کے عقد کے نہایت ہی
۱۵۶۶ نازک موقع پر مسئلہ جانشینی پر بحث کرنے کے متعلق شاہی ممانعت صادر ہوگئی تھی مگر مسٹر ڈالٹن نے اسکی کچھ پروا نہ کی اور ملکہ اسکاٹلینڈ کے حق جانشینی کو علی الاعلان باطل قرار دیا۔ الزبتھ نے فی الفور اس کی گرفتاری کا حکم دیا مگر دارالعوام نے اپنی آزادی کو کام میں لانے کی درخواست کی اور ملکہ نے اسے

چھوڑ دیا۔ مسٹر اسٹر کلینڈ نے کتاب "عبادت عامہ" کی ترمیم کے لئے ایک مسودہ پیش کیا تھا، اس کے نسبت بھی الیزبتھ نے یہ حکم دیا کہ وہ دارالعوام میں نہ آئے مگر جب اس نے دیکھا کہ دارالعوام اس کے واپس بلانے پر تلا ہوا ہے تو اس نے معاً اپنا حکم واپس لے لیا۔ دوسری طرف دارالعوام میں ابھی تک یہ جھجک باقی تھی کہ الیزبتھ کے نگرانی تقریر کے دعوے کا وہ مسلسل مقابلہ کرسکتا ہے یا نہیں۔ پیٹر ونٹورتھ نے جب اس
۱۵۷۵ پر دلیرانہ اعتراض کیا تو خود دارالعوام نے اسے ٹاور میں بھیجدیا۔ بعد کی ایک پارلیمنٹ میں اس نے اس سے بھی زیادہ ایک دلیرانہ سوال یہ پیش کیا کہ "آیا اس مجلس کا ہر ایک رکن بے روک ٹوک آزادی کے ساتھ مسودہ قانون کی صورت میں یا تقریر کے ذریعہ سے دولت عامہ کی کسی شکایت پر بحث کرسکتا ہے یا نہیں" اس کا نتیجہ یہ ہوا مجلس شاہی نے اسے دوبارہ قید کر دیا، پارلیمنٹ کے دوران قیام تک وہ قید ہی میں رہا اور پارلیمنٹ
۱۵۸۸ نے اس معاملہ میں دخل دینے سے انکار کر دیا۔ لیکن دارالعوام کو اگرچہ فرداً فرداً مقررین کے استحقاق کے دعوی میں کسی قدر تذبذب تھا مگر وہ ان وسیع تر اختیارات کے دعوے پر استقلال کے ساتھ جما ہوا تھا جو کراموں کی طرز عمل سے اسے حاصل ہو گئے تھے۔ دور ٹیوڈر کے ارباب حکومت تین اہم امور یعنی، تجارت، مذہب،
دارالعوام کے دعادی اور سلطنت کے معاملات کو اصولاً بالکل بادشاہ کے حد اختیار میں سمجھتے تھے۔ لیکن عملاً اس قسم کے معاملات برابر پارلیمنٹ میں

ساتھ روکنا چاہتی تھی اس پر برابر دباؤ ڈالتی رہیں اور بہت جلد انہوں نے نئے حقوق کا دعوی شروع کر دیا۔ باوجودیکہ پارلیمنٹ کا اجلاس بہت کم ہوتا تھا اور باوجودیکہ دھمکی، قید اور عیارانہ طریقوں سے کام لیا جاتا تھا پھر بھی پارلیمنٹ نے چپکے ہی چپکے ایسی قوت حاصل کرلی کہ اپنی تخت نشینی کے وقت ملکہ کو خواب میں بھی نظر نہ آیا ہوگا کہ پارلیمنٹ بھی ایسی قوت رکھتی ہے۔ رفتہ رفتہ دارالعوام نے یہ حق حاصل کر لیا کہ اس کے ارکان اس کی اجازت کے بغیر گرفتار نہیں کئے جاسکتے۔ نیز یہ کہ دارالعوام کے اندر ارکان سے جو جرم سرزد ہو اس کی سزا دینے اور ارکان کو ایوان سے خارج کرنے اور انتخابات کے متعلق تمام معاملات کے طے کرنے کا حق خود پارلیمنٹ ہی کو حاصل ہوگا۔ آزادی تقریر کا مطالبہ نسبتاً اہم تھا اس بحث کے دوران میں متواتر چھوٹے چھوٹے ایسے مناقشے پیش آئے جس سے الیزبتھ کی مطلق العنانی کی دلی خواہش ظاہر ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس مطلق العنانی کے مقابل قوت کو بھی وہ محسوس کرتی ہے۔ ڈارنلے کے عقد کے نہایت ہی نازک موقع پر مسئلہ جانشینی پر بحث کرنے کے متعلق شاہی ممانعت صادر ہوگئی تھی مگر مسٹر ڈالٹن نے اسکی کچھ پروا نہ کی ۱۵۶۶
اور ملکہ اسکاٹلینڈ کے حق جانشینی کو علی الاعلان باطل قرار دیا۔ الیزبتھ نے فی الفور اس کی گرفتاری کا حکم دیا مگر دارالعوام نے اپنی آزادی کو کام میں لانے کی درخواست کی اور ملکہ نے اسے

چھوڑ دیا۔ مسٹر اسٹرکلینڈ نے کتاب "عبادت عامہ" کی ترمیم
کے لئے ایک مسودہ پیش کیا تھا، اس کے نسبت بھی الیزبتھ
نے یہ حکم دیا کہ وہ دارالعوام میں نہ آئے مگر جب اس نے
دیکھا کہ دارالعوام اس کے واپس بلانے پر تلا ہوا ہے تو اس نے
معاً اپنا حکم واپس لے لیا۔ دوسری طرف دارالعوام میں ابھی تک
یہ جھجک باقی تھی کہ الیزبتھ کے نگرانی تقریر کے دعوے کا
وہ مسلسل مقابلہ کرسکتا ہے یا نہیں۔ پیٹر ونٹورتھ نے جب اس
۱۵۷۵ پر دلیرانہ اعتراض کیا تو خود دارالعوام نے اسے ٹاور میں بھیجدیا۔
بعد کی ایک پارلیمنٹ میں اس نے اس سے بھی زیادہ ایک دلیرانہ
سوال یہ پیش کیا کہ "آیا اس مجلس کا ہر ایک رکن بے روک
ٹوک آزادی کے ساتھ مسودہ قانون کی صورت میں یا تقریر کے
ذریعہ سے دولت عامہ کی کسی شکایت پر بحث کرسکتا ہے یا
نہیں" اس کا نتیجہ یہ ہوا مجلس شاہی نے اسے دوبارہ قید
کر دیا، پارلیمنٹ کے دوران قیام تک وہ قید ہی میں رہا اور پارلیمنٹ
۱۵۸۸ نے اس معاملہ میں دخل دینے سے انکار کر دیا۔ لیکن دارالعوام
کو اگرچہ فرداً فرداً مقررین کے استحقاق کے دعوی میں کسی قدر تذبذب تھا
مگر وہ ان وسیع تر اختیارات کے دعوے پر استقلال کے ساتھ
جما ہوا تھا جو کرامول کی طرز عمل سے اسے حاصل ہو گئے تھے۔
دور ٹیوڈر کے ارباب حکومت تین اہم امور یعنی، تجارت، مذہب،
دارالعوام کے دعاوی اور سلطنت کے معاملات کو اصولاً بالکل بادشاہ کے حد اختیار میں
سمجھتے تھے۔ لیکن عملاً اس قسم کے معاملات برابر پارلیمنٹ میں

زیر بحث آتے رہتے تھے، ملک کا تمام مذہبی نظم و نسق خود الزبتھ کا استحقاق حکومت، سب پارلیمنٹ ہی کے قوانین پر مبنی تھا، اس کے ابتدائی عہد میں جب پارلیمنٹ نے کسی جانشین کے اعلان کرنے اور ملکہ کے عقد کر لینے کے لئے درخواست دی تو الزبتھ نے پارلیمنٹ کو جھڑکی بتائی اور جواب سے پہلو تہی کرتی رہی مگر ان "معاملات سلطنت" میں دارالعوام کے دخل دہی کے حق سے انکار کرنا غیر ممکن تھا۔ جانشینی کا مسئلہ اس قدر اہم ہو گیا تھا کہ اس کا صرف الزبتھ کی مجلس کے کمرے میں ۱۵۵۹
بند رہنا ممکن نہ تھا۔ ۱۵۶۶ء کی پارلیمنٹ نے اس مطالبہ کو زیادہ تحکمانہ طریقہ پر دوبارہ پیش کیا۔ وہ اس درخواست کے حقیقی خطرے کو سمجھتی تھی اور یہ احساس اس کے طبعی مطلق العنانی سے ملکر ایک غضبناک جوش پیدا کر دینے کا باعث ہوا، عقد کر لینے کا تو اس نے اقرار کر لیا مگر جانشینی کے مسئلہ پر بحث کرنے کی اس نے قطعی ممانعت کر دی ونٹورتھ نے فوراً ہی دارالعوام میں کھڑے ہوکر کہا کہ "آیا اس قسم کی ممانعت پارلیمنٹ کی آزادی کے خلاف ہے یا نہیں"۔ اس سوال پر مباحثہ کا ہنگامہ گرم ہو گیا۔ ملکہ کا ایک تازہ تحکمانہ پیغام یہ آیا کہ زیادہ بحث نہ کی جائے مگر اس حکم کا جواب یہ دیا گیا کہ اس معاملہ پر غور کرنے کی اجازت طلب کی گئی۔ الزبتھ کی دور اندیشی نے اسے سمجھا دیا کہ اب قدم پیچھے ہٹانے کی ضرورت ہے اس نے

اعتراضاً یہ کہا کہ "وہ انہیں جو آزادی حاصل ہو چکی ہے اس پر وہ ذرا بھی اثر ڈالنا نہیں چاہتی" اور بحث نہ کرنے کے متعلق "حکم" کے بجائے "درخواست" کا لفظ استعمال کر کے اس نے دارالعوام کو نرم کر دیا۔ اس شاندار رعایت نے ارکان دارالعوام کو مطیع کر دیا اور انہوں نے نہایت مسرت اور دلی دعاؤں اور شکریہ کے ساتھ اس پیغام کو قبول کیا۔ مگر اس سے اس فتح کی اصلیت میں فرق نہیں آیا "شاہی جدید" کے شروع ہونے کے وقت سے بادشاہ اور دارالعوام کے درمیان کبھی اس قسم کی کشمکش نہیں ہوئی تھی اور اس کشمکش کا خاتمہ معناً شاہی شکست پر ہوا۔ یہ فتح ایک دوسرے دعوی کی تمہید تھی جو الیزبتھ کو اسی قدر ناگوار تھا، کلیسا کا نظم و نسق اگرچہ فی الحقیقت پارلیمنٹ کے قوانین پر مبنی تھا مگر تمام شاہانِ ٹیوڈر کی طرح الیزبتھ کو بھی اصولاً یہ دعویٰ تھا کہ اس کا مذہبی تفوق ایک خالص شخصی طاقت ہے، اور اس کے طریق عمل میں پارلیمنٹ کیا مجلس شاہی تک کو کوئی دخل نہیں ہے لیکن ٹسٹ ایکٹ (قانون اختبار مذہبی) کے ذریعہ سے کیتھولک مقررین کا اخراج اور طبقہ زمینداران میں بہ ہئیت مجموعی اصول پیورٹین کی ترقی کے باعث دارالعوام اور مجلس شاہی کا انداز یوماً فیوماً پروٹسٹنٹ کا سا ہوتا جاتا تھا، سب جانتے تھے کہ جس "تفوق مذہبی" کو اس شدومد سے پارلیمنٹ کی مداخلت سے بچایا جاتا تھا خود وہ تفوق پارلیمنٹ ہی کے ایک قانون سے بادشاہ

زیر بحث آتے رہتے تھے، ملک کا تمام مذہبی نظم و نسق خود الیزبتھ کا استحقاق حکومت، سب پارلیمنٹ ہی کے قوانین پر مبنی تھا، اس کے ابتدائی عہد میں جب پارلیمنٹ نے کسی جانشین کے اعلان کرنے اور ملکہ کے عقد کر لینے کے لئے درخواست دی تو الیزبتھ نے پارلیمنٹ کو جھڑکی بتائی اور جواب سے پہلو تہی کرتی رہی مگر ان "معاملات سلطنت" میں دارالعوام کے دخل دہی کے حق سے انکار کرنا غیر ممکن تھا۔ جانشینی کا مسئلہ اس
۱۵۵۹ قدر اہم ہو گیا تھا کہ اس کا صرف الیزبتھ کی مجلس کے کمرے میں بند رہنا ممکن نہ تھا۔ ۱۵۶۶ء کی پارلیمنٹ نے اس مطالبہ کو زیادہ تحکمانہ طریقہ پر دوبارہ پیش کیا۔ وہ اس درخواست کے حقیقی خطرے کو سمجھتی تھی اور یہ احساس اس کے طبعی مطلق العنانی سے ملکہ ایک غضبناک جوش پیدا کر دینے کا باعث ہوا، عقد کر لینے کا تو اس نے اقرار کر لیا مگر جانشینی کے مسئلہ پر بحث کرنے کی اس نے قطعی ممانعت کر دی ونٹورتھ نے فوراً ہی دارالعوام میں کھڑے ہوکر کہا کہ "آیا اس قسم کی ممانعت پارلیمنٹ کی آزادی کے خلاف ہے یا نہیں"۔ اس سوال پر مباحثہ کا ہنگامہ گرم ہو گیا۔ ملکہ کا ایک تازہ تحکمانہ پیغام یہ آیا کہ زیادہ بحث نہ کی جائے مگر اس حکم کا جواب یہ دیا گیا کہ اس معاملہ پر غور کرنے کی اجازت طلب کی گئی۔ الیزبتھ کی دور اندیشی نے اسے سمجھا دیا کہ اب قدم پیچھے ہٹانے کی ضرورت ہے اس نے

اعتراضاً یہ کہا کہ "وہ انہیں جو آزادی حاصل ہو چکی ہے اس پر وہ ذرا بھی اثر ڈالنا نہیں چاہتی" اور بحث نہ کرنے کے متعلق "حکم" کے بجائے "درخواست" کا لفظ استعمال کرکے اس نے دارالعوام کو نرم کر دیا۔ اس شاندار رعایت نے ارکان دارالعوام کو مطیع کر دیا اور انہوں نے نہایت مسرت اور دلی دعاؤں اور شکریہ کے ساتھ اس پیغام کو قبول کیا۔ مگر اس سے اس فتح کی اصلیت میں فرق نہیں آیا "شاہی جدید" کے شروع ہونے کے وقت سے بادشاہ اور دارالعوام کے درمیان کبھی اس قسم کی کشمکش نہیں ہوئی تھی اور اس کشمکش کا خاتمہ صریحاً شاہی شکست پر ہوا۔ یہ فتح ایک دوسرے دعوی کی تمہید تھی جو الیزبتھ کو اسی قدر ناگوار تھا، کلیسا کا نظم و نسق اگرچہ فی الحقیقت پارلیمنٹ کے قوانین پر مبنی تھا مگر تمام شاہان ٹیوڈر کی طرح الیزبتھ کو بھی اصولاً یہ دعوی تھا کہ اس کا مذہبی تفوق ایک خالص شخصی طاقت ہے، اور اس کے طریق عمل میں پارلیمنٹ کیا مجلس شاہی تک کو کوئی دخل نہیں ہے لیکن ٹسٹ ایکٹ (قانون اختبار مذہبی) کے ذریعہ سے کیتھولک مقررین کا اخراج اور طبقہ زمینداران میں بہ ہئیت مجموعی اصول پیورٹین کی ترقی کے باعث دارالعوام اور مجلس شاہی کا انداز یوماً فیوماً پروٹسٹنٹ کا سا ہوتا جاتا تھا، سب جانتے تھے کہ جس "تفوق مذہبی" کو اس شد و مد سے پارلیمنٹ کی مداخلت سے بچایا جاتا تھا خود وہ تفوق پارلیمنٹ ہی کے ایک قانون سے بادشاہ

کو حاصل ہوا تھا۔ لیکن اس موقع پر ملکہ کو غلبہ حاصل
تھا کیونکہ وہ اپنی رعایا کے دونوں فریق کی مذہبی قائمقام
تھی اور دارالعوام صرف ایک فریق کا قائمقام تھا۔ ۱۵۷۱
اس نے اپنے اس موقع سے دلیرانہ فائدہ اٹھایا۔
زیادہ آگے بڑھے ہوئے پروٹسٹنٹوں نے "کتاب عبادت
عامہ" کی اصلاح کا ایک مسودہ پیش کیا تھا، اس
نے عکماً اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور روک رکھا۔
ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس فریق کا سب سے زیادہ صاف
گو شخص ونٹورتھ، ٹاور میں بھیجدیا گیا تھا اور بعد کی ایک
پارلیمنٹ میں اسپیکر (صدر پارلیمنٹ) کو صاف ممانعت کردی
گئی کہ کلیسا کی اصلاح اور دولت عامہ کے تغیر کے لئے
کوئی مسودہ قانون قبول نہ کرے۔ لیکن ان رکاوٹوں کے
باوجود اصلاح کی کوشش جاری رہی اور اگرچہ کلیسا کے ۱۵۹۲
متعلق مسودات کو ملکہ نا منظور کرتی رہی اور دارالامرا نہیں
خارج کرتا رہا مگر اس قسم کے مسودات ہر پارلیمنٹ میں
پیش ہی ہوتے رہے۔ معاملات تجارت کے متعلق اختیارات
شاہی پر حملہ کرنے کے لئے خوش قسمتی سے دارالعوام کو
ایک اچھا موقع ہاتھ آگیا "پروانگی" اور "اجاروں"
کی وجہ سے اندرونی و بیرونی تجارتوں میں دقتیں پیدا
ہو رہی تھیں، ان کے متعلق جب شکائتیں ہوئیں تو اولاً
وہ شاہی حکم سے روک دی گئیں کیونکہ اس حکم کے

بموجب یہ مسائل نہ تو دارالعوام کے حدود بحث میں داخل تھے اور نہ ان کی سمجھ میں آسکتے تھے۔ جب بیس برس بعد اس معاملہ میں پھر حرکت پیدا ہوئی تو خزانہ کے "ناجائز وصولی رقم کی شکایت پر" ایک بڑے شخص نے سر اڈورڈ ہابی کو سختی کے ساتھ ڈانٹ بتائی مگر اس جھڑکی کے باوجود اس کا پیش کیا ہوا مسودہ دارالامرا میں بھیجدیا گیا اور الیزبتھ کے عہد کے ختم ہوتے ہوتے ان شکایتوں کی ترقی سے عام لوگوں میں جو غصہ پیدا ہو گیا تھا اس نے دارالعوام میں یہ قوت پیدا کر دی کہ وہ اس معاملہ میں قطعی کارروائی اختیار کرے۔ اجاروں کی منسوخی کے قانون کے متعلق وزرا کی مخالفت کچھ سودمند ثابت نہ ہوئی اور چار روز کے سخت مباحثہ کے بعد الیزبتھ کی معاملہ فہمی نے اسے سمجھا دیا کہ اب دب جانا ہی بہتر ہے۔ اس نے حسب معمول اپنی قابلیت سے کام لیا۔ اس خرابی کے واقع ہونے سے اب تک اپنی لاعلمی ظاہر کی اور دارالعوام کی مداخلت کے لئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور جس قدر اجارے اس نے دیئے تھے سب کو ایک ضرب میں پاش پاش کر دیا۔

کو حاصل ہوا تھا۔ لیکن اس موقع پر ملکہ کو غلبہ حاصل
تھا کیونکہ وہ اپنی رعایا کے دونوں فریق کی مذہبی قائمقام
تھی اور دارالعوام صرف ایک فریق کا قائمقام تھا۔ ۱۵۷۱
اس نے اپنے اس موقع سے دلیرانہ فائدہ اٹھایا۔
زیادہ آگے بڑھے ہوئے پروٹسٹنٹوں نے "کتاب عبادت
عامہ" کی اصلاح کا ایک مسودہ پیش کیا تھا، اس
نے حکماً اسے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور روک رکھا۔
ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس فریق کا سب سے زیادہ صاف
گو شخص ونٹورتھ، ٹاور میں بھیجدیا گیا تھا اور بعد کی ایک
پارلیمنٹ میں اسپیکر (صدر پارلیمنٹ) کو صاف ممانعت کردی
گئی کہ کلیسا کی اصلاح اور دولت عامہ کے تغیر کے لئے
کوئی مسودہ قانون قبول نہ کرے۔ لیکن ان رکاوٹوں کے
باوجود اصلاح کی کوشش جاری رہی اور اگرچہ کلیسا کے ۱۵۹۳
متعلق مسودات کو ملکہ نا منظور کرتی رہی اور دارالامرا نہیں
خارج کرتا رہا مگر اس قسم کے مسودات ہر پارلیمنٹ میں
پیش ہی ہوتے رہے۔ معاملات تجارت کے متعلق اختیارات
شاہی پر حملہ کرنے کے لئے خوش قسمتی سے دارالعوام کو
ایک اچھا موقع ہاتھ آگیا "پروانگی" اور "اجاروں"
کی وجہ سے اندرونی و بیرونی تجارتوں میں دقتیں پیدا
ہو رہی تھیں، ان کے متعلق جب شکائتیں ہوئیں تو اولاً
وہ شاہی حکم سے روک دی گئیں کیونکہ اس حکم کے

بموجب یہ مسائل نہ تو دارالعوام کے حدود بحث میں داخل تھے اور نہ ان کی سمجھ میں آسکتے تھے ۔ جب بیس برس بعد اس معاملہ میں پھر حرکت پیدا ہوئی تو خزانہ کے "ناجائز وصولی رقم کی شکایت پر" ایک بڑے شخص نے سر اڈورڈ ہابی کو سختی کے ساتھ ڈانٹ بتائی مگر اس جھڑکی کے باوجود اس کا پیش کیا ہوا مسودہ دارالامرا میں بھیجدیا گیا اور الیزبتھ کے عہد کے ختم ہوتے ہوتے ان شکایتوں کی ترقی سے عام لوگوں میں جو غصہ پیدا ہو گیا تھا اس نے دارالعوام میں یہ قوت پیدا کر دی کہ وہ اس معاملہ میں قطعی کارروائی اختیار کرے ۔ اجاروں کی منسوخی کے قانون کے متعلق وزرا کی مخالفت کچھ سود مند ثابت نہ ہوئی اور چار روز کے سخت مباحثہ کے بعد الیزبتھ کی معاملہ فہمی نے اسے سمجھا دیا کہ اب دب جانا ہی بہتر ہے ۔ اس نے حسب معمول اپنی قابلیت سے کام لیا ۔ اس خرابی کے واقع ہونے سے سے اب تک اپنی لاعلمی ظاہر کی اور دارالعوام کی مداخلت کے لئے ان کا شکریہ ادا کیا ۔ اور جس قدر اجارے اس نے دیئے تھے سب کو ایک ضرب میں پاش پاش کر دیا ۔

جزو ششم

آرمیڈا

۱۵۸۸-۱۵۷۲

(اسناد- پیروان مذہب کیتھولک کی عام تاریخ ڈاڈ کی تصنیف میں دی گئی ہے۔ فادر مارس کی شائع کردہ کتاب- ہمارے کیتھولک آبا و اجداد کے مشکلات (The Troubles of our Catholic Forefathers) بھی دیکھنا چاہیے اور فرقہ جزوئٹ کے لئے مور کی کتاب تاریخ انجمنہائے جزوئیٹ (Historia Provinciae Anglieanae Societatic Jesu) بھی دیکھنا چاہیے۔ ان کتابوں کے ساتھ مسٹر سمسن کی سوانح عمری کیمپین کا بھی اضافہ کرنا چاہیے)۔

جدید اصول پروٹسٹنٹ

دولت اور معاشرتی قوت کی جس حیرت انگیز ترقی کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اس کے ساتھ ہی ساتھ قوم کے مذہبی طور و طریق میں بھی نمایاں فرق پیدا ہوگیا تھا۔ ملکہ کی تخت نشینی کے وقت رعایائے ملک میں سے تین چوتھائی حصے کا مذہب کیتھولک تھا مگر یہ قدیمی طریق مذہب خاموشی کے ساتھ مٹتا گیا اور ویسی ہی خاموشی کے ساتھ بالکل بے عزم و ارادہ پروٹسٹنٹ طریق رائج ہوتا گیا۔ اسکے عہد کے اختتام پر ملک کے جن حصوں میں قدیم عقیدہ اپنی سابقہ

قوت کے ساتھ قائم تھا وہ صرف شمال مغرب کے حصے تھے یہ حصے اس زمانے میں سلطنت بھر میں سب سے زیادہ مفلس اور سب سے زیادہ کم آباد تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اس تغیر کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ کیتھولک پادری جس قدر مرتے جاتے تھے ان کی جگہوں پر پروٹسٹنٹ مقرر ہوتے جاتے تھے۔ دیہات کے پرانے پادریوں نے اگرچہ عبادت و عقائد کی ان مختلف شکلوں کو قبول کرلیا تھا جو "اصلاح" نے عائد کی تھیں مگر دل میں وہ اس کے خلاف ہی تھے۔ میری نے جو اڈورڈ کے تغیرات کو پلٹ دیا تھا اس لئے انہیں امید تھی کہ کوئی کیتھولک جانشیں الزبتھ کے تغیرات کو بھی پلٹ دے گا۔ اس اثنا میں وہ چھوٹے چغے کے بجائے نیچے نیچے سفید چغے اور قدیم کتاب کے بجائے جدید کتاب کے استعمال کرنے پر بھی قانع ہو گئے تھے۔ لیکن اگرچہ وہ منبر پر کتب مواعظ کے پڑھنے پہ مجبور تھے مگر ان کی تعلیم کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ انکے لئے یہ آسان تھا کہ نئی طرز عبادت پر وہ ایسی حقارت کا اظہار کریں کہ قدیم طرز کی عبادت کرنے والے اسے دو زمانہ کرسمس (میلاد مسیح) کا کھیل سمجھ لیں مگر بیس برس کے زمانے میں یکے بعد دیگرے ان پادریوں کی جگہیں خالی ہوتی گئیں۔ ۱۵۷۹ء میں ملکہ نے اپنے میں اتنی قوت دیکھی کہ وہ پہلی بار یونیفارمٹی ایکٹ (قانون اتفاق) کے عام نفاذ کا حکم دے سکے۔ پارکر اور دوسرے اساقفہ بہت سختی سے اس کی نگرانی کرتے تھے اور اس سے

جزو ششم

آرمیڈا

۱۵۷۲-۱۵۸۸

[اسناد۔ پیروان مذہب کیتھولک کی عام تاریخ ڈاڈ کی تصنیف میں دی گئی ہے۔ فادر مارس کی شائع کردہ کتاب۔ ہمارے کیتھولک آبا و اجداد کے مشکلات (The Troubles of our Catholic Forefathers) بھی دیکھنا چاہئے اور فرقہ جزوئٹ کے لئے مور کی کتاب تاریخ انجمنہائے جزوئیٹ (Historia Provinciae Anglieanae Societatic Jesu) بھی دیکھنا چاہئے۔ ان کتابوں کے ساتھ مسٹر سمسن کی سوانح عمری کیمپین کا بھی اضافہ کرنا چاہئے]۔

جدید اصول پروٹسٹنٹ دولت اور معاشرتی قوت کی جس حیرت انگیز ترقی کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اس کے ساتھ ہی ساتھ قوم کے مذہبی طور و طریق میں بھی نمایاں فرق پیدا ہوگیا تھا۔ ملکہ کی تخت نشینی کے وقت رعایائے ملک میں سے تین چوتھائی حصے کا مذہب کیتھولک تھا مگر یہ قدیمی طریق مذہب خاموشی کے ساتھ مٹتا گیا اور ویسی ہی خاموشی کے ساتھ بالکل بے عزم و ارادہ پروٹسٹنٹ طریق رائج ہوتا گیا۔ اسکے عہد کے اختتام پر ملک کے جن حصوں میں قدیم عقیدہ اپنی سابقہ

قوت کے ساتھ قائم تھا وہ صرف شمال مغرب کے حصے تھے یہ حصے اس زمانے میں سلطنت بھر میں سب سے زیادہ مفلس اور سب سے زیادہ کم آباد تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اس تغیر کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ کیتھولک پادری جس قدر مرتے جاتے تھے ان کی جگہوں پر پروٹسٹنٹ مقرر ہوتے جاتے تھے۔ دیہات کے پرانے پادریوں نے اگرچہ عبادت و عقائد کی ان مختلف شکلوں کو قبول کرلیا تھا جو "اصلاح" نے عائد کی تھیں مگر دل میں وہ اس کے خلاف ہی تھے۔ میری نے جو اڈورڈ کے تغیرات کو پلٹ دیا تھا اس لئے انہیں امید تھی کہ کوئی کیتھولک جانشیں الزبتھ کے تغیرات کو بھی پلٹ دے گا۔ اس اثنا میں وہ چھوٹے چغے کے بجائے نیچے نیچے سفید چغے اور قدیم کتاب کے بجائے جدید کتاب کے استعمال کرنے پر بھی قانع ہو گئے تھے۔ لیکن اگرچہ وہ منبر پر کتب مواعظ کے پڑھنے پہ مجبور تھے مگر ان کی تعلیم کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ انکے لئے یہ آسان تھا کہ نئی طرز عبادت پر وہ ایسی حقارت کا اظہار کریں کہ قدیم طرز کی عبادت کرنے والے اسے وہ زمانہ کرسمس (میلاد مسیح) کا کھیل سمجھ لیں مگر بیس برس کے زمانے میں یکے بعد دیگرے ان پادریوں کی جگہیں خالی ہوتی گئیں۔ ۱۵۷۹ء میں ملکہ نے اپنے میں اتنی قوت دیکھی کہ وہ پہلی بار یونیفارمٹی ایکٹ (قانون اتفاق) کے عام نفاذ کا حکم دے سکے۔ پارکر اور دوسرے اساقفہ بہت سختی سے اس کی نگرانی کرتے تھے اور اس سے

یہ یقین ہوگیا تھا کہ مرنے والے پادریوں کی جگہ پر جو نئے پادری مقرر ہوتے ہیں وہ صرف ظاہری طور پر نہیں بلکہ دل سے اس نئے عقیدے سے اتفاق کریں گے دیہات کے بیشتر نئے پادری اپنے عقیدے اور تعلیم میں صرف پروٹسٹنٹ ہی نہیں تھے بلکہ اس معاملے میں ان کا جوش حد سے بڑھا ہوا تھا۔ منبروں پر وعظ کی بندش کی اب ضرورت نہیں رہی تھی یہ قید از خود رفع ہوگئی اور نوجوان پادریوں نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ وعظ کہنا شروع کیا جس کے اثر سے نئی نسل کے خیالات بالکل اسی سانچے میں ڈھل گئے لیکن ان کے وعظ سے زیادہ ان کے اخلاق کا اثر پڑا۔ ہنری کے عہد میں پادری زیادہ تر جاہل اور عیاش تھے اور اڈورڈ نیز الزبتھ کے اوائل عہد میں حریص پروٹسٹنٹ جن پادریوں کو مقرر کرتے تھے وہ اخلاق کے اعتبار سے اپنے کیتھولک رقیبوں سے بھی گئے گزرے تھے۔ لیکن پیہم مقتدایان اعظم کی مسلسل کوششوں نے آخر نتیجہ پیدا کیا۔ ان کوششوں میں انہیں اپنے وقت کے عام جوش ترقی و اخلاق کی سطح کی بلندی سے بھی مدد مل گئی تھی۔ چنانچہ الزبتھ کے عہد کے آخر تک پادریوں کی اخلاقی کیفیت اور معاشرتی انداز بہت کچھ بدل گیا۔ پادریوں کے طبقے میں اب ہکر کے سے عالم موجود تھے اور جن تبذل بیہودگیوں نے پادریوں کو عموماً ذلیل کر رکھا تھا وہ اب زیادہ تر دفع ہوگئی تھیں۔ کسی شماتت کرنے والے پیورٹین کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ الزبتھ کے پادریوں

پر شرابخواری اور بداطواری کی ویسے ہی الزامات عائد کرسکے جن الزاموں سے پروٹسٹنٹ ہنری کے پادریوں کو بدنام کیا کرتے تھے۔ لیکن نئے پادریوں کے اس اقتدار میں انگریزوں کے خیالات کے نئے انقلاب کا اثر بھی بہت کچھ شامل تھا۔ نئے علم ادب کی ابتدائی نشوونما کی کیفیت ہم ابھی ابھی بیان کرچکے ہیں، اس کی انتہا یہ تھی کہ شکسپیر اور بیکن کے سے لوگ پیدا ہوگئے۔ ابتدائی مدارس سے طبقات متوسط اور دیہات کے شرفا میں نئی معلومات اور ذہنی قوت پیدا ہو رہی تھی دارالعلوموں کا طور و طریق بھی ملکہ کے عہد کے ساتھ ہی ساتھ بدلتا جاتا تھا اور اس کے انداز و اطوار کو عام قوم کا معیار سمجھنا نامناسب نہوگا۔ اس عہد کے شروع میں آکسفورڈ "پیروان پوپ کا ملجا و ماویٰ" تھا اور اس کے بہترین طلبہ کیتھولک خانقاہوں کی تقویت کا باعث ہوتے تھے۔ مگر اختتام عہد تک دارالعلوم فرقہ پیوریٹن کا جولانگاہ بن گیا تھا، اور وہاں سب کے سب کالون کے سخت ترین عقائد کے حامی تھے۔ اس میں شک نہیں کہ زمانے کے سیاسی حالات نے اس تحریک کی رفتار کو تیز کردیا تھا۔ الزبتھ کے دور حکمرانی میں انگریزوں کے دلوں میں جذبۂ وفاداری یوماً فیوماً زور پکڑتا جاتا تھا اور حکم معزولی کی وجہ سے روما الزبتھ کے دشمنوں میں سب سے مقدم سمجھا جانے لگا تھا۔ میری کے گرد وپیش جو سازشیں ہو رہی تھیں ان کا الزام پوپ پر لگایا جاتا تھا لوگ اس سے باخبر تھے کہ پوپ فرانس و اسپین پر زور دے رہا تھا کہ وہ اس زندیق

سلطنت کو فتح کرلیں۔ بہت ہی جلد وہ وقت آیا کہ اس نے
آرمیڈا کو دعائے برکت دی اس لئے اب اپنے مذہبی عقائد
کو قائم رکھکر اپنی ملکہ کی وفاداری اور اپنے ملک کی خیرخواہی
ہر کیتھولک کے لئے روز بروز دشوار ہوتی جاتی تھی۔ عام
لوگوں پر عقل و رائے کی بہ نسبت جذبات کا اثر زیادہ پڑتا
ہے وہ آہستہ آہستہ ان لوگوں کی جانب ڈھلتے جاتے ہیں جنہیں
حب الوطنی، ظلم کے برخلاف آزادی، اور اسپین کے مقابلے میں
انگلستان کی حمایت کا جوش موجزن تھا، انہیں اس سے
بحث نہیں تھی کہ ان لوگوں کا مذہبی خیال کیا تھا رودبار کے
دوسری جانب کیتھولکوں کو جو کامیابیاں حاصل ہورہی تھیں اس
سے مذہبی خیال کی اس خاموشانہ رفتار میں اور تیزی پیدا
ہوتی جاتی تھی۔ الوا کی خونریزیوں اور عید سنٹ بارتھولومو کے
روز پیرس کے قتل عام کی ہیبتناک کیفیتیں میری کے زمانے کی ۱۵۷۲ء
خونریزیوں کی یاد تازہ کررہی تھیں۔ اس دار و گیر کے زمانے میں
جان فاکس، انگلستان سے بھاگ گیا تھا۔ واپس آکر اس نے
دوسرے ممالک کے پروٹسٹنٹوں کی مصیبتوں کو نہایت ہی دردآمیز
طور پر بیان کیا۔ اس کی تصنیف "کتاب شہدا" شاہی
حکم سے تمام گرجوں میں رکھدی گئی کہ عام طور پر پڑھی جائے
یہ کتاب گرجوں تک محدود نہیں رہی بلکہ ہر انگریز کے گھر کی
الماری پر پہنچ گئی۔ عقائد اصلاح کے قبول کرنے میں شہروں
کے تاجر سب پر سبقت لے گئے تھے مگر جب بحر اعظم کے بناہ گزین

انگلستان میں آکر دکانوں اور بازاروں میں اپنی مصیبتوں کے قصے سنانے لگے تو ان تاجروں کا یہ نیا عقیدہ جوش جنوں کی حد تک پہنچ گیا۔ فلینڈرز کے ہزار ہا جلاوطنوں نے سنک پورٹز میں پناہ لی، انٹورپ کے ایک ہتائی سوداگر لندن کے نئے اکسچینج میں نظر آتے تھے اور فرانسیسی ہوگناٹ کے ایک گرجا کے لئے کلیسائے کینٹربری کے حدود میں جگہ دی گئی یہ گرجا ابتک قائم ہے۔

درسگاہی پادری

اپنے مذہبی طرز عمل میں الزبیتھ زیادہ تر وقت پر اعتماد کرتی تھی اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ وقت اس کے اس اعتماد کو حق بجانب ثابت کر رہا تھا۔ عقیدے اور عبادت دونوں میں اِس کا بین بین طریقہ، پرانے پادریوں کے مرنے پر ان کے بجائے پروٹسٹنٹ پادریوں کا خاموشی کے ساتھ مقرر کرتے جانا، علٰحدگی اختیار کرنے والوں کو کم از کم سلطنت کے مسلّمہ مذہب سے اتفاق اور سلطنت کی مقررہ عبادت کی شرکت پر جرمانے کے ذریعے سے مجبور کردینا ایسا طرز عمل تھا جس سے آہستہ آہستہ انگلستان ایک نئے مذہب کے رنگ میں آتا جاتا تھا۔ اسمیں بھی شک نہیں کہ جن اخلاقی اثرات کا بیان ہوچکا ہے ان سے بھی اس میں بڑی مدد ملی، لیکن مذہب کیتھولک کا زوال بجائے خود کیتھولکوں میں ایک نئے جوش کے پیدا کردینے کا زبردست محرک بن گیا۔ بادشاہوں کی امداد سے ناامید ہوکر

انھوں نے اب اس ارتداد سے جان توڑ مقابلے کے لئے خود کمرِ ہمّت باندھی۔ ڈاکٹر الین ایک عالم شخص تھا اور قانون اتفاق کا حلف نہ اُٹھانے کی وجہ سے آکسفورڈ سے نکال دیا گیا تھا۔ اس نے اپنی پیش بینی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ ان قسیسیون کے مرنے کا کیا نتیجہ ہونے والا ہے جو میری کے عہد سلطنت کے ہیں پس ان کی جگھوں کے پُر کرنے کے لئے اس نے بمقام ڈوئے ایک درسگاہ قائم کی۔ کیتھولک اُمرا نے دل کھول کر اس نئے کالج کی مدد کی اور آکسفورڈ اور انگلستان کے ابتدائی مدارس کے فراریوں نے طلبہ کی ایک بڑی تعداد مہیا کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس درسگاہ کے تعلیم یافتہ قسیس بہت جلد انگلستان کے سواحل پر اُترنے ۱۵۷۶
لگے۔ ابتدا میں اگرچہ ان کی تعداد کم تھی مگر ان کی موجودگی کا فوری اثر یہ ہوا کہ کیتھولک اُمرا جو بتدریج انگریزی کلیسا کی طرف مائل ہوتے جاتے تھے وہ اس ارادے سے رُک گئے۔ الزبتھ کے لئے کوئی رکاوٹ اس سے زیادہ تکلیف دہ نہیں ہوسکتی تھی اور خطرے کے اندیشے سے اس کی اس نفرت میں اور زیادتی ہوگئی۔ فرمان معزولی کو اس نے پوپ کی طرف سے اعلان جنگ قرار دے دیا تھا اور اس کا ان ڈوئے کے قسیسوں کو پوپ کا جاسوس سمجھنا یک گونہ حق بجانب تھا۔ اس کے اوائل عہد میں کیتھولک ظلم و تشدد سے سوقت کے بہ نسبت زیادہ محفوظ تھے۔ اس کی کچھ وجہ تو یہ تھی کہ جو

امرا بطور جسٹس آف دی پیس (ناظمان امن) کے کام کرتے تھے وہ کیتھولکوں سے ہمدردی رکھتے تھے اور اس معاملے میں اغماض سے کام لیتے تھے لیکن زیادہ باعث یہ تھا کہ خود الیزبتھ مذہب کی طرف سے بے پرواتھی۔ جب ٹسٹ ایکٹ (قانون اختبار) نافذ ہوا تو یہ اختیارات پروٹسٹنٹ کے ہاتھ میں آگئے۔ اور الیزبتھ بے پروائی سے شک اور شک سے تخویف کی طرف جس قدر قدم بڑھاتی گئی اسی قدر وہ اپنے گردوپیش کے تعصب کی روک تھام کم کرتی گئی۔ اپنے ایک سفر زیارت کے دوران میں وہ یوسٹن ہال میں ٹھہری تھی اور وہاں سے چلتے وقت صاحب خانہ یعنی نوجوان رکووڈ کی مہانداری کا شکریہ ادا کیا اور اسے موقع دیا کہ اس کے ہاتھ کا بوسہ دے سکے۔ مگر اس کے گرجامیں نہ حاضر ہونے کے سبب سے لارڈ چیمبرلین (ناظر تشریفات) نے حتمی و قطعی طور پر یہ سمجھکر کہ رکووڈ خارج از ملت ہوچکا ہے اسے اپنے سامنے طلب کرکے دریافت کیا کہ اسے کیونکر یہ جرأت ہوئی کہ وہ ملکہ کے حضور میں آئے وہ تو ایک معمولی عیسائی شخص کے ساتھ رہنے کے بھی قابل نہیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس کے پاؤں شکنجے میں کس دئے جائیں۔ یہ کہکر اس نے فوراً ہی یہ حکم دیا کہ وہ دربار سے نکل جائے اور مجلس شاہی کے حکم کا انتظار کرے۔ مجلس شاہی کا حکم یہ ہوا کہ وہ ناروچ کے قیدخانے میں رکھا جائے۔ اس کے علاوہ سات اور خوش قسمت

معززین کو ان کے گھروں ہی میں مقید رہنے کا حکم دیا گیا۔
ملکہ کی اس تہدید و تخویف سے تمام قوم میں ایک اضطراب
برپا ہوگیا۔ ڈوے کے آئے ہوئے چند قسیسوں کی تعداد بڑھکر
پوپ کے جاسوسوں کی ایک فوج بن گئی جو اسی غرض سے
بھیجی گئی تھی کہ تمام ملک میں غداری و بغاوت کا تخم بوئیں
قانون اختبار کی وجہ سے صرف دارالامرا میں چند کیتھولک
رہ گئے تھے ورنہ کُل ارکان پارلیمنٹ پروٹسٹنٹ ہی تھے پس
جب اس نئے خطرے کے انسداد کے لئے پارلیمنٹ طلب
کی گئی تو اس نے ان قسیسوں کے ملک میں آنے اور
ان کے ٹھہرانے کو غداری قرار دے دیا۔

یہ قانون محض بے کار کی دھمکی نہیں تھا۔ کارنوال میں ایک فرقہ جزوٹ کے
نوجوان قسیس کتھبرٹ میں گرفتار ہوا اور اس کے پاس سے پوپ لوگوں کا
کا فرمان معزولی برآمد ہوا، اسے پھانسی دیدی گئی۔ اس سے صاف ملک میں آنا۔
ظاہر ہوگیا کہ الیزبیتھ اس کشمکش میں کیسی خطرناک صورت اختیار
کیا چاہتی تھی۔ درحقیقت اس سے یہ بہت بعید تھا کہ وہ محض
مذہبی غرض سے کسی قسم کا جبر و تشدد کرے۔ اسے اس امر پر
ناز تھا کہ لوگوں کے ایمان و عقیدے سے وہ کوئی سروکار
نہیں رکھتی۔ سیسل نے سرکاری طور پر اس کے طرز عمل کی
حمایت میں جہاں یہ ظاہر کیا کہ طریق عبادت کی آزادی مذہبی
انضباط کے منافی ہے، وہیں اس نے علی رؤس الاشہاد یہ بھی
اعلان کردیا کہ رعایائے انگلستان کے افراد کو اپنے مذہبی

رائے و خیال کے متعلق کامل آزادی حاصل ہے۔ اس وقت
کے لوگوں کی نظروں میں یہ امر علانیہ تشدد سے بھی زیادہ
آزار دہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کیتھولک پادری کو باغی
اور ہر قسم کی کیتھولک عبادت کو خلاف وفاداری قرار دیا جائے
مگر درحقیقت مذہبی رواداری کا پہلا مرحلہ اسی وقت طے ہوا
ہے جب ملکہ نے اپنے اصول بازپرس کو خالصتہً سیاسی بنیاد
پر قرار دیا۔ الیزبیتھ کو اگر تشدد سے کام لینے والا کہا جائے تو بھی
انگلستان میں وہی پہلی حکمراں ہے جس نے مذہبی دار و گیر
کے الزام کو اپنی حکومت کے لئے باعث ذلت سمجھا۔ اس سے
بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ ان نئے مبلغین کی ذات سے واقعی
سیاسی خطرے کا اندیشہ تھا۔ ایلن ایک بے صبر سازشی تھا
اور اس کی درسگاہ کے قسیسیوں کا کام یہی تھا کہ فتح انگلستان
کے لئے پوپ کی ایک نئی تجویز میں مدد دیں۔ ان درسگاہوں
کے قسیسیوں کی کوششوں کے ساتھ اب فرقہ جزوئٹ کے
مبلغین کی کوششیں بھی شامل ہوگئی تھیں ڈوئے کے آکسفورڈ
کے فراریوں میں سے چند منتخب اشخاص فرقہ جزوئٹ میں شریک
ہوگئے تھے۔ یہ فرقہ روما کی مرضی و احکام کی کورانہ تقلید کرنے
میں پہلے ہی مشہور ہوچکا تھا۔ ان میں سے دو جو سب
میں زیادہ فصیح البیان شخص تھے انگلستان میں جزوئٹ کے
کاموں کے لئے سرگروہ منتخب کئے گئے۔ ایک ان میں سے
کیمپین (سابق فیلو (رفیق) سنٹ جان کالج) اور دوسرا پارسنز ۱۵۸۰

(سابق رفیق بلیل کالج) تھا۔ کچھ زمانے تک انکی کامیابی نہایت حیرت انگیز معلوم ہوتی تھی۔ کیمپین کی تقریروں کے سننے کا شوق لوگوں میں اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ باوجود حکومت کے امتناعات کے اس نے اسمتھ فیلڈ میں ایک بڑے مجمع کے سامنے تقریر کی اور اسکے پوشیدہ رکھنے کی ذرا بھی فکر نہیں کی گئی۔ یہ مبلغین لندن سے نکل کر افسرانِ فوج یا خادموں کے بھیس میں تمام اضلاع میں پھرتے تھے۔ بعض وقت یہانتک کرتے تھے کہ انگلستان کے پادریوں کا لباس اختیار کرلیتے تھے یہ لوگ جہاں کہیں جاتے تھے وہاں کیتھولک اُمرا کا جوش تازہ ہوجاتا تھا۔ ان گشت کرنے والے مبلغین نے جن امرا کو قدیم عقیدے پر ہموار کرلیا تھا ان کا سر فہرست خود سیسل کا داماد اور اُمرائے انگلستان میں سب سے زیادہ مغرور امیر لارڈ آکسفورڈ تھا۔

پروٹسٹنٹ کا جور و ظلم

الیزبیتھ کے مصالحت کے کام کو خراب کردینے میں فرقہ جزوئٹ کے لوگوں کو جس قدر کامیابی ہوئی اس کا عام اظہار اس طرح ہوا کہ انگریزی کلیسا کی عبادت میں نہ شریک رہنے والوں کی تعداد بڑہنے لگی لیکن فی الواقع خطرہ اس قدر نہیں تھا جس قدر فرقہ پروٹسٹنٹ اور پارلیمنٹ کا اضطراب بڑھا ہوا تھا۔ مبلغین کا یہ مختصر سا گروہ عام خیال میں جزوئٹ کی ایک خفیہ فوج بن گیا تھا اور اس خیالی فوج کے حملہ کا مقابلہ اس طرح کیا گیا کہ جہانتک ہوسکا حکومت نے ان قسیسوں کی گرفتاری اور ان کی آزار رسانی میں کوئی دقیقہ اُٹھا

نہیں رکھا۔ منحرف قید خانوں میں ڈال دیے گئے اور تمام ملک
کے با اثر کیتھولکوں پر نگرانی قائم ہوگئی۔ گھروں کے اندر بھی
کیتھولک طریق عبادت کی قانوناً ممانعت ہوگئی۔ کلیسا سے علیحدگی
اختیار کرنے والوں کا جرمانہ بیس پاونڈ تک بڑھا دیا گیا۔ اور
۱۵۸۱ ایک قانون بنایا گیا کہ "جو لوگ رعایا کو اس کی وفاداری
سے باز رکھنے کے لئے کسی قسم کے اختیار کا ادعا کریں گے
یا کسی کو رومن مذہب میں شامل کرنے کی کوشش کرینگے،
اور وہ لوگ بھی جو آئندہ اپنے کو وفاداری سے مستثنیٰ سمجھیں گے
یا پوپ سے موافقت رکھیں گے وہ سب غداری کے مجرم قرار
دیئے جائیں گے" اس قانون کے وسیع اختیارات شاہی کو
الزبتھ نے جس طرح استعمال کیا، اس میں نہ صرف بجائے خود
ایک خصوصیت ہے بلکہ اس کی اہمیت اس وجہ سے اور
بھی زیادہ ہوگئی ہے کہ اس سے کم سے کم اصولاً وہ طرز عمل
معین ہوگئی جس پر اس کے جانشین سو برس سے زائد تک
جمے رہے۔ اس قانون کی رو سے عام لوگوں پر بہت ہی
کم مقدمات قائم ہوے اور عام لوگوں میں سے پھانسی تو
ایک شخص کو بھی نہیں دی گئی۔ کیتھولک اُمرا کے خلاف
جو کچھ ہوا وہ بھی صرف اسی قدر کہ عام عبادت میں شریک
نہ ہونے پر ان سے جرمانہ وصول ہوتا رہا۔ البتہ اس جرمانے
کی سختی میں وقتاً فوقتاً کمی بیشی ہوتی رہی۔ قتل کی سزا صرف
پادریوں تک محدود رہی اور الزبتھ کے عہد میں یہ کام

اس بے رحمی سے ہوا کہ مذہب کیتھولک کے دوبارہ عروج کرنے کا وہم و گمان تک باقی نہ رہا۔ تعاقب کرنے والے اور جاسوس ہر ایک جزوئٹ کے پیچھے لگے رہتے تھے اور اُن کو خفیہ مقامات سے نکال نکال کر غول در غول ٹاور میں بھیج دیتے تھے۔ یہ تعاقب اس سرگرمی سے ہوا تھا کہ پارسنز کو مجبور ہوکر رودبار کے پار بھاگنا پڑا اور کیمپین گرفتار ہوکر بجرم غدّاری عدالت کے روبرو پیش ہوا۔ جس وقت وہ بحالت گرفتاری لندن کی سڑکوں پر سے گزر رہا تھا تو ایک انبوہ کثیر جمع ہوگیا اور اس پر آوازے کسے جانے لگے۔ اس کے اس عذر سے کہ "صرف ہمارا مذہب ہمارا جرم ہے" جج بھی متاثر ہوگئے مگر جب اخراج از ملت اور بحکم پوپ ملکہ کی معزولی کی نسبت اس سے سوال کیا گیا تو اس نے پہلو بچانا چاہا۔ اس سے فرقہ جزوئٹ کے وعظ کا سیاسی خطرہ ظاہر ہوگیا۔ کیمپین کی موت اس کے گروہ کے فنا کردینے کے لئے ایک مستقلہ و ظالمانہ کوشش کی تمہید تھی۔ اگر ہم اس وقت کے کیتھولکوں کے اندازے کو صحیح سمجھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ کے بیس برس میں دو سو پادری قتل کئے گئے اور اس سے بھی زیادہ تعداد غلیظ قیدخانوں کے بخار میں مرگئی۔ اس بے درد جوش و خروش نے روما سے مصالحت کو روکدیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ان پادریوں نے جو کام انجام دے دیا تھا اس کا اثر نہ مٹ سکا۔ الیزبتھ کو اعتماد تھا کہ چپکے چپکے دباؤ ڈالنے

اور رفق و ملائمت کے برتاؤ سے اس کی رعایا میں پھر مذہبی اتحاد قائم ہوجائے گا مگر اب یہ خیال باطل ہوگیا قومی خطرے کے ہر نازک موقع پر کیتھولک پادریوں کے قید و قتل کی وجہ سے انگلستان کے کیتھولک اپنے مذہبی پیشواؤں سے محروم ہوگئے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قومی کلیسا سے اس طرح منقطع ہوگئے کہ ان کی شرکت کی طرف سے بالکل مایوسی ہوگئی۔ اور اس سے اُس زمانے کے اس ترقی پذیر خیال میں ایک نیا جوش پیدا ہوگیا جس نے آخرکار انگلستان کو اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور کردیا کہ ہر شخص اپنے عقیدے اور اپنے طریق عبادت دونوں میں آزاد ہے۔ میری کے وقت میں جو کام مذہب پروٹسٹنٹ نے انجام دیا تھا، اب الیزبتھ کے وقت میں وہی کام مذہب کیتھولک انجام دے رہا تھا۔ شخصی مذہب کا احساس قومی ہوتا جاتا تھا۔ جو لوگ بادشاہوں کی طاقت کے سامنے کانپتے تھے اب وہ خود شاہی طاقت سے بڑھی ہوئی طاقت کا اظہار کر رہے تھے اس سے ہیبت شاہی کا وہ طلسم ٹوٹتا جاتا تھا جس نے لوگوں کو مبہوت کر رکھا تھا جس مذہبی جوش اور سیاسی آزادی کو کیتھولک پادریوں کی قید اور پروٹسٹنٹ کی سرگرمی سے تقویت حاصل ہو رہی تھی اس نے بادشاہ کی قوت کو ناقابل مقابلہ سمجھنا ترک کردیا تھا۔

الیزبتھ اور فلپ لیکن اس ہولناک مذہبی کشمکش کے ساتھ لوگ یہ محسوس کر رہے تھے کہ ایک اس سے بھی زیادہ ہولناک سیاسی کشمکش اسکے بعد

ہونے والی ہے۔ سمندر پر فلپ کی فوجوں کی ہیبت چھائی ہوئی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ خانہ جنگی کے وحشت ناک مصائب کے ساتھ غیر ملکی حملہ کی مصیبتوں کا بھی اضافہ ہو جائے گا۔ اس وقت اسپین کی سلطنت تمام یورپ میں سب سے زیادہ قوی سلطنت تھی۔ کولمبس کی دریافتوں نے اسے مغرب کی نئی دنیا کا مالک بنا دیا اور کورٹیسز و پزارو کے فتوحات نے مکسیکو اور پیرو کو لوٹکر اس کا خزانہ بھر دیا تھا۔ اس کے تجارتی جہازات ممالک امریکہ کی کثیر المنفعت پیدا وار، وہاں کا سونا، جواہرات، کچی چاندی، وغیرہ قادسیہ کے بندر گاہ میں لا رہے تھے اس نئی دنیا کے ساتھ قدیم دنیا کے سب سے زیادہ خوش سواد و متمول حصے بھی شاہ اسپین کے ممالک میں داخل تھے۔ وہ اطالیہ کے سب سے زیادہ متمول اور سب سے زیادہ زر خیز اضلاع نیپلیز اور ملان کا مالک تھا۔ ندرلینڈ کے تجارتی صوبے فلینڈرز، جیسا صنعت و حرفت سے بھرا ہوا ملک اور اس وقت کی تمام دنیا کی تجارت کا مرکز انیٹورپ سب اسی کے قبضے میں تھے۔ اس کی وطن کی سلطنت اگرچہ ایک غریب سلطنت تھی مگر اسی سلطنت سے اسے ایسے جری و جانباز سپاہی ہاتھ آئے کہ۔ زوال شاہی روما کے بعد دنیا نے ایسے سپاہی نہیں دیکھے تھے۔ اسپین کی پیدل سپاہ کی شہرت اسی وقت سے بڑھ رہی تھی جب سے اس نے میدان ریونا میں فرانسیسی سواروں کے حملے کو الٹ دیا تھا۔ اسپین کے سپہ سالار جس طرح

اپنی بے رحمی و ظلم و تعدی میں اپنا ہمسر نہیں رکھتے تھے اسی طرح ان کی فوجی قابلیت میں بھی کوئی ان کا مدمقابل نہیں تھا۔ یہ تمام عظیم الشان طاقت ایک شخص واحد کے ہاتھ میں مجتمع ہو گئی تھی۔ فلپ کی خدمت میں اگرچہ نہایت قابل مدبر اور چالاک سیاستدان موجود تھے مگر وہ خود ہی اپنی سلطنت کا سب کام انجام دیتا تھا۔ اس کے کمرے میں کاغذوں کا انبار لگا رہتا تھا۔ اور اپنے طولانی زمانۂ حکمرانی میں وہ ہمیشہ ایک محرر کی طرح شبانہ روز محنت کرتا رہا۔ وہ اس کا روادار نہیں تھا کہ کوئی کام اس کی نظر سے گزرے بغیر رہ جائے یا بغیر اس کے صریحی حکم کے کوئی کام انجام پائے۔ وہ اس امر پر نازاں تھا کہ اپنے وسیع ممالک کے ایک ایک گوشے پر وہ براہ راست حکمرانی کرتا تھا۔ اسی غیر متزلزل قوت کے پورا کرنے کا خیال تھا جسکی وجہ سے اس نے یہ کیا کہ جس طرح اس کے باپ نے کاسٹیل کی آزادی کو پامال کردیا تھا اسی طرح اس نے آراگون کی آزادی کو فنا کردیا اور الوا کو روانہ کیا کہ وہ ندرلینڈز کی آئینی آزادی کو اپنے قدموں کے نیچے روند ڈالے۔ اس کا تعصب بھی قدم بقدم اس کے اس تمنائے حکمرانی کے ساتھ تھا۔ اسپین اور اطالیہ میں انکیوزیشن (عدالت استیصال ارتداد) کا دور دورہ تھا اور فلینڈرز کو آگ اور تلوار کے ذریعے سے ارتداد سے پاک کیا جارہا تھا۔ اس مہیب طاقت کا سایہ بھیانک طور پر تمام یورپ پر پڑ رہا تھا۔ سیاسی آزادی کے نئے احساس کے مانند

بنیا مذہب پروٹسٹنٹ فلپ کو اپنا اصلی دشمن سمجھتا تھا اگرچہ حاصل کچھ نہ تھا مگر درحقیقت کولنی اِنی اور ہیوگناٹ خاندان گیز سے زیادہ اسپین کے خلاف جد و جہد کررہے تھے۔ ولیم (آرنج) مذہبی وملکی آزادی کے لئے اسپین ہی سے نبرد آزما تھا۔ اسپین ہی نے بہت جلد جرمنی کو جنگ سی سالہ کی تباہی میں پھنسادیا اور عام دنیا کے کیتھولکوں کو بیس برس تک اسپین ہی سے بیکار یہ توقع رہی کہ وہ انگلستان کے ارتداد کو مٹادے گا فلپ کے مداخل اگرچہ بہت وسیع تھے، مگر حرص طاقت اور مذہب کی وجہ سے وہ جن وسیع تر تجاویز کی ہوس میں پڑگیا تھا اس کے باعث سے ہمیشہ اس کی تمام آمدنی خرچ ہوتی رہتی تھی ان اخراجات کثیرہ کا ایک سبب اس کے ممالک کی وسیع تقسیم بھی تھی۔ اٹلی کی کمزور سلطنتوں کو دھمکاتے رہنا، بحیرۂ روم پر حاوی رہنا، جرمنی میں اپنے اثر کا قائم رکھنا، فرانس میں مذہب کیتھولک کی مدد کرنا، فلینڈرز کے ارتداد کو پائمال کرنا، ایک آرمیڈا ترکوں کے خلاف اور دوسرا الیزبتھ کے خلاف بھیجنا ایسے زبردست مقاصد تھے کہ شاہ اسپین کی طاقت کو بھی تھکا دینے کے لئے کافی تھے۔ لیکن الیزبتھ اور فلپ میں جو مناقشہ مدت سے جاری تھا اس کی کامیابی کی نسبت الیزبتھ کو فلپ کے خزانے کے خالی ہوجانے پر اس قدر اعتماد نہیں تھا جس قدر فلپ کے افتاد مزاج سے اسے اپنی کامیابی کی توقع تھی۔ فلپ کی طبیعت میں آہستہ روی و احتیاط کمزوری کی

حد تک بڑھی ہوئی تھی، وہ ہمیشہ تاخیر، تردّد، دور از کار خطرات کی پیش بندی، بعید توقّعات کے انتظار کی وجہ سے نقصان اٹھایا کیا۔ اس کی رقیب اپنی تخت نشینی کے وقت سے اس کے مزاج کی اس سُستی و تذبذب سے کام لے رہی تھی۔ ان دونوں کی سیاسی جد و جہد بالکل ویسی ہی تھی جیسے اسپین کے بھاری جہازات اور ان کے لوٹنے والی سبک کشتیوں کی جنگ۔ الیزبتھ کی پھرتی اس کے فوری تغیرّات، اس کی دروغ گوئی، اس کی پُر اسرار باتیں، اگرچہ فلپ کو دھوکا دینے میں کامیاب نہ ہوئیں مگر اسے حیرانی و تردّد میں ضرور ڈال دیا، سازش کے اس تمام تاریک زمانے میں ان کے تعلّقات کی واقعی روش بالکل صاف و سیدھی تھی۔ الیزبتھ کے ابتدائی زمانے میں فرانس، اسپین کا مدّمقابل تھا اور الیزبتھ کا کام صرف یہ تھا کہ ان دونوں رقیبوں کو ایک دوسرے سے لڑاتی رہے، میری اسٹوارٹ کو واقعی مدد دینے میں اس نے فرانس کو صرف اس دھمکی سے روکدیا کہ اسپین کے ساتھ اتّحاد کرلے گی۔ دوسری طرف فرانس کے اتحاد کا خوف دلاکر فلپ کو اس امر پر رضامند کردیا کہ اسکے ارتداد سے چشم پوشی کرے اور انگلستان کے کیتھولکوں کی بغاوتوں کو روکے رکھے، لیکن آخرکار جب مدّتوں کا رُکا ہوا مذہبی طوفان چل نکلا تو یورپ کا سیاسی نقشہ بالکل ہی بدل گیا۔ الوا کے ظلم و طمع سے مایوس ہوکر فلینڈرز نے بغاوت کردی اور قسمت کے
۱۵۷۲ عجیب و غریب تغیرات کے بعد یورپ میں "صوبجات متحدہ" کی

جمہوریہ قائم ہوگئی۔ فرانس کے ہیوگیناٹ سرگروہوں نے اس سے سیاسی کام لیا، چارلس نہم کے اوپر سے کتھرین (میڈیسی) کا اثر اُٹھا دیا اور اس کے توازن مذہبی کے طرز عمل کو برطرف کرکے مغرب میں فرانس کو مذہب پروٹسٹنٹ کا سرگروہ بنادیا۔ کولینی ای نے چارلس پر یہ زور ڈالا کہ وہ اسپین سے جنگ شروع کردے اور یہ وعدہ کیا کہ ندرلینڈز کے حملے کی حالت میں ہیوگیناٹ اس کی معاونت کریں گے، چارلس نے اس مشورے کو قبول کرلیا۔ فرانس کی تمناؤں کے پورا ہونے کے لئے اس سے صاف تر موقع کبھی پیش نہیں آیا تھا مگر کیتھرین کا خیال یہ تھا کہ فرانس میں مذہب پروٹسٹنٹ اور اس کے ساتھ آزادی نے اگر جڑ پکڑلی تو شاہی کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اس لئے وہ ہمہ تن خاندان گیز کی طرفدار ہوگئی اور عید سنٹ بارتھولومیو کے دن پروٹسٹنٹ کے قتل عام میں ان کی معاون بنکر انہیں ظفریابی کا یقین دلایا۔ اگرچہ منافرت مذہبی کا مدت کا چھایا ہوا ابر زور شور کے ساتھ برس پڑا تھا مگر الیزبتھ کو اپنی چالاکی سے یہ توقع تھی کہ وہ اس طوفان سے صاف بچ نکلے گی۔ دیوانہ وار خانہ جنگی نے فرانس کا شیرازہ ابتر کردیا تھا اور اسپین سے مقابلہ کرنے کے لئے ندرلینڈ بالکل تن تنہا رہ گیا تھا۔ شہزادہ آرنج کی جانبازانہ جدوجہد نے رعایائے انگلستان کے دلوں میں کیسا ہی جوش کیوں نہ پیدا کردیا ہو مگر الیزبتھ پر اسکا ذرا بھی اثر نہیں پڑا اور اس نے ایک لمحے کے لئے بھی

اپنی خود غرضی کو ترک نہیں کیا۔ وہ ندرلینڈز کی بغاوت کو صرف یہ سمجھتی تھی کہ "اس سے اسپین کے منہ میں لگام لگی ہوئی ہے اور شعلہ جنگ انگلستان کے دروازے تک نہ پہنچے گا" اس کشمکش کے تاریک ترین وقت میں بھی جبکہ باستثنائے ہالینڈ وزیلینڈ الوا نے تمام ملک پر دوبارہ قبضہ کرلیا تھا اور خود ولیم (آرینج) بھی ناامید ہوگیا تھا ملکہ نے پوری قوت اس میں صرف کی کہ ولیم کو فرانس سے مدد نہ ملے۔ الیزبیتھ یا اسکے مدبرین میں سے کسی کو یہ گمان تک نہیں تھا کہ یہ صوبے آخر تک فلپ کے مقابلے میں ثابت قدم رہیں گے' ان کا خیال یہ تھا کہ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو ندرلینڈز بالکل ہی مطیع ہوجائے گا یا فرانس کی مدد کے عوض وہ فرانس کے ہاتھ بک جائے گا، اور ان دونوں صورتوں میں ملکہ کے ایک نہ ایک دشمن کو تقویت حاصل ہوجائیگی بس اسی کے روکنے پر وہ تلی ہوئی تھی۔ اس نے اس خطرے سے بچنے کی یہ صورت سوچی تھی کہ ان صوبجات کو مجبور کرے کہ وہ اسپین کے شرائط قبول کریں یعنی انکے آئینی اختیارات اس شرط سے واپس کردیے جائیں کہ وہ کلیسا کے مطیع ہوجائیں۔ صلح اگر اس بنا پر ہوجاتی تو اس سے نہ صرف یہ ہوتا کہ جنگ کی وجہ سے انگلستان کی تجارت کو جو نقصان پہنچ رہا تھا وہ رفع ہوجاتا بلکہ ندرلینڈز اسپین کے خلاف بدستور ایک مہیب آلہ بنا رہتا۔

اس صلح سے صوبجات کو آزادی ضرور حاصل ہوجاتی مگر طریق کیتھولک کی جدید اطاعت سے جو مذہبی صورت پیش آتی، اس کے سمجھنے سے الزبتھ بالکل قاصر تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیوں ولیم سائلنٹ (خاموش) اپنے عقیدے کے نہ ترک کرنے پر اس قدر مصر ہے اور کیوں فلپ کو اس عقیدے کے ترک کروینے پر اس قدر متعصبانہ اصرار ہے۔ اسے اپنا عاجل نفع اسی میں نظر آتا تھا کہ فلپ ہر وقت اسی تردد میں رہے کہ کہیں انگلستان، فلینڈرز کی کمک پر آمادہ نہو جائے جس سے اس کی کامیابی کی تمام امیدیں خاک میں مل جائیں۔ بخیال ملکہ، فلپ کے اس تردد سے انگلستان کو اطمینان حاصل رہتا۔ اگر انگلستان میں بغاوت کو کامیابی حاصل ہوگئی ہوتی تو فلپ دوسروں کی محنت کا فائدہ اُٹھانے کے لئے تیار تھا اور ملکہ کی گرفتاری یا قتل کی سازشوں پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ اس امید موہوم میں پڑنے کی وہ ہمت نہیں رکھتا تھا کہ ملکہ اپنے تخت پر مستحکم ہو اور وہ انگلستان پر حملہ کروے۔ چنانچہ انگلستان کے کیتھولکوں کی فریاد یا پوپ کے دباؤ سے اس وقت تک یہ نہو سکا تھا کہ شاہ اسپین، الزبتھ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوجائے۔

بہر نوع معاملات اب ارباب سیاست و مدبرین کے قابو سے نکلے جارہے تھے اور ان کی طرزِ عمل سے تعطل کا سمندریہ کے

جو ایک طویل زمانہ حاصل ہوگیا تھا، وہ قومی و سیاسی جذبات کی ٹکر سے عنقریب ٹوٹنا چاہتا تھا، ابنائے کیتھولک کا روز افزوں مذہبی جوش، فلپ کے احتیاط و تذبذب کو توڑ رہا تھا۔ دوسری طرف انگلستان اپنی ملکہ کی غیر جانبداری کو دلیری کے ساتھ پس پشت ڈالکر اس جنگ کی طرف بڑھ رہا تھا جسے وہ لابد و لازمی سمجھتا تھا۔ عام رائے یوماً فیوماً زیادہ دلیرانہ اور قطعی انداز اختیار کرتی جاتی تھی۔ ملکہ بھی اسے اچھی طرح محسوس کرتی تھی۔ فلینڈرز کی جانبازانہ جدوجہد میں اس نے بے پروائی کا اظہار کیا مگر قوم کے عام جوش سے اس کی تلافی ہوگئی۔ فلینڈرز کے فراریوں کو سنک پورٹز میں پناہ ملتی۔ لندن کے تاجر انیٹورپ کے جلاوطن تاجروں کا خیر مقدم کرتے، جس وقت کہ الیزبیتھ شہزادہ آرنج کو ذرا ذرا کرکے خفیہ طور پر مدد دے رہی تھی اسی زمانے میں لندن کے سوداگروں نے اپنی جیب خاص سے اسے پانچ ملین کی رقم بھیجدی یہ رقم تاج کی ایک برس کی تحصیل کے برابر تھی۔ اہل ہالینڈ کی مدد کے لئے لوگ اپنی خوشی سے خفیہ طور پر رودبار کے پار جاتے رہتے تھے یہانتک کہ ابتدائے جنگ میں پانسو انگریزوں کی جو جماعت وہاں تھی وہ بڑھکر پانچ ہزار کا ایک دستہ بن گئی اور اسی کی پامردی نے ایک نہایت ہی نازک موقع پر جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔ ہالینڈ کے چھوٹے چھوٹے

جہاز انگلستان کے بندرگاہوں میں پناہ لیتے تھے اور انگریزی جہاز ہالینڈ کا جھنڈا بلند کر کے اسپین کے سوداگروں پر حملہ کرتے تھے۔ بہت سے سرداران فوج اور سپاہی ہالینڈ کی لڑائیوں سے واپس آکر الوا کی ستمگاریوں کی داستان سناتے تھے اور تجارتی جہازات کے لوگ ان انگریزی ملاحوں کے قصے بیان کرتے تھے جو اسپین اور نئی دنیا میں گرفتار ہوکر عدالت مذہبی کی مصیبتوں میں پڑے گھلا کرتے تھے یا آگ میں جلا دیئے جاتے تھے۔ ان حالات کے سننے سے پروٹسٹنٹ کا جوش برابر بڑھتا جاتا تھا اور اس جوش عام کی پائدار رو میں الیزبتھ کی حکمت عملی کچھ حقیقت نہیں رکھتی تھی۔ جب اس نے اپنے عقد کی ایک آخری سازش سے فلپ کو روکنا چاہا تو انگلستان میں یک بیک ایسا عام جوش پیدا ہوگیا کہ ملکہ اس کا مقابلہ نہ کرسکی کیونکہ ایک کیتھولک حکمراں یعنی کیتھرین (میڈیسی) کے چھوٹے بیٹے ڈیوک آنژو سے عقد کی تجویز کی گئی تھی، لوگ کیتھرین سے متنفر تھے اور اندیشہ تھا کہ ایک کیتھولک بادشاہ انگلستان پر حاوی ہو جاوے گا الیزبتھ اگر صلح کا عزم مصمم رکھتی تھی تو انگلستان ۱۵۸۱
جنگ پر تلا ہوا تھا۔ الیزبتھ کے ابتدائے عہد سے انگلستان میں ایک نئی جرأت آگئی تھی، اس زمانے

میں صرف سیسل اور ملکہ اس قوت کو محسوس کرتے تھے ورنہ یورپ کے تمام مدبرین فلپ کے مشورے کے نہ ماننے کو ملکہ کی دیوانگی قرار دیتے تھے۔ ملکہ کی خود اعتمادی و جرأت کا اثر تمام قوم میں دائر و سائر ہوگیا تھا۔ جنوبی ساحل کے جہازراں ایک مدت سے بطور خود ایک طرح کی قزاقانہ جنگ جاری کئے ہوئے تھے۔ الیزبیتھ کی تخت نشینی کے چار ہی برس بعد تمام رودبار ان جہاز رانوں سے بھر گیا تھا جنہیں "سمندر کے کتے" کہتے تھے۔ یہ لوگ شہزادہ کونڈے اور ہیوگناٹ سرداروں کے اجازت نامے لیکر سفر کرتے تھے اور نہ دربار فرانس کی شکایتوں کی پرواہ کرتے اور نہ خود الیزبیتھ کی روک تھام کو خاطر میں لاتے تھے۔ الیزبیتھ کی کوششوں کو اس وجہ سے ناکامی ہوئی کہ ساحل کا ایک ایک شخص اس معاملے میں چشم پوشی سے کام لے رہا تھا، خود عمال شاہی اس لوٹ سے نفع اُٹھاتے اور اس کے روکنے میں اغماض کرتے تھے اور مغرب کے امرا تو بدل و جان ان سرفروشوں کے معاون و مددگار تھے۔ تمام ملک کی یہ تمنا تھی کہ اسپین سے جنگ ہو اور پروٹسٹنٹ تو کھلم کھلا کیتھولک سے جنگ کے متمنی تھے، ان یورشوں

نے اس جنگ کے لئے راستہ صاف کردیا۔ نوجوان انگریز سمندر پار جاکر کونڈے یا ہنری والی نوار کی ملازمت میں داخل ہوجاتے تھے۔ ندرلینڈز کی جنگ کے باعث سیکڑوں پروٹسٹنٹ میدان جنگ میں پہنچ گئے تھے۔ فرانس کی جنگ کے معلق ہوجانے کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ یہ "سمندر کے کتے" جزائر امریکیہ میں پہنچ گئے پوپ نے اپنے حکم سے نئی دنیا اسپین کو عطا کی تھی اور فلپ نے اس ملک کے سمندروں میں کسی پروٹسٹنٹ کے جانے کے متعلق ہر طرح کی دھمکی دے رکھی تھی مگر ان باتوں سے ان انگریز جہاز رانوں پر مطلق اثر نہیں پڑتا تھا۔ ان کے تجارتی جہازوں کے گرفتار ہوجانے اور ملاحوں کی عدالت مذہبی کے قیدخانوں میں ڈال دئے جانے کا بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلتا تھا۔ اس تجارت کا نفع اس قدر تھا کہ ان خطرات کی پوری طرح تلافی ہوجاتی تھی اور فلپ کے تعصب کا جواب ویسے ہی بے رحمی و تعصب سے دیا جاتا تھا۔ یہ "سمندر کے کتے" جس طرح جان بازی کا جوہر دکھاتے تھے اسی طرح پیوریٹن عقیدے میں بھی نہایت سخت تھے۔ کیتھولک کی نئی دنیا کی اجارہ داری کو توڑنا، اسپینوں کو ہلاک کرنا، حبشیوں کا فروخت کرنا، سونا بھرے ہوے جہازوں کا غارت کرنا، ان لوگوں کے خیال میں

۱۵۷۷ "برگزیدگان خدا" کے لئے ایک مقبول فعل تھا فرنیس ڈریک
فرنیس کا نام اسپینی امریکہ کے خوف و دہشت کا باعث ہو گیا تھا۔
ڈریک ڈریک میں دلیری کے ساتھ ہی طریق پروٹسٹنٹ کا جوش
بھی جنون کی حد تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے بحر الکاہل
میں جانے کا ارادہ کیا۔ جہاں اس وقت تک کوئی انگریزی
جہاز کبھی داخل نہیں ہوا تھا اور جانبازوں کی ایک مختصر
جماعت کو ہمراہ لیکر وہ جنوبی سمندروں کی طرف روانہ ہوگیا۔
جس جہاز میں اس نے یہ سفر اختیار کیا تھا وہ رودبار
کے معمولی دو مستول والے جہازوں کے برابر تھا اس کے
ہمراہی کے چند جہازات اس سے بھی چھوٹے تھے۔ یہ چھوٹے
جہازات تو طوفان و خطرات سفر میں تباہ ہو گئے مگر ڈریک
اپنے ایک جہاز اور اسی آدمیوں کے ساتھ دلیرانہ آگے بڑھتا گیا،
اور آبنائے میگلین سے گزر کر چلی اور پیرو کے غیر محفوظ
ساحل پر پہنچ گیا اور اپنے جہاز کو پٹوسی کے سونے کے
ذرات اور بچی چاندی، موتی، زمرد، ہیرے سے بھر لیا،
یہی چیزیں اسپین کے بڑے بڑے جہازوں کے ذریعہ سے
سال میں ایک بار لیما سے قادس کو جاتی تھیں۔ اس سے قبل
کبھی کسی انگریزی جہاز کا یہاں گزر نہیں ہوا تھا۔ یہ لوٹ
پانچ لاکھ پونڈ سے زیادہ مالیت کی تھی۔ یہ دلیر و جانباز
شخص اس تمام مال غنیمت کو لئے ہوئے بے خوف و
خطر جزائر مولکا کو روانہ ہو گیا اور راس امید سے گزر کر کرۂ ارض کا

پورا چکر کرتا ہوا بندرگاہ پلی متھ میں آکر پھر لنگر انداز ہوا۔

میری اسٹوارٹ کا انتقال

ڈریک کا یہ دلیرانہ سفر ایک افسانہ معلوم ہوتا تھا، اس کے ساتھ ہی اس کی لوٹ کی مقدار بھی نہایت ہی کثیر تھی، اس سے انگلستان میں عام طور پر ایک جوش پیدا ہو گیا تھا۔ اس کی واپسی پر الیزبتھ نے جس طرح اس کا خیر مقدم کیا اسے فلپ نے اپنی سخت ہتک سمجھی جس کا ازالہ صرف جنگ سے ہو سکتا تھا۔ فلپ کی جانب سے تلافی کے متعلق جس قدر مطالبات ہوئے الیزبتھ نے ان پر مطلق اعتناء نہ کی، لامحالہ باوجود اپنی طبعی سستی کے فلپ آخر جوش میں آگیا۔ ڈریک کے حوالہ کردینے کی درخواست کا جواب الیزبتھ نے یہ دیا تھا کہ اس قزاق کو نائٹ بنا دیا اور اس نے جو جواہرات نذر کئے تھے انہیں اپنے تاج میں جگہ دی۔ مینڈوزا نے لکھا ہے کہ "جب اسپینی سفیر نے یہ دھمکی دی کہ معاملات کا تصفیہ توپ سے ہونے کی نوبت آجائے گی تو ملکہ نے بغیر اس کے کہ اسکی آواز میں کچھ تغیر آئے اس طرح معمولی طور سے جواب دیا گویا وہ کوئی قصہ کہہ رہی ہے کہ اگر وہ اس قسم کی دھمکی کے الفاظ استعمال کرے گا تو قید خانہ میں ڈال دیا جائے گا۔" چونکہ نذر لینڈز میں اب بھی بغاوت موجود تھی اور فرانس اس امر کا متمنی تھا کہ الیزبتھ سے اتحاد کرکے ان صوبجات پر

قبضہ کرلے اس لئے باوجود توہین کے ملکہ کو یہ یقین تھا کہ فلپ اس کے ساتھ مخاصمت پر آمادہ ہو گا۔ مگر اپنے نفس کی اس ذلت اور تمام کیتھولکون کے اس الزام نے کہ وہ شہیدوں کے خون کا بدلہ لینے میں خود غرضی و سستی سے
۱۵۸۴ کام لے رہا ہے، آخر شاہ اسپین کو آمادہ پیکار کر دیا۔ اور فتح انگلستان کے لئے جس آرمیڈا کی تیاری کا ارادہ تھا اس کے جہازات کا اجتماع دریائے ٹیگس میں ہونا شروع ہو گیا۔ پھر بھی اس نفرت اور جنون مذہبی کے باوجود اس کی طرز عمل ساکت و صامت تھی۔ پرتگال کے فتح
۱۵۸۰ کر لینے سے اس کی قوت قریب قریب دونی ہو گئی تھی۔ پرتگال ہی کا ایک بیڑا تھا جو اس کا مد مقابل تھا اب وہ بھی اس کے قبضہ میں آگیا۔ پرتگال کی نو آبادیوں پر قابض ہو کر وہ بحر اوقیانوس اور بحیرہ روم کی طرح بحر ہند اور بحر الکاہل پر بھی اپنے غلبہ کا دعوے دار بن گیا تھا۔ اور اس نے انگریزوں اور مرتدوں کو نہ صرف مغرب کی نئی دنیا سے محروم کر دیا تھا بلکہ مشرق کی نفع بخش تجارت سے بھی انہیں روک دیا تھا۔ ندرلینڈز اور فرانس دونوں جگہ تمام حالات بظاہر فلپ کی تجاویز کے موافق معلوم ہوتے تھے۔ پارما کے تحت میں اس کی فوجیں برابر ندرلینڈز میں بڑھتی جاتی تھیں اور ولیم (آرنج) کے قتل ہو جانے سے اس کی باغی رعایا پر بہت مہلک ضرب

لگ گئی تھی - اس کے ساتھ ہی فرانس کی مداخلت، کا خطرہ بھی
بالکل جاتا رہا تھا - کیونکہ ڈیوک آنشرو کی موت کی وجہ سے
ہنری والی نوار، سرگروہ فریق ہیوگیناٹ وارث تخت ہو گیا تھا۔ ۱۵۸۴ء
ایک پروٹسٹنٹ بادشاہ کے تحت میں نئے مذہب کا سر اٹھانا
لازمی تھا اور اس فروغ ارتداد کو روکنے کے لئے خاندان گیز
اور کیتھولکوں نے فوراً ہتیار اٹھائے - لیکن انہوں نے جو "اتحاد
مقدس" قائم کیا تھا اس کا انحصار تمام تر فلپ کی مدد پر
تھا، اور جب تک وہ انہیں آدمی اور روپیہ دیتا جاتا تھا اسے فرانس کیطرف
سے بالکل اطمینان تھا - عین اس وقت میں پارما نے انیٹورپ پر قبضہ
کرکے شاندار کامیابی حاصل کی - ایک دلیرانہ مقاومت کے بعد اس مقام کے سقوط
سے الیزبتھ کو بھی مجبور ہونا پڑا کہ اگر وہ اس سدراہ کو برقرار
رکھنا چاہتی ہے، جس نے جنگ کو انگلستان کے دروازے
سے باہر روک رکھا تھا، تو وہ اس وقت عملی کارروائی اختیار
کرے - لارڈ لیسٹر نہایت عجلت کے ساتھ آٹھ ہزار آدمیوں
کے ہمراہ سواحل فلینڈرز کی طرف روانہ کیا گیا - اس سے بھی
زیادہ دلیرانہ جواب یہ دیا گیا کہ فرینسس ڈریک کو پچیس جہازوں
کے ایک بیڑے کے ساتھ اسپین کے سمندر میں روانہ ہونے
کی اجازت دیدی گئی - ڈریک نے اس سفر میں مسلسل کامیابیاں
حاصل کیں - انکیوزیشن (عدالت استیصال ارتداد) نے انگریز
ملاحوں پر جو ظلم کئے تھے اس کا بدلہ یوں ہو گیا کہ سنٹ
ڈومنگو اور قرطاجنہ کے شہر جلا ڈالے گئے - کیوبا اور فلوریڈا کے

۱۵۸۶ سواحل لوٹ لئے گئے۔ اور اگرچہ سونا لیجانے والا بیڑہ ڈریک کے ہاتھ سے بچ گیا پھر بھی وہ بہت کثیر مال غنیمت لیکر پھرا۔ لیکن لیسٹر کی فوجوں نے کچھ نہ کیا، زٹفن میں ایک خفیف سی جنگ ہوئی اور اس میں بھی نقصان اسی فوج کو ہوا، اور اسی جنگ میں سڈنی مارا گیا۔ اس فوج کے بھروسہ پر الیزبتھ نے یہ کوشش کی کہ فلپ اور ریاستہائے ندرلینڈز میں صلح ہوجائے مگر یہ کوشش کارگر نہ ہوئی۔ اس اثنا میں خود انگلستان میں اس کے گرد وپیش خطرات کا ہجوم ہوتا گیا۔ کیتھولک مذہبی داروگیر سے عاجز آگئے تھے، ملک کے اندر بغاوت کا امکان نہیں تھا بیرون ملک سے نجات حاصل نہیں ہوسکتی، اس عالم مایوسی میں وہ بالکل دیوانے ہوگئے اور ان میں سے زیادہ جوشیلے لوگ ملکہ کے قتل کرنے کی تجویزوں کو گوش قبول سے سننے لگے۔ ولیم (آرنج) کے قتل سے اس تجویز نے اور ہی خطرناک صورت پیدا کرلی تھی۔ سمرویل ایک مذہبی مجنون تھا، وہ اپنے خنجر سے ملکہ کے قتل کرنے کے لئے" لندن کو روانہ ہوا اور روانگی سے پہلے "نان مقدس" حاصل کی اس کے گرفتار ہوجانے سے لامحالہ سخت کارروائی اختیار کرنا پڑی۔ کیتھولک شرفا و امرا کی گرفتاریاں عمل میں آنے لگیں، اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی صرف انزاف کورٹ (مدرسہ ہائے قانون) میں چند کیتھولک رہ گئے تھے وہ سب کے سب سختی کے ساتھ وہاں سے خارج کئے گئے اور پادری پھر گروہ درگروہ قتل ہونے

لگے - دار العوام کے ایک رکن پیری پر (جو ملکہ کے خانگی ملازموں میں بھی شامل رہ چکا تھا) اسی جرم میں مقدمہ قائم ہونے اور اس کے قتل کئے جانے سے عام اضطراب پیدا ہو گیا - پارلیمنٹ خوف و وفاداری کے جذبات کے ساتھ مجتمع ہوئی، فرقہ جزوئٹ کے تمام لوگ اور ورسگا ہی قیس قتل کی تہدید کے ساتھ ملک سے نکال دئے گئے - ملکہ کی حفاظت کے خیال سے ایک قانون یہ منظور ہوا کہ جانشینی کا کوئی دعویدار جو رعایا کو بغاوت پر یا ملکہ کی ذات کو نقصان پہنچانے پر ابھارے گا وہ ہمیشہ کے لئے وراثت تخت کے نا قابل قرار دیدیا جائیگا - اس تہدید کا مقصود میری اسٹوارٹ تھی - اتنی مدت دراز کی قید، فلپ یا اسکاٹلینڈ کو اپنی مدد پر آمادہ نہ کر سکنے کی ناکامی انگلستان کے کیتھولکوں کی بغاوت اور جزوئٹ کی سازشوں کی ابتری سے تنگ آکر میری اطاعت پر آمادہ ہو گئی تھی اس نے الیزبتھ کو لکھا کہ "مجھے یہاں سے چلے جانے دو کہ میں اس جزیرے سے نکل کر کسی تنہا جگہ میں عزلت نشین ہوکر مرنے کی تیاری کروں - اس کو منظور کرلو اور میں اپنے ہر قسم کے حقوق سے دست برداری کے لئے آمادہ ہوں" مگر یہ فریاد بیکار رہی اور اس کی اس مایوسی سے الیزبتھ کے لئے اور زیادہ خطرناک سازشوں کے نئے نئے اندیشے پیدا ہو گئے

۱۵۸۶ انتھونی ببنگٹن اور نوجوان کیتھلکوں کے ایک گروہ کے ارادے سے میری واقف تھی اور اس نے اسے پسند کیا

تھا کہ وہ لوگ ملکہ کو مار ڈالیں، اس گروہ کے لوگ زیادہ تر خود ملکہ کے خانگی ملازمین میں شامل تھے، مگر اس سازش اور اس کی منظوری دونوں کے حالات والسنگھم کے قبضے میں آگئے اور میری کے خطوط کی گرفتاری سے اس کا جرم ثابت ہو گیا۔ باوجود میری کے اعتراض کے امرا کی ایک کمیشن نے بطور جج کے فاتھرنگے کیسل میں نشست کی اور ان کے میری کو مجرم قرار دینے سے حسب قانون بالا تخت کے متعلق اس کے تمام حقوق زائل ہو گئے۔ اس کے اثبات جرم کی خبر سے لندن کی سڑکوں پر جا بجا خوشی میں آگ روشن ہوگئی اور ایک گرجے کی آواز پر دوسرے گرجے کا گھنٹہ بجنے لگا، مگر باوجود اس کے کہ پارلیمنٹ نے میری کے قتل کی درخواست کی اور مجلس شاہی نے بھی اس پر زور دیا پھر بھی الیزبتھ اس کے قتل سے جھجکتی رہی۔ لیکن اب عام رائے کے زور کے سامنے کسی کی پیش نہیں چلتی تھی اور تمام قوم کی متفقہ آواز سے مجبور ہوکر الیزبتھ کو بادل ناخواستہ میری کے قتل سے اتفاق کرنا پڑا۔ اس نے حکم پر دستخط کرکے کاغذ زمین پر پھینکدیا اور مجلس شاہی نے اس کے قتل کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی۔ قصر فاتھرنگے کے ہال میں پھانسی نصب کی گئی اور میری نے جس بیباکی سے زندگی بسر کی تھی اسی بیباکی سے اس نے پھانسی پر جان دی۔ اس نے اپنی خادمہ عورتوں سے کہا کہ "دو روؤمت میں تمہارے لئے اپنی زبان دے چکی ہوں"۔

اس نے ملویل کو حکم دیا کہ " میرے دوستوں سے کہدینا کہ میں ایک اچھے کیتھولک کی طرح جان دے رہی ہوں"

میری کے قتل ہوتے ہی الیزبتھ غضبناک طور پر ان آمیڈا فدرا کی طرف پلٹی جنہوں نے اسے اس کام پر مجبور کیا تھا۔ سیسل (جو اب لارڈ برلے ہوگیا تھا) کچھ دنوں تک معتوب رہا۔ اور ڈیویسن (جو حکم قتل کو مجلس شاہی میں لے گیا تھا۔) ٹاور میں قید کر دیا گیا تاکہ ملکہ کی حکمت عملی کے برباد کرنے کا مزہ چکھے، در حقیقت میری اسٹوارٹ کے انتقال سے فلپ کے راستے سے آخری مشکل ہٹ گئی تھی اور انگلستان کے فرقہ کیتھولک کی تفریق باہمی رفع ہوگئی کیتھولک مذہب کے پیروؤں میں نسباً فلپ سب سے قریب تر وارث تھا اس لئے میری نے اپنے حقوق تاج وصیتہً اسی کی طرف منتقل کر دئے تھے۔ اور اسی وقت سے اس کے (میری کے) طرفداروں کی امیدیں اسپین کی کامیابی سے وابستہ ہوگئی تھیں۔ عملی کارروائی اختیار کرنے کے لئے فلپ پر اب کسی قسم کے اثر ڈالنے کی ضرورت نہیں تھی ڈریک کی کامیابیوں نے اسے یہ سبق دیدیا تھا کہ نئی دنیا پر اپنے تسلط کو محفوظ رکھنے کے لئے انگلستان کا فتح کر لینا ضروری ہے۔ نیز فلینڈرز میں انگریزی فوج کی موجودگی سے اسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ ان صوبوں کے قابو میں لانے کے لئے مقدم انگلستان کا فتح کرنا ہے۔ پس اس بڑی مہم کے خیال سے

فلینڈرز میں پارما کی کارروائیاں ملتوی کر دی گئیں ٹیگس میں تین برس سے جو بیڑہ اکٹھا ہو رہا تھا اس کیلئے جہازات اور ہر قسم کی ضروریات اسپین کے ایک ایک بندرگاہ سے جمع کی گئیں - فرانس میں "لیگ" کی صورت معاملات زیر و زبر ہو رہی تھی - بس اسی اندیشہ نے فلپ کو روک رکھا تھا کہ فرانس جوابی حملہ نہ کر بیٹھے - مگر تیاری آرمیڈا کی خبر نے ڈریک کو پھر میدان عمل میں آنے پر مجبور کر دیا - وہ تیس چھوٹی کشتیاں لیکر روانہ ہوا، بندرگاہ قادس میں ذخیرے کے جہازات اور بجروں کو جلا دیا، قلعہ ہائے فیرو کو تباہ ۱۵۸۷
کر دیا اور خود آرمیڈا پر بھی حملہ کر دیتا مگر صرف وطن کے احکام نے اسے روکدیا مگر قلنہ (Corunna) کو تاراج کر کے ڈریک نے (بقول خود) "شاہ اسپین کی ڈاڑھی جھلس ڈالی" الیزبتھ نے اس دلیرانہ حملے سے صلح کی گفت و شنود کا کام لینا چاہا مگر اسپین کے غرور کو سخت ٹھیس لگ چکی تھی - ادھر معاہدہ صلح کے مراحل ابتدائی درپیش ہی تھے، اُدھر پارما نے آئندہ حملے کے لئے سترہ ہزار آدمی جمع کر لئے اور ڈنکرک میں باربرداری کے لئے ہموار سطح کی کشتیوں کا ایک بیڑہ تیار کر کے بے صبری کے ساتھ آرمیڈا کا انتظار کرنے لگا تاکہ اس کی حفاظت میں وہ رود بار کو عبور کر جائے مگر ڈریک کے حملے، آرمیڈا کے اول امیرالبحر کے انتقال اور موسم سرما کے طوفان نے اس بیڑے کی روانگی میں تاخیر پیدا کر دی،

فرانس کے خوف نے اور بھی اسے روک رکھا لیکن موسم بہار
میں فلپ کو اس صبر و انتظار کا صلہ مل گیا۔ لیگ کو
کامیابی حاصل ہوگئی اور شاہ فرانس اس کے ہاتھ میں ہوگیا۔
آرمیڈا فوراً ہی سپین سے روانہ ہوا مگر روانگی کے ساتھ
ہی خلیج بسکے کے طوفان نے اس کے جہازات کو منتشر کردیا
اور اسے فرول میں پناہ لینا پڑی۔ آخرالامر ۱۹۔ جولائی کو آرمیڈا ۱۵۸۸
کے بادبان راس لزرڈ سے دکھائی دئے اور بلندیوں کی آگ نے
تمام ساحل انگلستان کو خطرے سے آگاہ کر دیا۔ انگلستان
اس خبر کے سننے کیلئے تیار تھا، لیسٹر کے تحت میں بمقام ٹلبری
ایک فوج جمع ہو رہی تھی۔ صوبجات وسطی کی محافظ فوج
نے لندن کو اپنا مرکز بنایا تھا اور جنوب مشرق کی محافظ
فوجیں اپنے اپنے سواحل پر مقابلے کے لئے تیار تھیں۔ پارما
اپنی تجویز کے مطابق کتنا ہی قبل انگلستان میں کیوں نہ
داخل ہو گیا ہوتا، توبھی وہ یہی دیکھتا کہ اس کی فوج سے
ایک قوی تر فوج اس کے لندن کے راستہ میں حائل ہے
اور اس فوج میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے اس
کی بہترین پیدل فوج سے فلینڈرز میں برابر کا مقابلہ کیا تھا۔
اس نے اپنے بادشاہ کو اس امر سے متنبہ کر دیا اور لکھا تھا
کہ "وہاں اترنے کے بعد مجھے مسلسل لڑائیاں لڑنا پڑینگی۔
زخم و بیماری سے آدمیوں کا نقصان برداشت کرنا ہوگا،
سلسلۂ آمد و رفت کے کھلا رکھنے کے لئے عقب میں متعدد

دستے رکھنا پڑیں گے ، اور تھوڑے ہی دنوں میں میری فوج اس قدر کمزور ہو جائے گی کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں آگے بڑھ سکے گی اور مرتدوں اور حضور والا کے دوسرے دشمنوں کو مداخلت کا موقع مل جائیگا - ان تمام نقصانات کے ساتھ ہی ایسی اہم دشواریاں بھی پیش آسکتی ہیں جن کا تدارک مجھ سے شاید نہ ہو سکے ،، اگر واقعی پارما انگلستان میں آبھی جاتا تو بھی اسپین کی کامیابی کی حقیقی توقع صرف کیتھولکوں کی بغاوت سے ہو سکتی تھی لیکن اس نازک موقع پر انگلستان کے کیتھلکوں کا جوش حبُ الوطنی مذہبی جنون سے زیادہ قوی ثابت ہوا، کیتھولک امرا نے اپنے جہازات ڈریک اور لارڈ ہاورڈ کے جہازات کے ساتھ شامل کردئے اور کیتھولک زمیندار اپنے متاجرین کو لئے ہوئے ٹلبری میں جمع ہو گئے ، لیکن انگلستان میں اُترنے کے لئے ہر حال میں ضروری تھا کہ رودبار پر قابو حاصل کیا جائے اور رودبار میں ایک بیڑہ مقابلے کے لئے تیار تھا - جب آرمیڈا ایک وسیع ہلال کی شکل میں پلی متھ کے سامنے سے گزرتا ہوا آگے بڑھا تاکہ بمقام کیلے' پارما سے مل جائے تو لارڈ ہاورڈ (افنگھم) کے تحت میں جہازات کا بیڑا خلیج سے نکل کر ہوا کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے لگ گیا - تعداد میں ان دونوں متخاصم طاقتوں کو ایک دوسرے سے کوئی نسبت نہ تھی ، آرمیڈا کے ایک سو انچاس جہازوں کے مقابلے میں انگریزی جہازوں

کی تعداد صرف اسّی تھی - وزن و جسامت کے لحاظ سے یہ تناسب اور بھی غیر معمولی ہو گیا تھا، انگریزی جہازوں میں سے پچاس جہاز جن میں امیر البحر کے جہازات اور رضا کار کشتیاں سب شامل تھیں، موجودہ زمانے کے تفریحی جہازوں سے بڑے نہیں تھے - ملکہ کے جو تیس جہاز اس بیڑے کے خاص جہاز تھے، ان میں سے بھی صرف چار جہاز وزن و وسعت میں اسپین کے چھوٹے سے چھوٹے جہاز کے برابر تھے - ان اسپینی جہازوں میں سے سب سے زیادہ ہیبتناک نصف حصہ بیڑے کے پینسٹھ جہازات پر مشتمل تھا، ان کے علاوہ چار شاہی جہاز اور چار ان سے بھی طویل القامت جہاز تھے جن میں ہر ایک پر پچاس پچاس توپیں چڑھی ہوئی تھیں چھپّن مسلح تجارتی جہاز اور بیس چھوٹی کشتیاں تھیں کل آرمیڈا میں ڈھائی ہزار توپیں اور سامان کا نہایت وسیع ذخیرہ تھا، اس میں آٹھ ہزار ملّاح اور بیس ہزار سپاہی موجود تھے، اور اگرچہ امیر اعلیٰ ایک درباری ندیم ڈیوک مدینہ سدونیہ تھا مگر اس کی مدد کے لئے اسپین کے بحری افسروں کا قابل ترین عملہ موجود تھا، انگریزی جہازات اگرچہ چھوٹے تھے مگر وہ ہر طرح پر کیل کانٹے سے درست تھے۔ اسپینی جہازات جب ایک فٹ چلتے تو وہ دو فٹ چلتے تھے - ان پر نو ہزار جفاکش ملّاح تھے - اور ان کے امیر البحر کی امداد کے لئے ان ناخداؤں کی ایک جماعت موجود تھی جنھوں نے اسپین کے سمندروں میں ناموری حاصل کی تھی۔

ہاکنس جس نے سب سے پہلے جزائر امریکہ کی طلسماتی دیوار کو توڑا امیر البحر کے ساتھ تھا اسی جماعت میں فرابشر تھا جس نے شمال مغرب کا راستہ معلوم کرنے میں شہرت دوام حاصل کر لی تھی اور سب سے بڑھکر یہ کہ ڈریک بھی انہیں میں شامل تھا اور لوگوں کے ذاتی جہازات سب اسی کے تحت میں تھے۔ ہوا کا نفع بھی انگریزوں کو حاصل ہو گیا تھا اور ان کے ہلکے جہازات اسپینی جہازوں کے ایک فیر کے مقابلے میں چار فیر کر سکتے تھے، وہ جب چاہتے ان سے قریب ہو جاتے اور جب چاہتے دور ہو جاتے، اسی صورت سے وہ اسپینی جہازوں کے رودبار سے گزرتے وقت برابر ان کے عقب میں لگے رہے۔ بقول انگریزی ملاحوں کے "اسپینیوں کے پر ایک ایک کرکے نوچ لئے گئے" اسپینی جہازات پے درپے ڈوبتے اور گرفتار ہوتے اور ساحل پر بھگائے جاتے رہے، اور اس پر بھی مدینہ سدوینہ کو اس میں کامیابی نہ ہوئی کہ وہ اپنے تعاقب کرنے والوں کو قریب ہوکر جنگ کرنے پر مجبور کر دیتا۔ آرمیڈا کبھی رک جاتا کبھی آہستگی کے ساتھ بڑھتا رہتا۔ اسی روا روی میں دونوں بیڑوں کے درمیان ایک ہفتہ تک جنگ جاری رہی۔ یہاں تک کہ آرمیڈا، کیلے میں لنگر انداز ہوگیا، اب وقت آگیا تھا کہ اگر آرمیڈا اور پارما کے اتحاد کو روکنا ہو تو زیادہ تیزی کے ساتھ کارروائی کی جائے، کیونکہ اس بے رحمی کے تعاقب سے اگرچہ اسپینوں کی حالت خراب ہو گئی تھی مگر پھر بھی

ان کے جہازوں کا زیادہ نقصان نہیں ہوا تھا، دوسری طرف انگریزوں کے جہازوں کی تعداد اگرچہ بڑھ گئی تھی مگر ان کا سامان رسد اور گولہ بارود وغیرہ جلد جلد کم ہوتا جاتا تھا۔ ہاورڈ نے مبارزت کا عزم مصمّم کر لیا، اور آٹھ گولہ انداز جہازوں پر روشنی کر کے نصف شب کو انہیں سمندروں کے بہاؤ کے ساتھ اسپینی جہازوں کی قطار کی طرف روانہ کر دیا۔ اسپینی جہازوں نے فوراً اپنے رسّے کاٹ دئے اور سمندر میں نکل پڑے اور ہوا کے ساتھ گراؤ یلنز سے دور نکل گئے۔ ڈریک نے اب یہ عزم کرلیا کہ جو کچھ بھی ہو مگر ان کی واپسی کو روکنا چاہئے۔ صبح ہوتے ہوتے انگریزی جہاز اچھی طرح قریب آ گئے اور دن ڈوبتے ڈوبتے انہوں نے قریب قریب اپنا آخری کارتوس ختم کر دیا۔ تین اسپینی جہاز ڈوب گئے، تین بے یار و مددگار فلینڈرز کے ساحل کی طرف بہ گئے مگر اسپینی جہازوں کا اصل حصہ بدستور قائم رہا اور ڈریک تک کو یہ بیڑا حیرت انگیز طور پر بڑا اور مضبوط معلوم ہوتا رہا، لیکن خود آرمیڈا کے لوگوں کو مطلق امید باقی نہیں رہی تھی۔ انگریزوں کی مہلک آتش فشانی اور طوفان کے باعث تمام جہاز درہم برہم ہو گئے تھے۔ اُن کے

بادبان پرزے پرزے، مستول ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے اور اب یہ انبوہِ جہازات محض مسلخ بن گئے تھے۔ چار ہزار آدمی کام آئے، اور اہل جہاز اگرچہ بڑی بیجگری سے لڑے مگر اس مہیب قتل عام کو دیکھکر سب سہم گئے۔ مدینۂ سدونیہ پر خود نا امیدی طاری ہوگئی۔ اس نے اپنے سب سے زیادہ جری کپتان سے کہا کہ "سینیور اوکوئنڈا ہمارا خاتمہ ہو گیا، اب ہمیں کیا کرنا چاہئے" اوکوئنڈا نے جواب دیا کہ "اور لوگ ایسا کہیں تو کہیں، حضور کو بس تازہ کارتوسوں کے لئے حکم دینا چاہئے" اوکوئنڈا اس خیال میں تنہا تھا، ایک مجلس جنگ منعقد ہوئی اور یہ فیصلہ ہوا کہ اسپین کی واپسی کا جو ایک راستہ جزائر آرکینز کے گرد ہوکر کھلا رہ گیا ہے اسی طرف سے ہوکر اسپین کو واپس جانا چاہئے۔ ڈریک نے لکھا ہے کہ "مجھے اس سے زیادہ مسرّت انگیز منظر کبھی نظر نہیں آیا جبکہ میں نے دیکھا کہ دشمن جنوبی ہوا کے ساتھ شمال کی طرف بھاگا جا رہا ہے۔ شہزادہ پارما پر اچھی طرح نظر رکھنا چاہئے کیونکہ اگر ہم چاہیں تو خدا کے فضل سے مجھے یہ یقین ہے کہ ہم بہت جلد ڈیوک سدونیہ سے بندرگاہ سینٹ میری میں خود اس کے نارنگیوں کے باغ میں اپنے حسب خواہش معاملات طے کر لیں" مگر اس

تباہی کا کام ڈریک سے ایک قوی تر دشمن کے لئے محفوظ تھا۔ رسد کم ہو جانے کے باعث انگریزی جہازوں کو مجبوراً تعاقب ترک کرنا پڑا مگر اسپینی جہازوں کے آرکینز پر پہنچتے ہی شمالی سمندروں کا طوفان اس زور سے اٹھا کہ تمام نظم و ترتیب ہوا ہوگئی۔ پچاس جہاز قلزم تک پہنچے جن پر وبا اور موت کے ستم زدہ دس ہزار آدمی سوار تھے۔ باقی جہازوں میں سے کچھ تو ڈوب گئے اور بعض آئرلینڈ کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئے۔ آرکینز اور فیرو کے تباہ کن جزائر جزائر اسکاٹلینڈ کے اہل قبائل، ڈونیگال اور گیلوے کے پیدل سپاہی، سب نے ان کے قتل اور لوٹ میں ہاتھ رنگے جائینٹس کازوے اور بلاسکٹس کے درمیان آٹھ ہزار اسپینی تباہ ہوگئے۔ سلیگو کے قریب سمندر کے کنارہ پر ایک انگریزی کپتان نے گیارہ سو لاشوں کا شمار کیا۔ امرائے اسپین کے جو چیدہ افراد الونزو ڈی لیوا کے تحت میں اس جدید جنگ مقدس میں شرکت کے لئے روانہ کئے گئے تھے، دو مرتبہ ان کے جہازات تباہ ہوئے اور جب تیسری مرتبہ یہ لوگ جہاز پر سوار ہوکر چلے تو ڈنلیوس کے قریب ایک چٹان پر جہاز پھنس کر رہ گیا۔

جزو ہفتم

عہد الیزبتھ کے شعرا

(اسناد۔ اس دور کے عام حالات کے لئے مسٹر (لارڈ) مارلے کی قابل قدر کتاب "انگریزی علم ادب کا ابتدائی خاکہ" (First sketch of English Literature) ہیلم کی تاریخ ادبی (Literary History) اور موسیو ٹین کی "تاریخ ادبیات انگریزی" (History of English Literature) وغیرہ دیکھنا چاہیئے مسٹر کریک نے اسپنسر کے تصانیف کی بہت مفصل طور پر تشریح کی ہے اور ابتدائی انگریزی ڈراما کی تاریخ کے پورے تفصیلات مسٹر کولیر کی تصنیف "تاریخ ادبیات افسانہ تا عہد شیکسپیر" (History of English Dramatic Literature to the time of Shakspear) سے معلوم ہو سکتے ہیں شیکسپیر کے ڈراموں کی تاریخ کے متعلق ہیلوں کی جستجو کامل تحقیقات کا کام دیتی ہے اور (Sonnets) (غزلیات) کے متعلق مسٹر آرمیج براؤن اور مسٹر جیرالڈ میسی کے تصانیف میں آخری نظریات موجود ہیں بن جانسن اور اس کے رفقا کے متعلق انہیں کے تصانیف گفرڈ وغیرہ کے حواشی کے ساتھ

دیکھنا چاہیے۔ لارڈ بیکن کے نہایت مکمل حالات اس کے "سوانح و خطوط" میں ملیں گے۔ مسٹر اسپیڈنگ نے اس کے تصانیف کے ساتھ اسے بھی شائع کیا ہے۔ اسپیڈنگ کا معذرت آمیز انداز لارڈ مکالے کے مضمون لارڈ بیکن کے حکم ناطق کے بالکل مخالف واقع ہوا ہے، نیز وہ مسٹر گارڈنر کی تاریخ انگلستان کے نسبتاً منصفانہ فیصلے کے بھی مغائر ہے۔ اس بحث میں مسٹر لیوئس کی تاریخ فلسفہ (History of Philosophy) بھی دیکھنا چاہیے)۔

عہد الیزبتھ کی شاعری

عہد الیزبتھ کے نصف اول میں انگریزی علوم کی تجدید پر ہم پہلے ہی نظر کر چکے ہیں قومی زندگی کی عام بیداری، دولت کی فراوانی، نفاست پسندی اور فرصت اس عہد کے خصوصیات میں تھے، اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ ان کے ساتھ ہی ساتھ انگریزوں میں دماغی جودت بھی ترقی کرتی جاتی تھی جس کا ثبوت نئے ابتدائی مدارس کی ترقی، دارالعلوموں میں ادب القدما کی تعلیم کے نئے جوش اور ترجمے کے شوق سے ملتا ہے۔ انہیں ترجموں کی وجہ سے اطالیہ و یونان کے مستند تصانیف سے تمام انگلستان میں لوگ عام طور پر مانوس ہو گئے تھے۔ اس جودت ذہنی کا اظہار سب سے بڑھکر سیکول اور للی کی بلند پایہ نظم و نثر سے ہوا، انکی کوششیں اگرچہ ابتدائی قسم کی تھیں مگر تھیں پُرزور۔ انگریزی ادبیات پر قومی و مقامی ہنگامہ کا جو اثر پڑ رہا تھا اس میں اِس زمانہ کی مخصوص شوخی طبع، اور عجائب پسندی نے بھی اضافہ

کردیا تھا۔ ایک نئی زمین و آسمان (امریکہ) کے ظاہر ہو جانے سے اس زمانے کے اغراض انسانی کے حدود جس قدر وسیع ہو گئے تھے ایسی وسعت خیال اس کے پہلے یا بعد کبھی پیدا نہیں ہوئی، سولھویں ہی صدی کے نصف آخر میں کپلر اور گلیلیو نے کوپرنیکس کی دریافتوں کو عالم آشکارا کیا اور اسی زمانے میں "قزاق جہازوں" نے اس پردے کو ہٹا دیا جسے اسپین نے اپنی حرص کی وجہ سے نئی دنیا پر ڈال رکھا تھا۔ اس زمانے میں غیر ملکوں کے سفر کا بھی ایک عام شوق پیدا ہو گیا۔ اس سے، دفعتہً واحدۃً دنیا کی مختلف قومیں ایک دوسرے سے رو در رو ہو گئی تھیں ذہنی ترقی پر اس کا اثر بھی کسی طرح مذکورۂ بالا انکشافات سے کم نہیں پڑا۔ امیر البحر ڈیسیچی نے مغرب کے سُرخ رنگ قبائل کے حالات شائع کئے کورٹیز اور پزارو نے مکسیکو اور پیرو کے عجیب و غریب تمدن کی کیفیتیں دکھائیں اسکے ساتھ ہی اہل پرتگال کے سفروں نے مشرق کی قدیم شان و شوکت کو نظروں کے سامنے کردیا، اور ہندوستان و چین کی داستان ممالک عیسوی میں پہلی بار میفی و منڈوزا کے توسط سے پہنچی۔ اس دریافت کے کام میں انگلستان نے پورا حصہ لیا، ایک انگریز سیاح جنکنس، بخارا تک گیا۔ و لوبی نے مغربی یورپ میں مسکووی (روس) کی یاد پھر تازہ کردی انگریزی جہاز ران اسکوئی ہو تک پہنچ گئے اور ورجنیا میں آباد ہو گئے

ڈریک نے تمام کرۂ ارض کا چکر لگایا ہیکلوئٹ نے جو مجموعۂ اسفار شایع کیا تھا اس سے نہ صرف دنیا کی وسعت کا علم ہوتا تھا بلکہ بنی نوع انسان کی بے شمار قوموں، ان کے قوانین، رسوم، مذہب اور تعقل کے اختلافات کا حال معلوم ہوتا تھا۔ دنیا کے اس جدید وسیع معلومات کا اثر نہ صرف اس وقت کے تخیل کی زندہ دلی اور شادابی سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ اس وسیع دلچسپی سے بھی ہویدا ہوتا ہے جو خود انسان کی بابت پیدا ہوگئی تھی شکسپیر کا تصور کیلیبان مانٹین کے سوالات کی طرح خطرات انسانی اور تاریخ انسانی کے ایک نئے اور صحیح تر فلسفہ کی ابتدا کرتا ہے کیونکہ اس نے استقرا سے زیادہ کام لیا ہے۔ فضائل انسانی کے مطالعہ سے جو دلچسپی پیدا ہوگئی تھی وہ بکین کے مضامین سے ظاہر ہوتی ہے اور اس سے بھی زیادہ ڈرامے کی تعجب انگیز ہر دلعزیزی سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ شاعرانہ قوتوں کے ان وسیع و عالمگیر اسباب کے ساتھ انگلستان کا وہ جوش بھی شامل ہوگیا تھا جو قومی فیروزمندی، آرمیڈا پر فتحیابی، اسپین سے خلاص پانے اور کیتھولک قوت کے شکست ہوجانے سے (جو قوم کی امیدوں پر ابر کی طرح چھائی ہوئی تھی) پیدا ہوگیا تھا۔ اپنی محفوظ حالت اپنی قومی قوت اور قومی طاقت کے اس نئے احساس نے یکبیک انگلستان کو کایا پلٹ کردیا تھا۔ اس وقت تک

الیزبتھ کے عہد کی دلچسپی سیاسی و مادی تھی۔ منظر عام صرف سیسل اور والسنگھم کے سے مدبّرون اور ڈریگ کے سے جنگجویوں سے بھرا ہوا تھا، اس وقت کی ظفر مندیوں میں علم ادب کو مشکل سے ابھی کوئی جگہ ملی تھی مگر جس وقت سے آرمیڈا شکست کھاکر فرول کو واپس گیا ہے اس وقت سے شاعروں اور فلسفیوں کی شان و شکوہ کے آگے جنگجو و مُدبّر پست ہو گئے تھے۔ الیزبتھ کے ندیموں میں سب سے معزّز وہ شاعر تھا جس نے "فیری کوئن" اس کے روبرو پیش کی، وہ نوجوان مُقنّن تھا جو اس تمام شان و شوکت کے درمیان "نووم آرگینم" کے مسائل پر غور کررہا تھا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہُکر بھیڑوں کے بارے میں اپنی تصنیف (Ecclesiastic Polity) "کلیسائی تنظیم" تیار کررہا ہے اور ٹیمز کے قریب ایک بھدے سے تھیٹر میں شیکسپیر کی جولانی طبع سال بسال جدید عظمت دکھارہی ہے تو ان کے سامنے قادسیہ کی کامیابی اور آئرلینڈ کی فتح بالکل ہیچ معلوم ہوتی ہے۔

اسپنسر انگلستان میں ادبیات جدید کی پوری تجلی اڈمنڈ اسپنسر کی ذات سے طلوع ہوئی۔ اس کی زندگی کے حالات ۱۵۵۲ ہمیں بہت کم معلوم ہیں، وہ مشرقی لندن میں غریب والدین کے گھر میں پیدا ہوا تھا مگر اس کا رشتہ التھارپ کے خاندان اسپنسر سے ملتا تھا، جس کی شہرت اس وقت تک

ایک پُرانے خاندان کے طور پر قائم تھی" اور خود اسپنسر کو بھی اس پر فخر تھا۔ اس نے رعایتی فیس کے ساتھ کیمبرج میں تعلیم پائی اور ابھی لڑکا ہی تھا کہ دارالعلوم کو چھوڑ کر شمال میں اتالیق مقرر ہوگیا، چند برس غیر معروف طور پر غربت میں زندگی بسر کرنے کے بعد ایک خوبصورت "روزیلینڈ" کی ملامت پر وہ پھر جنوب کی طرف چلا گیا۔ کالج کی دوستی کے باعث گبریل ہاروے اسے لارڈ لیسٹر کی خدمت میں پیش کردیا اور لیسٹر نے اسے اپنا ایلچی مقرر کر کے فرانس بھیجدیا اس دوران ملازمت میں لیسٹر کے بھتیجے سر فلپ سڈنی سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ سڈنی ہی کے مکان واقع پینشرسٹ میں اس نے اپنی پہلی تصنیف (Shepheard's Calender) (گڈریے کی جنتری) تیار کی خود سڈنی کی "آرکیڈیا" کی طرح یہ کتاب بھی گلّہ بانی کی زندگی کا مظہر تھی جس میں محبّت، وفاداری، اور پیورٹنی اصول گڈریے کی خیالی زندگی کے ساتھ مخلوط ہو گئے تھے۔ اس لطیف موسیقی اور وسیع تخیّل کے سبب مصنّف کو معاً ہمعصر شعرا کی صف اول میں جگہ مل گئی مگر وہ اس وقت اس سے ایک بہت ہی بڑی تصنیف کی تیاری میں مشغول تھا اور گبریل ہاروے کے بعض مقولات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آری استو کی برابری کرنے پر تُلا ہوا تھا بلکہ اسے تو یہانتک امید تھی کہ اپنی کتاب "الوش کوین" میں وہ آرلینڈ و فیوری اوسو سے بھی بڑھ جائیگا مگر برلے کی نا رضامندی یا عدم توجہ نے ان تمام توقعات

پر پانی پھیر دیا جو سڈنی اور ارل لیسٹر کی سرپرستی اور ملکہ کے التفات کے باعث پیدا ہوگئے تھے۔ سڈنی خود الزبتھ کی نظروں سے گر گیا تھا، اور وہ "آرکیڈیا" لکھنے کے خیال سے اپنی بہن کے پاس ولٹن میں چلا گیا۔ اسپنسر نے بھی ملک کو خیرباد کہا، وہ خود لکھتا ہے کہ "بادشاہوں کے دربار میں بیکار پڑے رہنے اور لاحاصل توقعات قائم کرنے سے میں نا امید ہوگیا ہوں" وہ لارڈ گرے کی سکرٹری (معتمد) کے طور پر اس کے ساتھ آئرلینڈ کو چلا گیا، اور گرے کے واپس آجانے کے بعد بھی وہیں ایک عہدے پر رہگیا۔ لارڈ ڈسمنڈ کی ضبط شدہ جائداد سے اسے کچھ زمین بھی عطا ہوگئی تھی۔ اس طرح پر اسپنسر ان نو آباد کاروں میں شامل ہوگیا تھا، جن سے اس زمانے میں انگلستان کو امید تھی کہ وہ منسٹر کو دوبارہ آباد کردیں گے۔ اُس بنجر زمین میں جہاں "سردی، اشیاء کی کمیابی اور غربت کا ہجوم تھا"، اسپنسر نے عملی دلچسپی لینا شروع کیا جس کا ثبوت اس کے ایک نثر کے رسالے سے ملتا ہے جو اس نے کچھ زمانے بعد اس جزیرے کی حالت وحکومت کے متعلق شائع کیا تھا۔ اس نے ڈبلن یا ڈونیریل سے دو میل کے فاصلہ پر سفید پہاڑ مول کے دامن میں اپنے قصر کلکولمین کے اندر دس برس کا وہ زمانہ گزارا جس میں سڈنی کا انتقال ہوا، میری کو پھانسی دی گئی اور آرمیڈا آیا اور نکل گیا۔ اس مقام میں اس کی بیچین طبیعت والے دوست والٹر رالے نے

اسے "دیکھا کہ وہ ملا کے ساحل کے قریب جھاؤ کے سرسبز درختوں کی چھاؤں میں ہمیشہ سست بیٹھا رہتا ہے"۔ رالے کی یہ آمد ایک نظم کی وجہ سے یادگار ہوگئی تھی جس کا عنوان یہ ہے کہ کالن کلاوٹ پھر اپنے گھر آگیا ہے"۔ پنیسہرسٹ کے دو برس کے خوشگوار قیام میں جس عظیم الشان تصنیف کی ابتدا ہوئی تھی وہ شاعر کی جلا وطنی کی "سستی" و تنہائی میں انجام کو پہنچی اور اس تصنیف "فیری کوین" کی تین اول کتابوں ہی کے شائع کرنے کی غرض سے اسپنسر، رالے کے ہمراہ لندن کو واپس آیا۔

فیری کوین "فیری کوین" کی اشاعت انگریزی شاعری کی تاریخ میں ایک نہایت نازک موقع پر ہوئی، درحقیقت اس نے اس سوال ۵۹۰ کا جواب دیدیا کہ انگریزی شاعری بھی کوئی چیز ہے یا نہیں۔ قدیم نظم جس نے کیڈمن کی ذات سے برگ و بار پیدا کئے اور اسی کے ساتھ فنا ہوگئی تھی اسے چاسر نے دفعۃً واحدۃً نہایت ہی عظمت و عروج پر پہنچا دیا تھا مگر اس کے بعد اس کا حشر نہایت برا ہوا البتہ سرحد کے پار پندرھویں صدی کے شعرائے اسکاٹلینڈ نے اپنے استاد کے رنگ اور اس کے زور بیان کو ایک حد تک قائم رکھا اور خود انگلستان میں "نشاۃ جدیدہ" کی اطالوی شاعری کی آواز بازگشت سرے اور سڈنی کی صورت میں ظاہر ہوئی اب نئے انگریزی ڈرامے نے بھی اپنی حیرت انگیز طاقت کا اظہار شروع کردیا تھا

اس کے گرد و پیش کے عجائبات و اسرار کی نہایت صحیح تصویر تھے کورٹیز اور رالے کے زمانے کا عالم خواب، اب عالم خواب نہیں رہا تھا اور کسی لیڈی یا نائٹ کی بابت کوئی عجیب سے عجیب اتفاق یا حادثہ ایسا نہیں بیان کیا جاسکتا کہ جنوبی سمندروں کے گرم و سرد چشیدہ جہازراں اس سے عجیب تر قصے "ایوان مبادلہ" کے باوقار تاجروں کے سامنے نہ بیان کرتے ہوں۔ "نشأۃ جدیدہ" کے زمانے میں خیالات میں جیسی ابتری تھی اس کے لحاظ سے آرتھر اور اسکے نائٹوں کے قصے کی متضاد باتیں ہی (جو مغنیوں، نظم گویوں اور پادریوں کی حریصانہ کوششوں سے عجیب و غریب طور پر پیدا ہوگئی تھیں) اس زمانے کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھیں۔ اس وقت کے لوگوں کی نظروں میں شاید "فیری کوئین" کے بیانات کا یہ خلط مبحث کچھ معیوب معلوم ہو کہ جس سبزہ زار پر نائٹ جمع ہوں وہیں روما کی سینگھوں والی مخلوق ناچتی ہو، نئی دنیا کے تباہ شدہ جہازوں کے نکالنے والوں کا تذکرہ اُس کے بعد ہی یونان کی جنگلی مخلوق کا ذکر ہونے لگے، جن کی شکل انسان کی سی اور کان اور دُم گھوڑے کے سے تھے۔ علیٰ ہذا عام افسانے کے دیووں، بھوتوں، عفریتوں کے ساتھ ہی ساتھ ازمنۂ وسطیٰ کے افسانوں کے یونانی قصوں اور ناکتخدا لڑکیوں کا مذکور شروع ہوجائے۔ یہ خلط مبحث اگرچہ عجیب معلوم ہوتا ہے

اور مارلو کے تصانیف سے شکسپیر کے لئے راستہ صاف ہوگیا تھا۔ آئندہ کے نظم کے توقعات اگرچہ نہایت روشن تھے لیکن اسپنسر جس وقت اپنی کتاب "فیری کوین" لئے ہوئے برسٹل میں وارد ہوا ہے اس سے دو برس کے اندر انگریزی زبان میں ایسی معنی آفریں نظم نہیں کہی گئی تھی۔ اس کے بعد سے انگریزی شاعری کی رفتار و ترقی میں کسی وقت بھی خلل نہیں پڑا۔ ایسے بھی وقت آئے کہ انگلستان "خوش الحان پرندوں کا گھونسلا" بن گیا جیسا کہ اس نظم کی اشاعت کے عین مابعد زمانے میں واقع ہوا اور ایسے بھی وقت آئے کہ نظم کا ذکر کہیں کہیں شاذ و نادر ہوتا تھا، مگر ایسا کوئی وقت نہیں آیا کہ انگلستان میں ایک بھی شاعر نہ رہا ہو نئی انگریزی شاعری اور اس کے مخرج میں بالکل مطابقت تھی اور اسپنسر ہمیشہ "شاعروں کا شاعر" (یعنی شاعر گر) سمجھا جاتا رہا اپنے وقت میں وہ تمام انگلستان کا عام پسند شاعر تھا، "فیری کوئین" کو تمام لوگوں نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لیا۔ یہ کتاب "ہر مہذب شخص کی مسرت کا باعث ہر شاعر کے لئے نمونہ اور اور ہر سپاہی کے لئے موجب تسکین" بن گئی تھی۔ درحقیقت اس نظم میں اس وقت کی طرز زندگی کا ہوبہو نقشہ کھینچ دیا گیا تھا۔ اسپنسر نے اپنے قصے کا ڈھانچہ کلٹی افسانہ کے عالم خیال کے سانچہ میں ڈھالا تھا جس کے عجائبات و اسرار حقیقت میں خود

مگر یہ خلط مبحث، ان متضاد خیالات اور متخاصم جذبات کو بہت صحیح طور پر ظاہر کرتا ہے جو اسپنسر کے ہمعصروں کے دل و دماغ کو پریشان کررہے تھے۔ درحقیقت یہ حالات "فیری کوئین" تک مخصوص نہیں ہیں بلکہ جس دنیا کا خاکہ کھینچا گیا ہے اس کی حالت واقعی یہی تھی۔ ازمنۂ وسطیٰ کے مذہبی پُر اسرار عقائد کو "تجدید علمی" کی آزادی سے واسطہ پڑا، رہبانیت اور ترک خودی ان لوگوں پر اثر کیا چاہتی تھی جن کے خیالات عالم کی کثرت انواع اور غیر محدود ہستیوں کے احساس سے چھلک رہے تھے۔ حسّیات کی وہ خواب نما اور شاعرانہ لطافت (جس کا اظہار "فروسیت" کی خیالی باتوں میں ہوا کرتا تھا) اس درشت عملی قوت کے پہلو بہ پہلو آگئی تھی جو طاقت انسانی علم و ادراک سے پیدا ہوگئی تھی۔ اسی طرح انتہائی دوستی و محبت کا حد سے بڑھا ہوا مبالغہ اس اخلاقی سختی و بلند خیالی کا ہم قرین تھا جو "اصلاح" اور "کتاب مقدس" کی وجہ سے انگلستان میں پیدا ہوئی تھی۔ "فیری کوئین" کے اجزا مختلفہ اگرچہ ایک دوسرے سے اس قدر متباین واقع ہوئے ہیں مگر جس مخصوص سکون و وقار کے ساتھ ان کا اظہار ہوا ہے اس سے ان متضاد اجزا میں ایک طرح کی ہمرنگی پیدا ہوگئی ہے۔ "نشاۃ جدیدہ" کی پرہیجان دنیا ہمارے سامنے ہے مگر شاعر کی قدرت بیان نے اس میں ترتیب، لطافت اور سکون پیدا کردیا ہے، وہ اپنے وقت کی بہترین اطالوی

نظم سے بھی جو منظر اخذ کرتا ہے اس میں بھی ایک لطافت پیدا کردیتا ہے، یہانتک کہ اپنے گرد و پیش کے لوگوں کے لڑائی جھگڑے کو ذلیل واقعات سے ہٹاکر اس میں روحانی وحدت اور خود روح کی کشمکش کا رنگ دیدیتا ہے۔ ہمعصر واقعات کے اشارے نہایت کثرت سے ہیں مگر اس طرح کہ الیزبتھ اور میری کا مناقشہ اونا اور جھوٹی ڈوئسا کے مناقشے کی خیالی شکل اختیار کرلیتا ہے، اور اسپین اور ہیوگناٹ کی جنگ کے ہنگامۂ باہمی کی گرج دوسرے پرسکون امور سے ملکر ایک نرم اور دھیمی آواز کی طرح ہم تک پہنچتی ہے۔ خود قصے کی طرح نظم کی روانی بھی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا وہ اپنے طبعی زور میں آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ تعجیل، کوشش یا تعویق کا کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا۔ اسپنسر کی شاندار رنگ آمیزی اور اس کی خیالی تصاویر کی کثرت و پیچیدگی، پڑھنے والے کے لئے مطلق کسی طرح اغلاق نہیں پیدا کرتی، باوجود غرابت کے ہر تصویر اپنے موقع پر صاف و عیاں نظر آتی ہے۔ "فیری کوئین" کا یہی سکون، وقار اور علوّ روحانی ہے جن کے اندر ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ آیندہ زمانہ "نشاۃ جدیدہ" کی ہیجانی زندگی سے نکل کر ترتیب و ہمرنگی کی صورت اختیار کرنے والا ہے یہ تخیل اور نیز جس طرح اسپنسر نے اپنی تصنیف میں اس تخیل کی تکمیل کی ہے دونوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ نظم آیندہ زمانے کی پیوریٹینی عقائد کی خبر دے رہی ہے۔ اپنی سابقہ تصنیف "شیپرڈز کیلنڈر"

میں شاعر نے دلیری کے ساتھ ان لوگوں کا ساتھ دیا ہے جو دربار کے مذہبی طرز عمل کے خلاف اصلاح کلیسا کے مقابلہ میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ اس نے اسقف اعظم گرنڈال کو (جو اس زمانے میں اپنے پیورٹینی خیالات کی وجہ سے نظر سے گرا ہوا تھا) مسیحی واعظین کا نمونہ قرار دیا ہے۔ اعلیٰ عہدہ دار پادریوں کی شان و شوکت کی نسبت نہایت سخت الفاظ میں اعتراض کئے ہیں مذہبی نظر سے اسکی کتاب "فیری کوئین" انتہائی درجہ کے پیورٹینی خیالات کی مظہر ہے، اس کے صلیب احمر کے نائٹ کا بدترین دشمن روما کا کذاب و سرخ پوش دولستا ہے جس نے ایک وقت کے لئے اسے "صداقت" سے ہٹا کر "غرور" کی طرف مائل کردیا تھا اسپنسر نے نہایت سختی و بیدردی کے ساتھ میری اسٹوارٹ کے قتل پر زور دیا ہے۔ اس کی نظم کے سکون میں تلخ الفاظ سے سوائے ایک موقع کے کہیں خلل نہیں پڑا ہے یہ وہ موقع ہے جہاں اس نے یہ لکھا ہے "مذہب کیتھولک انگلستان کو ایسے خطرے میں گھیر رہا ہے کہ اگر خدا کا فضل اس کے نائٹ کے شامل حال نہ ہوتا اور وہ "صداقت" پر ثابت قدم نہ رہتا تو ضرور اسے لغزش ہوگئی ہوتی" لیکن اس کی تصنیف کے اصول و انداز سے انگلستان کے طریق پیورٹین کی شریفانہ و عمیق جھلک اور بھی نظر آتی ہے، اپنی شاعری کے ابتدائی زمانے میں اس نے چاہا تھا کہ آری اوستو سے گوئے سبقت لیجائے مگر اس کی نظم میں آری اسٹو کا سا نشاط و

اہتزاز بالکل مفقود ہے۔ اس کی متین شاعری میں ہنسی کا نام تک نہیں ہے، وہ بالطبع ایک سنجیدہ مزاج شخص معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کے انداز بیان کی سنجیدگی کا اثر اس کے مقصد شاعری پر بھی پڑتا ہے۔ وہ خود اپنا مقصد یہ بیان کرتا ہے کہ وہ اخلاقی خوبیوں کو اس طرح ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ ایک ایک نائٹ کو ایک ایک خوبی کا مظہر بنائے تاکہ ہر ایک ذات سے اس کی خوبی کی فضیلت ظاہر ہو اور اس کے بالعکس مردم آزاری بزور اسلحہ و سپہگری پیروں کے نیچے روند ڈالی جائے اس نے یکے بعد دیگرے بارہ نائٹوں کا خاکہ کھینچا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک صفت نیک کا پتلا بناکر غلطیوں اور برائیوں کے مقابلہ میں اسے قائم کیا ہے یہانتک کہ اس تمام گروہ کے گل سرسبد آرتھر کی ذات میں ایک انسان کامل کا نمونہ نظر آتا ہے جو اس آرزو میں گام فرسا تھا کہ "فیری کوئین"، یعنے سعی انسانی کے مقصد صحیحہ (عظمت ربانی) کو حاصل کرے۔ اسپنسر کی وسعت علمی، حسن ادا کی بابت اس کی رعنائی خیال اور سب سے بڑھکر اس کے اخلاقی جوش کی استواری نے اسے اس تنگ خیالی و غلو سے بچالیا جس میں اکثر پیورٹین مبتلا تھے کہ نیکی میں محبت کا شائبہ تک نہیں سمجھتے تھے۔ اسپنسر اگرچہ ایک پکا عیسائی تھا مگر اس میں "نشاۃ جدیدہ" کی وسیع خیالی اور عالم فطرت کے ساتھ شاعرانہ انداز کی الفت موجود تھی اور چونکہ عالم فطرت کی الفت قدیم

افسانیات کی بنا تھی اس وجہ سے اس کی عیسائیت میں فراخدلی و تازہ روئی پیدا ہوگئی تھی۔ ڈایانا اور زمانہ بت پرستی کے دیوتاؤں پر بھی مذہب جدید کی پاکیزگی کا ایک ہلکا سا مقدس رنگ چڑھا دیا گیا ہے۔ "فیری کوئین" کی نہایت طویل نظموں میں سے ایک نظم میں تصوّر الفت کو اس درجہ وسعت دی گئی ہے کہ اسے فطرت کی قوت خلاّقی کا ایک پُرزور خیال قرار دیدیا ہے۔ یہ بعینہ یونانیوں کا سا خیال ہے۔ درحقیقت اسپنسر اپنے اخلاقی جوش کے ظاہر کرنے کے لئے فلسفہ افلاطون کے نازک و لطیف طریقوں کو اختیار کرتا تھا وہ اوروں کی طرح سے صرف یہی نہیں کرتا تھا کہ ہر ایک شریفانہ، پاکیزہ اور نیک شے سے محبت رکھے بلکہ وہ اخلاقی حسن کے ایک ایسے پُرجوش جذبے سے بھرا ہوا تھا کہ اس کے قبل یا بعد کسی میں ایسا جوش نظر نہیں آیا۔ اس کے نزدیک "انصاف" "اعتدال" اور "صداقت" محض نام ہی نام نہیں تھے بلکہ وہ ان کے وجود حقیقی کا قائل تھا اور ایک بیتابانہ محبت کے ساتھ اپنی پوری قوت سے ان پر قابو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کا اعتقاد یہ تھا کہ حُسنِ ظاہری حُسن روحانی سے پیدا ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ حُسنِ ظاہری سے الفت رکھتا تھا۔ کوئی زمانہ ہو اس قسم کے اخلاقی اعتراضات سے نفرت کا پیدا ہوجانا لازمی ہے مگر عہد الیزبتھ کے لئے یہ امر باعث فخر ہے کہ باوجودیکہ اکثر وجہوں سے وہ "شگفتگی کا زمانہ" تھا مگر تمام شریف و وضیع

لوگوں نے "فیری کوئین" کا خیر مقدم کیا۔ اسپنسر کہتا ہے کہ "خود الیزبتھ نے اس ترنم کو کان لگاکر سنا" بلکہ شاعر کا وظیفہ بھی مقرر کردیا۔ ۱۵۹۵ء میں وہ اس نظم کے تین اور حصے انگلستان میں لایا اور پھر آئرلینڈ کو واپس چلا گیا تاکہ کچھ غزلیں اپنی شادی کی یادگار میں لکھے اور تہنیت عقد کی ایک بہترین نظم تیار کرے۔ نیز اپنے آئرلینڈی ہمسایوں کے شر و فساد کے درمیان، الفت و غربت کی حالت میں "فیری کوئین" کو تمام کرے۔ مگر اس شر و فساد نے بہت جلد زیادہ نازک صورت اختیار کرلی ۱۵۹۹ء میں آئرلینڈ میں غدر ہوگیا اور شاعر کو اپنے جلتے ہوئے گھر سے انگلستان کو بھاگنا پڑا وہاں پہنچکر اس کا دل ٹوٹ گیا اور ویسٹ منسٹر کی ایک سرائے میں اس کا انتقال ہوگیا۔

عہدالیز کا ڈرا

جس طرح "فیری کوئین" میں عہد الیزبتھ کے اعلی اوصاف کا اظہار ہوا تھا اسی طرح اس زمانے کے انگریزی ڈراما سے اعلی و ادنی کل حالتوں کا اظہار ہوگیا تھا۔ یہ پہلے ہی کہا جاچکا ہے کہ اس زمانے میں حالات ایسے جمع ہو گئے تھے جو تمام یورپ میں قوائے ذہنی کے نئے جوش کو شاعری کی جانب مائل و راغب کرتے جاتے تھے اور اس نئے میلان نے ہر جگہ ڈرامے کی شکل اختیار کرلی تھی۔ اس زمانے کے قریب کارینے نے فرانس میں افسانہائے غم کو رواج دینا شروع کیا تھا مگر ایک مدت تک اس کا کوئی اثر انگریزی شاعری پر نہیں پڑا البتہ اطالیہ کے افسانہائے مسرت کا اثر ناول (یعنی قصوں)

کی شکل میں براہ راست انگریزی شاعری پر پڑا ان افسانوں کا آغاز نصف صدی قبل مکیاویلی اور آری اوستو نے کیا تھا یہی قصے ڈراما نویسوں کے لئے بنیاد کا کام دینے لگے اور انگلستان کے تھیٹر میں اس کے بعض بدترین اثرات ہمیشہ کے لئے باقی رہ گئے۔ انگریزی ڈراما کی جن کیفیات نے اس زمانے کے اخلاق میں ہیجان پیدا کردیا اور جس کی وجہ سے فرقہ پیوریٹن ناٹک کا جانی دشمن ہوگیا وہ سب اسی اطالوی تھیٹر کی تقلید تھی اس تقلید کے باعث انگریزی ڈراما میں لغویات اور بے دینی کا زور بڑھا، دہشت و جرم کے مناظر دکھانے کا میلان ہوا، ظلم و شہوت رانی کی کثرت ناٹک کی بنا قرار پاگئی اور جہاں کہیں موقع ہوا بیباکی کے ساتھ جذبات انسانی کے نفسانی و غضباتی پہلو کو مہیب و غیر فطری شکل میں پیش کیا گیا۔ لوپے اور سیروانٹس کی کوشش سے اسپین میں بھی یک بیک ڈراما کو وہی عظمت حاصل ہوگئی جو اسے انگلستان میں حاصل ہوگئی تھی۔ مگر بالیقین یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انگریزی ڈراما نویسوں پر اسپین کا اثر کس حد تک پڑا۔ انگریزی و اسپینی ڈراموں میں ایک عجیب وغریب مماثلت پائی جاتی ہے۔ دونوں میں رنج و مسرت کی آمیزش موجود ہے، معاملات زندگی کے بیان میں شاعرانہ ثقاہت کے بجائے روز مرہ کی زبان کا استعمال کیا گیا ہے، غیر متوقع واقعات سے کام لیا گیا ہے اور قصوں کی ترتیب اور سازشوں کی کڑیوں کے ملانے میں بھی یکسانی پائی جاتی ہے۔

لیکن بظاہر اس مماثلت کا باعث ان دونوں میں کسی قسم کے براہِ راست تعلق کے بجائے زیادہ تر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن حالات کے تحت میں ڈراما کو عروج حاصل ہوا وہ دونوں ممالک میں یکساں تھے۔ اصل یہ ہے کہ انگریزی ڈراما کی حقیقی ابتدا کسی بیرونی اثر سے نہیں ہوئی بلکہ خود انگلستان ہی کے اندر اس کا سامان مہیا ہوا، قوم کی طبیعت خود ڈراما کیطرف مائل تھی۔ "اصلاح" کے وقت سے دربارِ شاہی، انز آف کورٹ (مدارس قانون) اور دارالعلوم سب اس قسم کے تماشوں کی تصنیف میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوششیں کررہے تھے۔ اور ان تصانیف کو اس قدر جلد قبول عام حاصل ہوگیا کہ ہنری ہشتم ہی کے وقت میں یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ انکی نگرانی کے لئے ایک "ماسٹر آف دی ریولز" (ناظر لہو ولعب) مقرر کیا جائے۔ الزبتھ کا جلوس کے ساتھ ایک ضلع سے دوسرے ضلع کو جانا بجائے خود ایک مسلسل تماشا تھا۔ بلکہ جب شکار سے واپس آتی تو "ڈایانا" اپنی پریوں کو لئے ہوئے اس کا استقبال کرتی۔ جب وہ ناروچ کے دروازے میں داخل ہوتی تو "محبت" اپنا زرین تیر اسے پیشکش میں دیتی۔ الزبتھ کے عہد کے شروع سے ہی "نشاۃ جدیدہ" کی نئی روح، پرانے معمہ دار ڈرامے کے کھُردُرے سانچے میں ڈھلنی شروع ہو گئی۔ اور اُس کی تمثیلی نیکیاں اور بدیاں اور اُس کے انجیل سے لئے ہوئے سورماؤں کے قصوں ہی کے ذریعہ سے ڈراما ازمنۂ وسطیٰ کی

شاہ راہ میں سے ہوکر ہم تک پہنچا ہے۔ بہت ہی جلد ادب القدما کے اقتباسات خالص مذہبی "اخلاقی ڈراموں" کے ساتھ ساتھ شامل ہونے لگے اور ایک عام پسند افسانہ مسرت گیمبل گرٹنز نیڈل۔ (گیمبل گرٹن کی سوئی) کے ذریعہ سے انداز بیان اور معنی آفرینی کو زیادہ مسرت انگیز کرنے کی فکر کی گئی۔ اسی کے ساتھ سیکویل (لارڈ ڈارسٹ) نے اپنے افسانۂ غم "گاربوڈک" میں طرز بیان کو زیادہ پُرورد بنانے کی کوشش کی اور ڈراما کے مکالمات کے لئے بلینک ورس (نظم غیر مقفیٰ) کی طرز ایجاد کی۔ انگریزی تھیٹر، جس حیرت انگیز اظہار جدّت کا واقعی ممنون ہے وہ علما و امرا کی اس قسم کی شوقیہ کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ وہ نتیجہ ہے اس ناٹک کا جسے خود قوم نے پیدا کیا تھا۔ اس کی ابتدا اس وقت سے ہوتی ہے جبکہ "ارل لیسٹر کے خدام" نے پہلی مرتبہ بلیک فرائرز میں عوام کے لئے ایک تھیٹر کی بنا ڈالی۔ بالعموم سرا کے صحن سے تھیٹر کا کام لیا جاتا تھا یا جیسا کہ دیہات کے میلوں میں اب بھی ہوتا ہے کرمس کا عارضی سائبان بنا لیا جاتا تھا۔ عام تماشائی کھلے صحن میں بیٹھتے تھے۔ اس صحن کے گرداگرد سایہ دار رواق ہوتا تھا اور اس رواق میں متمول اشخاص کو جگہ ملتی تھی امرا اور تھیٹر کے مربیوں کی نشست خود اسٹیج پر ہوتی تھی، تمام ساز و سامان نہایت بھدّے قسم کا ہوتا تھا، چند پھولوں سے ایک باغ مراد ہوتا تھا، تلواریں لگائے اور کمر باندھے ہوئے ۱۵۷۶

دس بارہ خدام مجمعوں اور فوجوں کے بجائے سمجھے جاتے تھے۔ تماشے کے خاص افراد ٹٹوؤں پر سوار اِدھر سے اُدھر نکل جاتے تھے ایک تختے پر لکھکر لگا دیا جاتا تھا کہ یہ منظر اتیھنز کا ہے یا لندن کا۔ ایکٹروں میں عورتیں نہیں ہوتی تھیں۔ لڑکے عورتوں کا پارٹ کرتے تھے جن ناگوار الفاظ کا عورتوں کے منہ سے نکلنا ہمیں حیرت زدہ کردیتا ہے جب وہ لڑکوں کے مُنہ سے ادا ہوتے تھے تو ان کی حالت کچھ اور ہی ہوتی تھی مگر یہ تمام دقتیں خود ڈراما کی عام پسندی کے مقابلہ ہیچ تھیں۔ اس زمانے کے ٹھیٹر کیسے ہی بھدّے اور بے سلیقہ کیوں نہوں مگر ساری دنیا اس پر لوٹی پڑتی تھی۔ ٹھیٹر کا چبوترہ امرا اور اہل دربار سے بھرا ہوتا تھا۔ نیچے کی بنچوں پر مزدوروں اور شہر کے عام لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ صحن کے اسی مجمع عوام کے جذبات سارے ٹھیٹر پر اثر ڈالتے تھے۔ زندگی کا ہنگامہ، اس کے فوری تغیرات، پر جوش قوت عمل، واقعیت، ہنگاموں کی بالکل اصلی کیفیت، حقیقی زندگی کے سے مکالمات، خوش گپیاں، ہنسی مذاق، رنج و غم، عظمت و وقار، ہائے ہو، بیہودہ گوئی، بھدّے قسم کے مناظر، وحشت و خونریزی۔ غرض ہر طرح کی معاشرت کا احاطہ کرلینا اور انسانی طبیعت کی بدترین و بہترین خصلتوں کو نمایاں کر دکھانا یہی انگریزی ٹھیٹر کی ممتاز خصوصیت تھی۔ اس نئے ڈراما نے اپنے وقت کی ظاہر و باطن کیفیت و حالت کو آئینہ کردیا تھا۔ ٹھیٹر میں جو کچھ ہوتا تھا اس کی شرافت

و رذالت خود اہل ملک کے خصائل کی غمّاز تھی۔ انسانی زندگی کا ایسا ہوبہو نقشہ کسی تھیٹر میں نہیں کھنچا نہ کبھی شاعرانہ زندگی میں یہ زور پیدا ہوا۔ انگریزی ڈراما نویس اپنے ہنگاموں اور بیباکیوں کے زور میں نہ قدیم روایات کا پاس و لحاظ کرتے تھے نہ رسم و رواج کو خاطر میں لاتے تھے۔ انہوں نے اس فن کو نہ کسی سے سیکھا تھا نہ ان کے جذبات شاعرانہ کے اظہار کے لئے کسی محرک کی ضرورت تھی۔ ان کے اُستاد و محرک جو کچھ تھے ان کے اہل ملک تھے۔

ڈراما نویسان سابقین الیزبتھ کے وقت میں جس طرح ناٹک کو یک بیک عروج حاصل ہوگیا ایسے حیرت افزا واقعات تاریخ انگلستان میں بہت کم ہوئے ہوں گے۔ ابھی ابھی یہ ذکر ہوچکا ہے کہ سب سے پہلا عام تھیٹر ملکہ کی حکومت کا نصف زمانہ گزرجانے کے بعد قائم ہوا تھا مگر اس کے عہد کے ختم ہونے تک صرف لندن میں اٹھارہ تھیٹر قائم ہوگئے تھے۔ پیورٹینوں نے جب تھیٹروں کو بند کیا ہے، اس سے پیشتر پچاس برس کے اندر ہی اندر پچاس ڈراما نویس شاعر پیدا ہوچکے تھے جن میں سے اکثر اول درجہ کے شاعر تھے، اور باوجودیکہ ان کی تصانیف بکثرت تباہ ہوگئیں، پھر بھی ہمارے وقت تک اس عہد کے لکھے ہوئے سو ڈرامے موجود ہیں جن میں سے نصف کے قریب بہت اعلیٰ درجے کے ہیں۔ ان مصنفین پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اس زمانے کی ذہنی ترقی

کا اثر اب عوام تک پہنچ گیا تھا۔ تقریباً تمام نئے ڈراما نویس اچھے تعلیم یافتہ تھے بلکہ بہت سے ایسے تھے جنہوں نے یونیورسٹی میں تعلیم پائی تھی۔ پرانے ڈراما نویسوں میں نیشؔ، پیلؔ، گرینؔ، مارلو وغیرہ سب کے سب غریب تھے مگر وہ غربت کو بالکل خاطر میں نہیں لاتے تھے یہ بڑی بے پروائی سے زندگی بسر کرنیوالے لوگ تھے۔ انہیں نہ قانون کی پروا تھی نہ اپنی عزت و حرمت کی، اپنے زمانے کے رسم و رواج و مذہب سے اُنہوں نے سرتابی اختیار کرلی تھی، لوگ انہیں عام طور پر بیدین سمجھتے تھے ان کے خیال میں "حضرت موسیٰ ایک بازیگر تھے" (نعوذ باللہ منہا) چکلے اور شراب خانے ان کے قدموں سے سرفراز تھے اور ان کی جانیں فاقہ مستی اور میخانوں کے ہنگاموں کی نذر ہوتی تھیں مگر عہد الیزبتھ کے ڈرامے کی اشاعت کرنے والے یہی لوگ ہوئے ہیں، ان سے پہلے کے جو ڈرامے اس وقت موجود ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یا تو قدیم یونانی و لاطینی قصوں یا اطالوی افسانہائے مسرت کی روکھی پھیکی نقلیں ہیں یا "رالف رائسٹر ڈائسٹر" کے سے بناوٹی قصے یا "گاربوڈک" کے سے افسانۂ غم تھے۔ ان میں جابجا ایسے ٹکڑے ضرور ملتے ہیں جن میں شاعرانہ زور پایا جاتا ہے مگر ان سے ڈراما کی ترقی کی کوئی امید نہیں پیدا ہوسکتی تھی۔ لیکن آرمیڈا کے آنے سے ایک برس قبل اسٹیج کی کیفیت ہی دفعتہً بالکل بدل گئی اور نئے ڈراما نویس دو نہایت ہی مختلف الطبائع شخص رابرٹ گرین اور کرسٹوفر مارلو

۱۵۸۷ کی پیروی میں دو گروہوں میں منقسم ہو گئے۔ گرین کے متعلق پہلے ہی
یہ ذکر ہو چکا ہے کہ وہ انگریزی نثر کا بانی تھا لیکن ایک شاعر کی
حیثیت سے اس کی تصنیف اور بھی زیادہ گرانپایہ تھی کیونکہ
عادات و اطوار کے ظاہر کرنے اور معاشرتی تعلقات کے بیان
کرنے میں اس کی نظر جیسی دُور رس، اس کا تخیل جیسا شگفتہ
اس کا انداز کلام جیسا دل آویز تھا اس کا گہرا اثر اس کے
ہمعصروں پر پڑا۔ ان خوبیوں میں مارلو اور پیل کے سوا کوئی
اس کا مد مقابل نہیں تھا۔ نوجوان ڈراما نویسوں کی کیفیت
جس خوبی سے گرین کے حالات سے واضح ہوتی ہے ایسی
کسی اور کے حالات سے نہیں ہوتی، کیمبرج سے علٰحدہ ہوکر
وہ اطالیہ و ہسپانیہ کے سفر کو چلا گیا اور ایک ملک سے
عیاشی اور دوسرے ملک سے بد اعتقادی کا سبق لیکر آیا
مرنے کے قبل اس نے جو حسرت آمیز تحریر لکھی تھی اس میں اپنی
حالت کا یہ نقشہ کھینچا ہے کہ "میں ایک شرابی و فسادی آدمی
ہوں، پمفلٹ اور ڈرامے لکھکر روپیہ پیدا کرتا اور اس روپیہ کو
شرابخواری اور عورتوں کے پیچھے ضائع کر دیتا اور جام زندگی کی تلچھٹ
تک پی جاتا ہوں" اس نے دوزخ اور عالم معاد کو اپنے
بے حد تمسخر کا ہدف بنا رکھا تھا۔ لکھتا ہے کہ "اسے جس قدر
خدا کا خوف ہے اگر اس سے زیادہ خوف دربار کے حکام کا نہوتا
تو وہ اکثر لوگوں کی جیبیں کتر لیا کرتا" اس نے شادی بھی
کی اور بیوی سے الفت بھی ہوگئی مگر تھوڑے ہی دنوں میں

بیوی کو چھوڑ کر یہ بد نصیب فضول خرچ پھر انہیں لغویات میں مبتلا ہوگیا جنھیں وہ درحقیقت نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا مگر اس کے بغیر اپنی زلیست کو محال سمجھتا تھا۔ لیکن طرز معاشرت کے اس ابتذال کے باوجود اس کا قلم ہر قسم کے لغویات سے پاک تھا۔ اس نے عشقیہ پمفلٹ اور چھوٹے چھوٹے قصوں کا ایک نامتناہی سلسلہ جاری کردیا تھا اور جو گروہ اسکے گرد جمع ہوگیا تھا وہ انہیں قصوں کو بنا قرار دے کر انہیں ڈراما کی صورت میں ڈھالتا تھا مگر ان تمام بے شمار تصنیفوں میں گرین ہمیشہ نیک کرداری کا جانبدار رہا۔ مارلو کی زندگی گرین کی زندگی سے بہت ہی زیادہ فتنہ انگیز اور اس کی بد اعتقادی گرین سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔ اگر وہ اس قدر جلد مر نہ گیا ہوتا تو اغلب ہے کہ اس پر ارتداد کا جرم عائد کیا جاتا۔ اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے حضرت موسیٰ کو (نعوذ باللہ) بازیگر کہا اور فخریہ بیان کرتا تھا کہ اگر وہ کسی نئے مذہب کی تدوین کرے تو یہ نیا مذہب اس عیسائیت سے بہتر ہوگا جسے وہ اپنے گرد و پیش دیکھ رہا ہے۔ لیکن انگریزی افسانہائے غم کے لکھنے میں وہ اپنے تمام ہمعصروں سے بدرجہا فائق تھا۔ اس کی ولادت الیزبتھ کے دور حکومت کی ابتدا میں ہوئی تھی وہ کینٹربری کے ایک موچی کا بیٹا تھا اور کیمبرج میں تعلیم پائی تھی۔ فتح آرمیڈا سے ایک سال قبل اس کے ایک ڈراما نے اسے یک بیک

مارلو

شہرت عام کے منظر پر لا کھڑا کیا، اس ڈراما سے انگلستان کے شہروں میں فوراً ہی ایک انقلاب ہوگیا۔ یہ نیا ڈراما (تیمور لنگ) شوکت الفاظ اور مبالغے سے بھرا ہوا تھا اور جب شاہان اسیر جنہیں وہ ایشیا کے عیش پرست گدھے کہتا ہے فاتح کی گاڑی کھینچتے ہوئے اسٹیج پر آئے تو اس وقت مبالغے کی حد ہو گئی۔ مگر با این ہمہ یہی ڈراما نہ صرف یوفوئزم (الفاظ پرستی) کی کمزوریوں کو شکست دینے کا پیش خیمہ ثابت ہوا بلکہ معانی کی بلند پروازی کو واقعیت کی صورت میں لے آیا یہی وہ راز تھا جسے مارلو اپنے بعد کے ڈراما نویسوں کے لئے ورثے میں چھوڑ گیا۔ وہ انتیس ہی برس کی عمر میں ایک فضیحت انگیز جھگڑے میں
۱۵۹۳ ہلاک ہوگیا مگر اس مختصر سے زمانۂ حیات میں وہ آئندہ کے ڈراما کے لئے نہایت شاندار علامات قائم کرتا گیا۔ اس کی تصنیف "مالٹا کا یہودی" شیکسپیر کی تصنیف "شائلاک" کا مقدمہ تھی۔ اس نے "اڈورڈ دوم" لکھکر اُن تاریخی ناٹکوں کے سلسلے کا دروازہ کھولدیا جن کے باعث ہمیں "جولیس قیصر" اور رچرڈ سوم" کا لطف حاصل ہوا۔ اس کا ڈراما "فاسٹس" اگرچہ عربدہ جوئی شر و فساد اور عیش پرستی کی مجنونانہ خواہشات سے بھرا ہوا ہے مگر ڈراما کے سلسلے میں یہی پہلی کوشش تھی جس میں انسان اور عالم غیب کے تعلقات باہمی کا اہم مسئلہ معرض بحث میں آیا، یہ دکھایا گیا کہ توہمات کی شہ پاکر شک و شبہ کس حد تک قوی ہوجاتا ہے اور انسان جب مایوس ہوجاتا ہے تو اس میں

کس درجہ کی بیباکی پیدا ہوجاتی ہے۔ ان ڈراموں کا عامیانہ مذاق اگرچہ طبیعت کو گراں معلوم ہوتا ہے اور اپنے مبالغہ اور ناموزونیت کی وجہ سے اکثر وہ مذاق خود ہی مضحکہ خیز بن جاتا ہے پھر بھی مارلو کے بیان میں ایک خاص زور پایا جاتا ہے، وہ اپنے شوکت الفاظ کو سمجھتا ہے اور جذبات کو ان کے موقع محل سے ظاہر کرتا ہے ان خوبیوں میں اس کے ہمعصروں میں سے سوا ایک شخص کے کوئی اس پر فوق نہ لیجا سکا۔ تخیّل کے اعلیٰ اوصاف اور "پُر زور تحریر" کی شان و دلاویزی میں اگر وہ کسی سے کم درجے پر ہے تو صرف شکسپیر سے۔

شیکسپیر

مارلو کی سوانح عمری کے متعلق زیادہ حالات معلوم نہیں ہیں پھر بھی اس کے چند دلیرانہ مذاق، ایک فساد میں اسکی شرکت اور خنجر کے ایک کاری زخم کی کیفیت معلوم ہے لیکن شیکسپیر کے اتنے حالات کا بھی علم نہیں ہے درحقیقت شاید ہی کوئی بڑا شاعر ہوا ہو جس کے حالات سے اسقدر کم واقفیت ہو۔ اس کے بچپن کے دو ایک معمولی قصے مشہور ہیں اور وہ بھی بالیقین غلط ہیں۔ لندن میں وہ جس مصروفیت سے زندگی بسر کرتا تھا اس کے ظاہر کرنے کے لئے کوئی خط، کوئی خاص گفتگو، مرمیڈ سراء کا کوئی مذاق کچھ بھی نہیں ملتا، زمانۂ مابعد میں اس کے چہرے مہرے کا جو حلیہ باقی رہا ہے وہ اس کے نصف قد کے مجسّمے سے بنایا گیا تھا۔ جو اُس کی قبر پر مقام اسٹریٹفرڈ میں نصب کیا گیا تھا۔ اس کے

مرنے کے سو برس بعد تک اہل وطن کے دلوں میں اس کی یاد تازہ تھی۔ مگر جارج بادشاہوں کے زمانہ میں جن لوگوں نے اس کے تفصیلی حالات معلوم کرنے میں سعی بلیغ کی ہے انہیں ایک معمولی سے معمولی واقعہ بھی ایسا نہ معلوم ہوسکا جس سے انتقال کے قبل اس کی عزلت نشینی کے زمانے پر کچھ روشنی پڑتی۔ غالباً اس کی طبیعت کی یکسانی و یک رنگی کے باعث اس کے ہمعصروں کی یاد میں اس کی کوئی اہم خصوصیت باقی نہیں رہی تھی اور اس کے ذہن کی بلند پائگی کی وجہ سے خود اس کے تصانیف میں کسی ذاتی اثر کا مطلق پتہ نہیں چلتا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ غزلوں میں اس نے کچھ اپنے حالات ظاہر کئے ہیں، مگر یہ حالات بھی ایسے دھندلے ہیں کہ انتہائی پرواز خیال کے باوجود بھی چند عام حالات کے سوا کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ ناٹکوں میں وہ از اول تا آخر انہیں اشخاص کے خصوصیات دکھاتا ہے جن سے ڈراما کا تعلق ہوتا ہے، اور اُن اشخاص میں دنیا کے سب ہی قسم کے لوگ داخل ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص یا کسی شخص کا کوئی قول وفعل ایسا نہیں ہے جسے ہم خود شاعر کی شخصیت کی طرف منسوب کرسکیں۔ وہ الیزبتھ
کے جلوس کے چھٹے برس یعنی اسپنسر کی ولادت سے بارہ سال ۱۵۶۴
اور بیکن کی ولادت سے تین سال بعد پیدا ہوا تھا۔ مارلو اسکا ہمعمر تھا، گرین شاید اس سے چند برس بڑا تھا۔ اس کا باپ اسٹرٹیفرڈ آن ایوان میں دستانہ بنانے کا کام کرتا تھا، اور کچھ جائداد

بھی اس کے پاس تھی۔ جب شیکسپیر سن شعور کو پہنچا اس وقت بوجہ افلاس اس کے باپ نے آلڈرمین کا عہدہ چھوڑ دیا تھا۔ شیکسپیر نے اٹھارہ ہی برس میں اپنے سے ایک بڑی عمر کی عورت سے شادی کرلی تھی اور غالباً غربت ہی کی وجہ سے اسے لندن میں جاکر تھیٹر میں شامل ہونا پڑا۔ دارالسلطنت میں اس کی زندگی کا آغاز اس کے تیسویں برس سے پہلے نہیں معلوم ہوتا۔ یہ وہ یادگار سال ہے جس سے قبل کے سال میں سڈنی کا انتقال ہوا تھا، جس کے بعد کے سال میں آرمیڈا کا حملہ ہوا تھا۔ اور خود اس سال میں مارلو نے کتاب تیمور لنگ لکھکر تمام کی تھی۔ اگر اس کی غزلیات کی زبان کو ہم اس کے شخصی خیال کا آئینہ سمجھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نئے پیشہ سے وہ اپنی نظروں میں ذلیل ہوگیا تھا، اس نے "قسمت" کی زبان سے یہ "شکایت کی تھی کہ اس عامیانہ ذریعۂ معاش اور عامیانہ طریق کے سوا میرے لئے کوئی اور بہتر سامان نہ مہیا کیا گیا" وہ اس خیال سے پیچ و تاب کھاتا تھا کہ اس نے بلیک فرائرز کے پٹ (حصہ تھیٹر) میں اپنے کو ناکارہ شاگرد پیشوں میں داخل کرکے ذلیل کیا۔ اس پر وہ یہ اضافہ کرتا ہے کہ" اس وجہ سے میرے نام پر دھبّہ لگ گیا اور اس وقت سے میری کیفیت یہ ہوگئی ہے کہ جو کام سامنے آجاتا ہے اسی طرف مائل ہوجاتا ہوں" مگر خود شیکسپیر ہی کو ان الفاظ کا مصداق بنانا مشکوک ہے۔ ڈراما نویسی کا

کام جب اس نے شروع کیا تو ابتدائً بعض رقیبوں سے معمولی چشمک
رہی مگر اپنی ملنسار طبیعت کی وجہ سے یہ نو وارد بہت جلد اپنے
ساتھیوں میں محبت کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ ۱۵۹۲ء تک
وہ صرف اور لوگوں کے پہلے کے لکھے ہوئے کھیلوں کو موقع
کے مناسب کردیتا تھا، اس زمانے میں گرین نے اس پر کچھ
اعتراض کیا تو اس کے ایک شریک افسانہ نویس چیٹل نے
سچی محبت کے ساتھ ان الفاظ میں اس کا جواب دیا کہ
"میں اس امر کا شاہد ہوں کہ اس کا اخلاق کسی نہج سے
آپ کے دعوائے کمال سے کمتر درجہ پر نہیں ہے۔ بہت سے
صاحبان ورع نے اسکی صفائی معاملات کی تعریف کی ہے
جس سے اس کی ایمانداری ثابت ہوتی ہے اور اس کی تحریرات
کے فرحت افزا انداز سے اس کی قادرالکلامی کا پوری طرح
اندازہ ہوسکتا ہے"۔ اس کے شریک کار برَبیج نے اس کے
انتقال کے بعد اسے ایک "لائق دوست و رفیق" کے الفاظ
سے یاد کیا ہے۔ اور جانسن کا یہ کہنا کہ وہ "فی الحقیقت دیانتدار،
فراخدل و آزاد طبیعت شخص تھا" اس زمانے کے عام خیال
کا آئینہ ہے۔ اس کا شہر میں بطور ایکٹر کے رہنا اس کی
شاعرانہ زندگی کے لئے حقیقتاً کارآمد ثابت ہوا۔ اس سے صرف
یہی نہیں ہوا کہ اسے تھیٹر کے ضروریات کا صحیح احساس ہوگیا
بلکہ اس تعلق سے اسے یہ موقع ملا کہ وہ جس قدر ٹکڑے
تیار کرتا جاتا تھا انہیں عملی طور پر جانچتا بھی جاتا تھا۔

اس کے ناٹکوں کے اس درجہ مقبول ہونے کی بہت بڑی وجہ یہی ہے۔ جانسن کا بیان ہے کہ شیکسپیر اپنی لکھی ہوئی ایک سطر کو بھی مٹاتا نہیں تھا۔ اگر اس بیان میں کچھ بھی صداقت ہے تو اس سے بے پروائی و عدم صحت کا مفہوم پیدا ہوتا ہے مگر یہ ضمنی الزام کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ اس زمانے میں شاعرانہ تصانیف کی اشاعت کی صورت ہمارے اس زمانے سے بالکل ہی جداگانہ طرز کی تھی ڈرامے برسوں قلمی مسودے کی صورت میں رہتے تھے اور صرف اسٹیج پر ان کا کھیل ہوا کرتا تھا اور ان کی ترمیم و نظرِ ثانی برابر جاری رہتی تھی اور ہر مرتبہ مشق اور کھیل کے وقت نئے تبدلات کی ضرورتیں معلوم ہوتی رہتی تھیں، اور ہم جانتے ہیں کہ یہ نوجوان شاعر ان مواقع سے فائدہ اٹھانے میں کوتاہی نہیں کرتا تھا۔ اتفاق سے "ہیملٹ" کا ایک سابق ایڈیشن اس وقت تک محفوظ رہ گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیکسپیر اپنے بہترین نتائج افکار کے قالب بدل دینے میں بھی تامل نہیں کرتا تھا۔ اس کے لندن میں آنے کی جو تاریخ فرض کی گئی ہے اس سے پانچ ہی برس کے اندر اندر وہ ایک ڈراما نویس کی حیثیت سے مشہور ہوگیا تھا۔ گرین نے اس کا نام شیک شین ("اسٹیج ہلانے والا") رکھا تھا اور اس کی نسبت یہ سخت الفاظ لکھے تھے کہ "یہ نئی اپج کا کوا ہمارے پر لگا کر خوبصورت بن گیا ہے"۔ اس طنز کا یا تو یہ مطلب ہے کہ اسے ایکٹر کے طور پر کمال حاصل ہوگیا تھا

یا یہ کہ وہ اسٹیج کے لئے اپنے سابقین کے تصانیف کے اجزا مرتب کرتے کرتے خود ان سے بلند تر پرواز کی تیاری کر رہا تھا۔ وہ بہت جلد تھیٹر کا شریک کار، ایکٹر اور ڈراما نویس ہوگیا۔ لوگوں نے اسے بدنام کرنے کے لئے اس کا ایک نام جو ہنس فیکٹوٹم (ہر فن مولا) بھی رکھا تھا جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ایمانداری کے ساتھ جو کام بھی مل جائے وہ اسے کرنے کے لئے آمادہ رہتا تھا۔

ڈِنیَسْ و اَیڈُوِنُسْ کی نظم جب شائع ہوئی ہے تو شیکسپیر کی آزادانہ تصنیف کا دور اچھی طرح شروع ہوگیا تھا۔ اپنے ۱۵۹۳-۱۵۹۸
اس نیتجۂ فکر کو وہ اپنا پہلا فرزند معنوی کہا کرتا تھا۔ اس کے شائع ہونے کی تاریخ ایک نہایت یادگار تاریخ تھی۔ اس سے تین ہی برس قبل مثنوی "فیری کوین" شائع ہوئی تھی۔ اسپنسر شعرائے انگلستان کا سرتاج ہوگیا تھا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسی دوران میں اس زمانے کے دو ممتاز ترین ڈراما نویس یک بیک گزر گئے۔ گرین نے بحالت غربت خود اپنی اوقات پر نفرین کرتے کرتے ایک کفش دوز کے مکان میں انتقال کیا۔ اس نے اپنی جس بیوی کو چھوڑ دیا تھا اسے لکھتا ہے کہ "اے عزیزہ میں اپنی نوجوانی کی الفت اور اپنی روح کی

راحت کے واسطے سے تم پر یہ لازم کرتا ہوں کہ جسطرح بھی ہوسکے اس شخص کا روپیہ بیباق کردینا کیونکہ اگر وہ اور اس کی بیوی میری خبر نہ لیتے تو میں کسی سڑک پر مرا ہوتا۔" اس نو عمر شاعر نے اپنے بستر مرگ پر رنج و حسرت کے ساتھ یہ لکھا کہ "کاش مجھے ایک برس اور زندہ رہنے کا موقع مل جاتا' مگر اب تو موت سے چارہ کار نہیں اور ہر شخص مجھ سے متنفر ہے۔ جو وقت ضائع ہوگیا وہ پھر واپس نہیں آسکتا میرا وقت بیکار ضائع ہوا اور میں خسارے میں رہا۔" اس واقعہ کے ایک برس بعد ایک بازاری ہنگامے میں مارلو کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ یہی ایک رقیب تھا جو شکسپیر کی ہمسری کی قوت رکھتا تھا۔ شکسپیر کی عمر اب تیس برس کی ہوچکی تھی اور "ایڈونس" کی اشاعت اور شاعر کے انتقال کے درمیان جو تئیس برس کا زمانہ گزرا اس میں اس کے بہترین تصانیف کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس کی ذہانت کی خاص تعریف یہ ہے کہ اس کی مستعدی میں کسی وقت بھی فرق نہیں آتا تھا اپنی ابتدائی نظم کے شائع ہونے کے بعد پانچ برس تک وہ تقریباً سال میں دو ڈرامے تیار کرتا رہا لیکن جب ہم اس کے تصانیف کی ترتیب سے اسکی طبیعت کی نمو و ترقی کا پتہ چلانا چاہتے ہیں تو اکثر تصانیف

ہے - (Love's Labour Lost) "جانفشانیِ محبت کی بربادی"
میں اسٹرٹیفرڈ کا یہ تازہ وارد نوجوان الیزبتھ کے گرد وپیش کے انگلستان
کی آب وتاب میں ہمہ تن غرق ہو گیا ہے لیکن اس وقت
تک اس کی نظر صرف سطحی حالتوں پر پڑتی تھی - اس کی
باطنی بلند پائگی ابھی تک ہنسی، مذاق، خیال آرائی، اظہار طباعی،
توہم، بعید از اصلیت امور اور دور از کار مبالغوں میں پوشیدہ تھی۔
اس نے اگرچہ قصبے میں پرورش پائی تھی مگر حاضر جوابی وضلع بازی
میں وہ کسی اچھے سے اچھے شخص سے کم نہ تھا۔ یوفوئیس
کی وجہ سے جس قسم کی لفاظی اور مبالغہ طرازی اس زمانے کے
دربار کا عام مذاق بن گئی تھی شیکسپیر ان پر ہنستا تھا۔ زندگی
کا حظ اٹھانا اس زمانے میں نہایت ہی نمایاں طور سے وضع
میں داخل تھا۔ وہ اس خصوصیت میں ہر طرح پر شریک
تھا۔ وہ اپنے گرد وپیش کے لوگوں کی غلطیوں، متضاد
حرکتوں بلند ہمتوں سے پورا پورا لطف حاصل کرتا تھا ٹیمنگ آف دی شرو
(Taming of the Shrew) کے مشاقانہ مذاق اور کامیڈی آف اریرز
(Comedy of Errors) کے بے انتہا دھوکوں میں اس کی
دل لگی بازی کی کوئی حد نہیں رہتی - اس وقت تک اس کے
تصانیف میں بلند آہنگی اور جذبات کا اثر بہت کم ظاہر ہوا
تھا مگر جب وہ سامنے کی سطحی کیفیتوں کو چھوڑ کر انسان کے
عادات و افعال سے ایک نئی مسرت پیدا کرنے کی طرف
مائل ہوا تو اس کے مکالمات کی روانی، الجھے ہوئے قصوں کو

کی صحیح تاریخ اشاعت کے معلوم نہ ہونے سے اس میں ناکا
ہے۔ جن واقعات پر تحقیقات کی بنیاد قائم کی جاتی ہے وہ
ہیں۔ "وینس اینڈ ڈونس" اور "لکریس" کے باعث یہ یقین
اپنے سنہ اشاعت (۱۵۹۳-۴ء) سے کچھ پہلے لکھے گئے تھے۔ "
۱۶۰۹ء تک شائع ہوئی تھیں مگر ۱۵۹۸ء میں شاعر کے حلقہ احبا
ان کا چرچا تھا۔ فرینسس میرس نے (Wit's Treasury) "
ظرافت" میں ۱۵۹۸ء میں اس کے زیادہ ابتدائی تصانیف کی ایک
لکھی ہے مگر اس قسم کی فہرست کتب میں اس کی کسی تصنی
نہ ملنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تصنیف اس وقت موج
اس کے مرنے پر اس کے تھیٹر کے رفقا نے اس کے
جو تصانیف شائع کئے ان کا حصر و تعین بھی اسی طرز کا
ان خال خال واقعات اور اس علم کے سوا کہ اس کے
ڈرامے خود اس کی زندگی میں شائع ہو گئے تھے، اور
باتیں غیر متیقن ہیں۔ ان واقعات سے اور خود ڈراموں
عہد کی دوسری تصانیف کی مماثلت و اشارات سے
اخذ کئے گئے ہیں ان کی اصلیت قرائن سے زیادہ نہیں
بظن غالب اس کے آسان و مسرت انگیز افسانے او
ڈرامے ۱۵۹۳ء اور ۱۵۹۸ء کے مابین لکھے گئے ہیں، ۱۳
تک لوگ اسے ایک مؤلف سے زیادہ نہیں سمجھتے تھے مگ
میں اس کے تصانیف کا ذکر میرس کی فہرست میں داخل
ان افسانوں میں اس کی نوجوانوں کی سی طبیعت کا اثر

فرزانگی کے ساتھ سلجھانا، انداز بیان کی خوش نوائی، اور نظموں کی دلفریبی سے فوراً ظاہر ہوگیا کہ وہ معاشرتی افسانہائے مسرت کے لکھنے میں ایک کامل العیار شخص ہونے والا ہے۔ "ٹو جنٹلمین آف ورونا" (Two gentlemen of Verona) میں لوگوں کے عادات و اطوار کا نقشہ کھینچنے میں اس نے نزاکت و خیال آرائی کو اس خوبی سے آمیز کیا کہ بن جانسن کی "ایوری مین ان ہز ہیومر" (Every man in his Humour) اس کے سامنے ماند پڑگئی، حالانکہ یہی کتاب ہے جس کی کامیابی نے اس زمانے میں یہ عام مذاق پیدا کر دیا تھا کہ تشریح اخلاق میں، سخت درشت الفاظ سے کام لیا جائے۔ مگر ان ہلکے افسانہائے مسرت کے بعد ہی دو اور افسانے شائع ہوئے جن میں اس نے اپنی طباعی کا پورا زور دکھایا۔ اس کا شاعرانہ زور طبیعت جو اب تک بند تھا، پوری چمک دمک کے ساتھ "مڈ سمر نائٹس ڈریم" (Midsummer night's dream) کے تخیلات میں ظاہر ہوا اور "رومیو اینڈ جولیٹ" میں اس کے جذبات قلبی ایک نہ رکنے والے سیل مسرت کی طرح موجزن ہو گئے۔ لیکن باوجود سخت مصروفیتوں کے ان پر از جذبات خواب، نازک تخیلات، اور عادات و اخلاق کی دلفریب تصویر نگاری کے ساتھ ہی ساتھ تھوڑے ہی وقفے سے اس کے تاریخی ڈرامے بھی شائع ہوتے جاتے تھے۔ تھیٹر کا نیا دور جب سے قائم ہوا ہے اس وقت سے کسی تماشے کو ان

تاریخی ناٹکوں سے زیادہ قبول عام نہیں حاصل ہوا ہے۔ مارلو نے اپنی تصنیف ''اڈورڈ دی سکنڈ'' میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس عام پسند میدان میں غمناک افسانے کی کیا حد ہوسکتی ہے۔ اوپر مذکور ہوچکا ہے کہ شیکسپیر اولاً تھیٹر کی نئی نئی ضروریات کے مطابق ان افسانوں کو مرتب کیا کرتا تھا (چنانچہ ''ہنری دی سکستھ'' اسی قبیل سے ہے) پس طبعاً اس کا میلان بھی اسی جانب ہوا ہوگا۔ اس نے ہنوز اپنے منتخب کردہ مضامین کی ترتیب ایک حد تک انہیں قدیم افسانوں کے مطابق رکھی تھی مگر خود بیان مضامین میں اس نے جرأت کر کے اس قدیم طرز کی قید کو برطرف کر دیا۔ قدیم ڈراما نویسوں نے انسانی خصائل کی جس حد تک تصویر کھینچی ہے شیکسپیر نے اس میں نسبتاً زیادہ وسعت و عمق پیدا کر دیا ہے، ''رچرڈ دی تھرڈ'' ''فالسٹاف'' اور ''ہاٹسپیر'' اس کے شاہد ہیں۔ معہذا ''کانسٹینس'' ''اور رچرڈ دی سکنڈ'' کی شخصیتوں میں اس نے انسانی مصائب کا وہ نقشہ کھینچا ہے کہ مارلو بھی اس حد پر پہنچنے کی جرأت نہ کرسکا۔ اہل ملک میں شیکسپیر کی پائدار ہر دل عزیزی جیسی کچھ ان تاریخی ڈراموں سے قائم ہوئی اور کسی ڈرامے سے اسے ایسی ہر دل عزیزی نہیں حاصل ہوئی۔ انگریزی تاریخ کا لبّ لباب جس خوبی سے یہاں نظر آتا ہے اور کسی جگہ نظر نہیں آتا۔ اس شاعر کے تصانیف میں اگرچہ کہیں کہیں انگریزوں کے قومی تعصب اور ان کے ناروا برتاؤ کی جھلک نظر آجاتی ہے مگر اس کے ساتھ ہی اس کے تمام تصانیف، انگریزوں کے

مذاق طبع، انگریزوں کی جنگ جوئی کی الفت، ان کی نکوکاری کے اعتقاد اور بدی کی سزا کے تیقّن اور کمزوروں پر ان کے رحم کے خصائص سے بھرے ہوئے ہیں۔

اب وہ وقت آگیا کہ شکسپیر افسانۂ غم اور افسانۂ مسرت دونوں
1598 کے لکھنے میں اپنے تمام ہم چشموں سے گوئے سبقت لے جائے
1608 میریس کہا کرتا تھا کہ "پریاں اگر انگریزی بولنے لگیں تو وہ شیکسپیر ہی کے خوشنما فقرے استعمال کریں گی" اس کی شخصی ہر دل عزیزی بھی اب اپنے انتہائے کمال کو پہنچ گئی تھی۔ وہ اپنی پسندیدہ افتاد مزاج اور جودت طبع کے باعث نوجوان ارل ساؤتھیمپٹن سے پہلے ہی گہرے تعلقات پیدا کرچکا تھا اور "وینس اینڈ اڈونس" اور "لکریس" اسی کے نام پر معنون کی تھی۔ ان دونوں کتابوں کے انتساب کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس تیزی کے ساتھ معمولی ملاقات پرجوش دوستی سے مبدّل ہوگئی تھی۔ شکسپیر کا تموّل و اثر بھی روز افزوں ہوتا جاتا تھا۔ اسٹریٹفرڈ اور لندن دونوں جگہوں میں اس کی ذاتی جائداد موجود تھی اور اس کے اہل قصبہ نے اسٹریٹفرڈ کے لئے کچھ رعایتیں حاصل کرنے کے لئے اسی کو لارڈ برلے کے پاس اپنا وکیل بناکر بھیجا تھا۔ اسے اتنی ثروت حاصل ہوگئی تھی کہ وہ اپنے باپ کی مدد کرسکتا تھا اور اسٹریٹفرڈ میں ایک مکان خرید لیا تھا جسے بعد کو اس نے اپنا مسکن بنایا۔ ایک روایت یہ ہے کہ "ہنری چہارم" میں فالسٹاف (Falstaff) کے واقعات سے الیزبتھ کو

اس قدر مسرت ہوئی کہ اس نے حکم دیا کہ فالسٹاف کی کیفیت عشق و محبت کے رنگ میں دکھائی جائے، اس حکم کی تعمیل میں شیکسپیر نے "میری وائیوز آف ونڈزر" (Merry wives of Windsor) لکھی - یہ روایت بجائے خود صحیح ہو یا غلط ہو مگر اس سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ بحیثیت ناٹک نویس کے اسے کس قدر شہرت حاصل ہو گئی تھی - جب سابق شعرا کا دور گزر گیا تو بارسٹن، ڈیکر، مڈلٹن، ہے ڈ اور بیمپین اور ان سب سے بلند پایہ شخص بن جا ان کے جانشین ہوے مگر ان میں سے کوئی بھی شکسپیر سے سبقت لے جانے کا دعویٰ نہ کرسکا - میرس کی یہ رائے کہ "انگریزوں میں شکسپیر دونوں قسموں کے ڈراموں میں سب پر فائق ہے" درحقیقت اس کے ہمعصروں کے عام خیال کا آئینہ ہے - آخر وہ وقت بھی آگیا کہ وہ اس فن کے تمام نشیب و فراز کا پوری طرح ماہر ہو گیا - ایک ڈراما نویس اپنے فن کو جس حد کمال پر پہنچا سکتا ہے "مرچنٹ آف وینس" (Merchant of Venice) اسکا بہترین نمونہ ہے - دیکھنے والوں پر اس کا اثر نہایت گہرا پڑتا ہے، اس کے پر لطف واقعات روانی کے ساتھ خاص خاص عبارتوں کی شاعرانہ خوبی قابل داد ہے، اس کی شاعری میں ضبط و خودداری سے کام لیا گیا ہے اور عادات و اطوار کا ہو بہو نقشہ کھینچ دیا گیا ہے - سب سے بڑھکر یہ کہ شائلاک کی فطرت اور اس کے افعال کی تصویر کشی میں بس قلم توڑ دیا ہے مگر شاعر کی طبیعت میں ابھی نو جوانانہ جوش موجود تھا -

"میری وائوز آف ونڈزر" (The Merry wives of Windsor) از سرتاپا ہنسی و دل لگی سے بھری ہوئی ہے۔ یہی کیفیت "ایز یو لائک اٹ" (As you like it) کی ہے مگر اس میں ہنسی کے ساتھ پختگی کا اثر بھی معلوم ہوتا ہے اگرچہ یہ پختگی بھی دل نواز تصورات سے خالی نہیں۔ لیکن اس پچھلے ڈراما میں "جیکوئیس" کے غمگین و فکر آمیز حالات میں ایک نئے اور زیادہ سنجیدہ انداز کی جھلک نظر آتی ہے۔ شاعر کی طبیعت اگرچہ ابھی جوانی کے جوش و اُمنگ سے بھری ہوئی تھی، تاہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر یہ تمام جوش و خروش یکایک سرد ہو گیا ہے۔ شکسپیر کی ایک غزل سے (جو کسی طرح بھی زیادہ بعد کے زمانے کی نہیں ہو سکتی) معلوم ہوتا ہے کہ اس کی عمر ابھی پورے چالیس برس کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ قبل از وقت پیری کا اثر محسوس کرنے لگا تھا۔ گرد و پیش کی دنیا اُسے یکایک تاریک نظر آنے لگی تھی۔ نوجوان اُمرا کا شاندار حلقۂ احباب جس میں شکسپیر بھی داخل تھا ارل اسکس کی اقتدار حاصل کرنے کی مجنونانہ کوشش میں بالکل درہم برہم ہو گیا۔ اسکس قتل ہو گیا، اسکس کا دوست اور شکسپیر کا مایۂ ناز ساؤتھیمپٹن، ٹاور میں قید کر دیا گیا اور شاعر کا ایک نو عمر مربّی ہربرٹ (ارل پمبرک) دربار سے خارج کر دیا گیا۔ دوستوں کے اس طرح رخصت اور امیدوں کے معدوم ہوتے جانے کے ساتھ ہی خود شکسپیر کی طبیعت میں بھی سخت کرب اور بےچینی پیدا ہوتی جاتی تھی۔ شارحین کی جدّت

آفرینیوں کے باوجود یہ امر مشکل بلکہ غیر ممکن ہے کہ غزلوں سے اس کی اندرونی حالت کا مسلسل پتہ لگایا جا سکے۔ کسی نے بہت خوب کہا ہے کہ "اس طلسمی آئینے میں جذبات کے جو عجیب و غریب عکس یکے بعد دیگرے نظر آتے ہیں ان سے کسی اگلے یا پچھلے حال کا صاف صاف انکشاف نہیں ہوتا"، مگر ان نقوش کا اس طرح نظر آنا ہی بجائے خود شاعر کے اندرونی اضطراب اور بےچینی کی دلیل ہے۔ اس کے ڈراموں کے اشخاص کے عادات و خصائل کا تغیر شاعر کے تغیر مزاج کا ایک قاطع ثبوت ہے۔ اس کے ابتدائی تصانیف جس خوش دلی سے لبریز ہیں "ٹرائلس" اور "میشر فار میشر" (Measure for measure) وغیرہ انسانوں میں اس خوش دلی کا کہیں پتہ بھی نہیں چلتا۔ ہر جگہ ناکامی ہی ناکامی نظر آتی ہے۔ "جولیس قیصر" میں بروٹس کی نیکی بنی نوع انسان سے عدم واقفیت اور اُن سے علیحدگی کے باعث تباہ ہو گئی ہے۔ ہیملٹ کی دور رس ذہانت جس سے کام لینا اوسے نہ آیا بیکار ثابت ہوتی ہے ایاگو کا زہر ڈیسڈیمونا کی محبت اور اوتھیلو کی عظمت کے لئے کلنک کا ٹیکا ہو جاتا ہے۔ لیئر کا پر زور جوش آندھی پانی کے مقابلے سے عاجز آ جاتا ہے۔ نسوانی کمزوری کے باعث لیڈی میکبتھ کے ہاتھ سے کامیابی کا پیالہ چھلک جاتا ہے۔ حرص و خود کامی انیٹونی کے کارہائے نمایاں کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ فخر و غرور کاریولینس کے شرف و منزلت کو فنا کر دیتا ہے۔ مگر ان ڈراموں میں شاعر کی طبیعت کے پیچ و تاب اور اس کے ذاتی

خیالات کا جس قدر اثر پڑا ہے اسی قدر ان کی دقیقہ سنجی و عظمت بڑھ گئی ہے اور اس کی مثال شکسپیر کی اگلی تصنیفوں میں کہیں نہیں ملتی - یہ وہ زمانہ تھا جب انسان کے مزاج و قویٰ میں ایک نئی وسعت و طاقت پیدا ہوگئی تھی - سمندروں کو قطع کرنے والوں کا جانبازانہ تہوّر، علما کا علم و فضل، عاشقوں کا جذبۂ الفت، مقدس لوگوں کا جوش مذہبی اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ ان کی شوکت و شان فطرت انسان کے مافوق نظر آنے لگی تھی - انسان اُن بے انتہا وسائل سے آگاہ ہو گیا تھا جو خود اس کے اندر موجود ہیں - اسے غیر محدود طاقتوں کا علم حاصل ہو گیا تھا اور اس علم کے باعث اسے گرد و پیش کی محدود دنیا حقیر معلوم ہونے لگی تھی - ہمارا شاعر جس وقت ہیملٹ کی وسیع امیدوں کی تصویر کھینچتا ہے، عالی ظرف اوتھیلو کے ہولناک اضطراب باطنی کو دکھاتا ہے، لیئر کی روح کی ہیبتناک طوفان خیزی کا منظر پیش کرتا ہے (جو خود آسمانی طوفان کے ساتھ رل جاتی ہے)، اس خوفناک آز و حرص کی کیفیت بیان کرتا ہے جس سے ایک عورت میں اتنی جرأت پیدا ہوگئی کہ اس نے ایک مقتول بادشاہ کے خون سے اپنے ہاتھ کو رنگین کیا اور ایک مغلوب الشہوت شخص نے "عشق کے جوش میں ساری دنیا کو لات ماردی" تو ان تمام بیانات میں نوع انسانی کی اس عظمت و جلال کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے کھینچ جاتا ہے جو اس زمانے کا خاصہ تھا - ان بلند پایہ ڈراموں کے انہیں ہیبت و خوف کے بیانات میں

ہمیں اس زمانے کی ان وسیع طاقتوں کا تھوڑا بہت حال معلوم ہوتا ہے جن کا اثر ان ڈراموں پر پڑا تھا۔ ہم میری اسٹوارٹ کے جوش، الوا کی سنگ دلی، ڈریک کی جرأت، سڈنی کی سپہگری، رالے اور الیزبتھ کے خیال و عمل کی وسعت کا بہترین اندازہ انہیں زبردست افسانہائے غم سے کرتے ہیں جن کا سلسلہ ہیملٹ سے شروع ہوکر کاریولینس پر ختم ہوا ہے۔

۶۰۸ الیزبتھ کے انتقال کے چند سال بعد شکسپیر اپنے اسٹریٹفرڈ کے مکان میں منتقل ہو گیا تھا اور اپنے آخری ڈراما یعنی سمبیلین (Cymbaline) طوفان (Tempest) "داستان زمستان" (A Winters Tale) اس نے بحالت راحت و سکون اسی مکان میں لکھے یہ تینوں ڈرامے اس کی اعلیٰ درجہ کی تصنیف میں داخل ہیں اور ان میں اس نے یہ ظاہر کیا ہے کہ کس طرح کوئی شخص اپنی اندرونی حالت اور دنیاوی تعلقات کے لحاظ سے سکون حاصل کر سکتا ہے۔ ان ڈراموں میں دنیا کی حالت واقعی اور اقتضائے زمانہ کی کوئی بحث باقی نہیں رہتی بلکہ ان میں محض ایک شاعرانہ عالم نظر آتا ہے۔ زندگی کا یہی پُرسکون اور لطف آمیز خاتمہ ہے جس نے شکسپیر کو اس کے بڑے سے بڑے ہمعصروں سے ممتاز کر دیا ہے۔

شکسپیر اگرچہ از سرتاپا الیزبتھ کے زمانے کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا مگر اس کا عہد تاریخ انگلستان کے دو بڑے دوروں کے نقطۂ اتصال پر مشتمل تھا یعنی "نشاۃ جدیدہ" کا دور گزر رہا تھا

اور پیورٹنی خیالات کی آمد آمد تھی۔ اصول پروٹسٹنٹ کی سخت پابندی اپنے اخلاقی اثر، سنجیدگی، اور اعتماد علی اللہ کے باعث دلوں میں ایک تازی قوت اور نئی رغبت پیدا کر رہی تھی، مگر اس کے ساتھ ہی طبیعتوں میں سختی و تنگ خیالی بھی آتی جاتی تھی۔ تصانیف پلوٹارک کے بجائے "کتاب مقدس" کا دور جاری ہو گیا تھا۔ "نشاۃ جدیدہ" کی نفاست پسند طبیعتوں کو جن سوالات سے پریشانی ہوتی تھی انہیں سوالات کو اب پیورٹینوں نے اپنے مذہبی مسلمات میں مستحکم جگہ دیدی تھی۔ ایک قادر مطلق خدا کا خیال، ہستی انسانی کو بیکار محض کر رہا تھا۔ ہمت و جرأت جس نے تمام انگلستان کو "جانبازوں" سے بھر دیا تھا۔ غیر فانی قوت انسانی کا احساس، نوجوانوں کی دلیرانہ بشاشت فطانت و مسرت کا مدہوش کر دینے والا اثر یہ سب وہ خوبیاں تھیں جنہوں نے سڈنی، مارلو، اور ڈریک سے لوگ پیدا کئے مگر اب ان باتوں کا اثر مٹتا جاتا تھا اور ان کے بجائے بدی کا ایک خطرہ دل میں پیدا ہو گیا تھا اور ہمہ وقت یہ فکر دامنگیر رہتی تھی کہ انساں کے اعمال و افعال خدا کے حضور میں درست ہونا چاہیئے۔ اس نئے عالم اخلاقی کے ساتھ ساتھ ایک نیا احساس سیاسی بھی ترقی کر رہا تھا اور اگرچہ بہ نسبت سابق کے یہ دور زیادہ صحت بخش تھا اور فی الحقیقت قومی دور کہلانے کا مستحق ہے مگر اس دور میں رنگینی بالکل نہیں رہی تھی اور نہ اس میں وہ پر اسرار کیفیت اور شاندار ی تھی جسے شاعر اس درجہ عزیز رکھتے ہیں۔ ان دونوں

دوروں کے درمیان جو خلیج حائل ہو گئی تھی وہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جاتی تھی اور یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ شاہان ٹیوڈر کے تیار کئے ہوئے کلیسا سلطنت کی عظیم الشان عمارت (جسے "نشاۃ جدیدہ" کے دلدادہ نہایت بے تابی کے ساتھ سنبھالے ہوئے تھے) بالکل تباہ نہ ہو جائے۔ خیال و احساس کی اس نئی دنیا سے شکسپیر بالکل ہی علیحدہ تھا۔ اصول پیوریٹنی کے کسی میلان کا شکسپیر کو مطلق علم نہیں تھا حالانکہ اپنے عظیم الشان غلطیوں کے باوجود بھی اصول وہ پہلا سیاسی نظام تھا جس نے عام رعایا کی عظمت و رفعت کو تسلیم کیا۔ شکسپیر کے ناٹکوں کا سلسلہ گویا خانہ جنگی کی ایک رزمیہ نظم ہے۔ "گلابوں والی لڑائی" نے جس طرح اس کے ہمعصروں کے دلوں کو بھر دیا تھا اسی طرح اس کا دل بھی انہیں لڑائیوں کے خیالات سے لبریز تھا۔ جب تک ہم "رچرڈ دوم" سے "ہنری ہشتم" تک مسلسل اس کے تصانیف کو نہیں دیکھتے اس وقت تک ہمیں یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ یارک اور لینکیسٹر کی کشمکش کی یاد نے لوگوں کی طبیعتوں میں کیا تغیر پیدا کر دیا تھا اور خانہ جنگی، بیرنوں کے شر و فساد اور جانشینی کے مناقشات کے خیال سے لوگ کس قدر خائف و ہراساں رہتے تھے۔ ان خطروں سے بچنے کا اگر کوئی ذریعہ تھا تو بادشاہ کی ذات تھی۔ اپنے ہمعصروں کی طرح شکسپیر بھی برابر یہی سمجھتا رہا کہ قومی زندگی کا مرکز و امن اگر کوئی ہے تو ذات شاہی ہے۔ اس کے نزدیک انگلستان کی بہترین حالت یہ ہو سکتی تھی کہ تمام رعایا کسی ایسے بادشاہ کو اپنا مرکز قرار دے لے

جیسے ہنری پنجم تھا جو کہ خلقتہً ایک حکمراں طبیعت کا شخص تھا اسکی رعایا اسکی وفادار تھی اور اس کے دشمن پامال تھے ۔ معاشرتی طور پر بھی امیرانہ ہی زندگی شاعر کے پیش نظر رہتی تھی اور عہد الیزبتھ کے تمام وضیع و شریف اشخاص اسی خیال کے تھے ۔ "دوکاری اولینس گویا کہ ایک بہت بڑے امیر کا مجسم نمونہ تھا، شکسپیر نے اپنے تصانیف میں عوام پر جس قسم کے طنز کئے ہیں وہ "نشاۃٔ جدیدہ" کا عام انداز تھا مگر بادشاہ کے مقابلے میں جاگیر داروں کی جدوجہد سے اسے کوئی ہمدردی نہیں تھی ۔ اس نے الیزبتھ کے زمانے میں نشو و نما پائی تھی اور وہ سوائے اس ایک حکمراں کے جس نے انگریزوں کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا اور کسی حکمراں کو نہیں جانتا تھا ۔ بد انتظامی کا خوف ایک دور از کار خیال تھا ۔ تمام اہل ملک کی طرح وہ بھی قومی بقا کے خیال میں مستغرق تھا اور اس جدو جہد کی گرما گرمی میں ملکی آزادی پر غور کرنے کا وقت ہی باقی نہیں رہا تھا ۔ شاعر کی مذہبی ہمدردی بھی آنے والے زمانے کی جانب مائل نہیں تھی ۔ لوگ مسائل فقہی کے غور و خوض میں پڑے تو پڑیں مگر شکسپیر کو انسان اور فطرت انسانی کے مطالعہ سے جو دلچسپی تھی وہ کبھی محو ہونے والی نہیں تھی ۔ "کیلیبان" اس کا آخری نتیجہ فکر تھا ۔ اس امر کا محقق ہونا غیر ممکن ہے کہ وہ اپنے عقیدے میں کیتھولک تھا یا پروٹسٹنٹ بلکہ درحقیقت خود اسی میں کلام ہے کہ اس کا کوئی مذہبی عقیدہ تھا بھی یا نہیں ۔ جو مذہبی جملے اس کی تصانیف میں کہیں کہیں نظر آجاتے ہیں ۔ ان

کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ان سے مذہب میں ایک طرح کی وہمی عظمت ظاہر ہو جاتی ہے، ورنہ عقائد مذہبی کے عمیق معاملات میں اس کی خاموشی نہایت نمایاں ہے وہ خود خاموش ہے اور حشر و نشر کی نسبت اس کی اس خاموشی کو "ہیملٹ" کے شکوک اور عمیق کر دیتے ہیں "کلاڈیو" کی طرح اس کے نزدیک بھی "مرنا ایسی جگہ جانا تھا جس کا کچھ علم نہیں" موت وحیات کے معمہ پر جب بحث آجاتی ہے تو وہ ہمیشہ اسے معمی ہی کی صورت میں چھوڑ دیتا ہے اور مذہب نے اسے جس طرح حل کیا ہے اس کی کچھ پروا نہیں کرتا "ہماری حالت خواب کی سی ہے اور ہماری زندگی خواب میں گزر رہی ہے"۔

شکسپیر کے انتقال کے بعد جب بن جانسن تمام ڈراما نویسوں کا سرتاج بن گیا تو عہد الیزبتھ کے ڈراما کا انداز اور قوم کی نئی افتاد طبیعت کا فرق اور بھی نمایاں ہو گیا۔ جانسن نے اسے تقریباً اسوقت تک برقرار رکھا جب تک کہ خانہ جنگی کے طوفان میں خود ڈراما ہی تباہ نہ ہو گیا۔ یہ سچ ہے کہ غم انگیز شان میں ویبسٹر اور فورڈ اس سے سبقت لے گئے اور روانی تحریر و خوبی بیان میں میسنجر کو تقدم حاصل ہو گیا۔ اسی طرح شاعری و جدت طرازی میں بومنٹ اور فلیچر کا پایہ بلند قرار پایا، مگر خاص ڈراما کی خوبی اور کمال شاعری کے ہر صنف میں تبحر کے اعتبار سے شکسپیر کے سوا کوئی شخص بھی جانسن پر فوق نہ لے جا سکا۔ اس نے اپنی آخری زندگی تک ہنگامہ خیزی اور زور شور کا وہی عالم

زمانہ کے ڈراما نو جانسن

قائم رکھا جو ڈراما کے اس ابتدائی زمانے میں قائم ہو گیا تھا جب اس نے شہرت و نمود حاصل کی تھی۔ بن جانسن ایک خشت پز کا سوتیلا بیٹا تھا اور اسی وجہ سے وہ فلینڈرز کی لڑائیوں میں اپنی خوشی سے شامل ہو گیا تھا، اس نے دونوں فوجوں کے سامنے اپنے حریف کو دست بدست لڑائی میں قتل کیا اور انیس برس کی عمر میں وہاں سے واپس آکر گزر اوقات کے لئے تھیٹر میں شامل ہو گیا۔ پینتالیس برس کی عمر تک وہ اس قدر تنومند تھا کہ پاپیادہ اسکاٹلینڈ تک چلا گیا۔ بڑھاپے کے وقت تک اسکی تنور کی سی توند اس کے زخم خوردہ چہرے، اس کے لحیم شحیم جسم کو اس زمانے کے نوجوانوں میں شہرت خاص حاصل تھی۔ یہ نوجوان جب "مرمیڈ سراء" میں اس کے مذاق، اس کی شاعری، اس کے پرزور کینہ توزی و فیاضی، اس کی نازک خیالی، اس کے زور علم اس کی ہنگامہ آرائیوں کا لطف اٹھانے کے لئے جمع ہوتے تھے تو اس کے تن و توش کا ذکر بھی ضرور ہوتا تھا۔ تھیٹر میں وہ اس پُر غرور عزم کے ساتھ داخل ہوا تھا کہ وہ تھیٹر کی اصلاح کر دیگا۔ وہ عنفوان شباب ہی میں اچھا خاصہ صاحب علم ہو گیا تھا اور شکسپیر کے سے مصنفین سے (جو یونانی و لاطینی سے نابلد تھے) اسے نفرت ہو گئی تھی۔ جانسن کی کوشش یہ تھی کہ ادب القدما کے سخت انداز کو پھر رائج کرے اور مذاق سلیم و انتقاد کے ذوق کو تقویت پہنچائے۔ اس کے گردو پیش کی شاعری میں جیسی مبالغہ آمیزی پیدا ہو گئی تھی وہ اس پر لعنت بھیجتا تھا۔ وہ اپنے پلاٹ (ترتیب افسانے) کو اچھی طرح سوچتا تھا، جملوں کی نشست و ترکیب کو پختہ کرتا اور فقروں کو مختصر بناتا تھا۔ مگر جدت کا

اس میں کہیں پتہ نہیں چلتا، اس کے معاشرتی افسانوں میں حقیقی انسان کے بجائے ہمارے سامنے محض صفات و قویٰ کا ایک نمونہ پیش ہو جاتا ہے، اصلیت کا کہیں پتہ نہیں چلتا صرف کیفیات مجردہ باقی رہ جاتی ہیں۔ اسکے افسانہ ہائے مسرت حقیقی زندگی کے نقش و نگار نہیں ہیں بلکہ عادات واطوار کی درستی کے لئے ایک طرح کی اخلاقی و تعریضی کوشش ہیں۔ اس کے اس متانت علمی کا بار جس وجہ سے ہلکا معلوم ہوتا ہے وہ درحقیقت اس کی حیرت انگیز روانی بیان اور صحیح شاعرانہ حس ہے۔ جس گروہ سے اس کا تعلق تھا اس کا مابہ الامتیاز اختصاص، زور طبیعت و نوجوانانہ اُمنگ تھی اور یہ خوبی جانسن میں بھی موجود تھی۔ باوجودیکہ اس نے صحت بیان کی نسبت بہت کچھ کہا ہے لیکن خود اس کے بیان میں اگر حیرت انگیز زور نہوتا تو اس کی مبالغہ آمیزی بھی مضحکہ خیز بن جاتی۔ وہ عملی حالات کا نقشہ کھینچنے میں کامیاب نہ ہوسکا مگر اس نے اپنے بنائے ہوئے مرقعوں کی کیفیت جس تفصیل سے دکھائی ہے وہ اس کا نعم البدل بن گئی ہیں۔ اس کی شاعری نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی ہے اور نغمات بھی نہایت ہی پاکیزہ اور زود فہم ہیں۔ اس کے مصنوعی کیفیات کی تصویریں ہر طرح پر شاندار و پُرشکوہ ہیں اس کی کتاب "سیڈ شیپرڈ" (غمگین گلہ بان)، اگرچہ محض ایک ٹکڑا ہے مگر نازک احساسات سے بھری ہوئی ہے۔ انگریزی ڈراما کی یہ دل کشی اور اس کا یہ زور اگرچہ جاری تھا مگر اس کی زندگی میں بہت تیزی کے ساتھ رجعت قہقری شروع ہوگئی تھی۔ درحقیقت بغاوت عظیم کی جد وجہد کا جس قدر اثر محسوس ہوتا جاتا تھا اسی قدر لوگوں کی توجہ اس جدید تر اور اہم معاملہ کی طرف متوجہ ہوتی جاتی تھی۔

ڈراما نویسوں نے جب نئے جوش و خروش سے زمانہ کے اس میلان کے روکنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھیٹر کا سارا کام ہی تباہ ہو گیا ۔ زمانۂ مابعد کے افسانہائے مسرت کا بھدا پن بالکل ناقابل اعتبار ہے ۔ علیٰ ہذا عصمت دری و خونریزی کے نسبت زمانۂ مابعد کے افسانہائے غم لکھنے والوں کا مذاق بھی تقریباً ایسا ہی ناقابل اعتبار ہے ۔ پیوریٹنوں کو تھیٹر سے جو نفرت تھی اس کا سبب محض یہی نہیں تھا کہ وہ اپنے عقائد کی تضحیک کا انتقام لینا چاہتے تھے بلکہ اس کا خاص باعث یہ تھا کہ فی الحقیقت خداترس لوگوں کو اس سے دلی نفرت تھی کہ شاعرانہ و دل پذیرانہ صورت میں بدترین بدکرداریوں کی جلوہ آرائی کی جائے ۔

بیکن

اگر "ہیملٹ" اور "فیری کوئین" کے مصنفین سے انگلستان جدید کے وسعت تخییل کا اظہار ہوتا تھا تو اس کی خالص ذہنی قابلیت ، علوم انسانی کے خزائن پر اس کی وسیع قدرت ، اور ان علوم سے کام لینے میں خود اپنی طاقت کے حیرت انگیز احساس کا مظہر فرینسس بیکن کی ذات تھی ۔ بیکن الیزبتھ کے اوائل عہد
۱۵۶۱ میں شکسپیر سے تین برس قبل پیدا ہوا تھا وہ ایک کیپر لارڈ (محافظ مہر شاہی) کا چھوٹا بیٹا اور لارڈ برلے کا بھتیجا تھا ۔ اس کی تیزی اور ذہانت کی وجہ سے بچپن ہی میں اس پر ملکہ کی نظر پڑنے لگی تھی ۔ لڑکپن ہی کے زمانے میں جبکہ وہ کالج میں تعلیم پاتا تھا اس نے ارسطو کے فلسفے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا کیونکہ وہ اس فلسفہ کی قوت صرف بحث کرنے اور جھگڑنے کے

کام کی تھی ورنہ انسان کے لئے مفید کام کے پیدا کرنے میں وہ بالکل بیکار تھی"۔ اکیس برس کی عمر میں جب وہ قانون کے مطالعہ میں مشغول تھا اس نے "زمانے کی عظیم ترین آفرینش" Greatest Birth of Time کے نام سے ایک رسالہ لکھا اور اس میں استقرائی طریقے کا خاکہ کھینچا جسے وہ فلسفہ ارسطو کے بجائے قائم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس نوجوان صاحب فکر کے خیالات میں درباری کامیابی کی امیدوں سے خلل پڑ گیا مگر یہ ساری امیدیں بہت جلد خاک میں مل گئیں۔ اپنے باپ کے انتقال کی وجہ سے وہ بالکل نادار ہو گیا تھا اور خاندان سیسل کی بدباطنی کے باعث ملکہ کے حضور میں اسکی ترقی رک گئی شیکسپیر کے لندن میں وارد ہونے سے چھ برس قبل وہ بہ حیثیت بیرسٹر کے "گریز ان" میں داخل ہو چکا تھا۔ بہت ہی جلد اس کا شمار اپنے وقت کے کامیاب ترین وکلا میں ہونے لگا۔ تیس برس کی عمر میں وہ دارالعوام کا رکن ہو گیا اور اپنی قوت فیصلہ اور فصاحت بیانی کے باعث اسے معاً نمود حاصل ہوگئی۔ بن جانسن کا قول ہے کہ "جو لوگ اس کی تقریر سنتے تھے انہیں یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں وہ اپنی تقریر ختم نہ کر دے"۔ اس کے "مجموعہ مضامین" (Essays) کی خصوصیت صرف یہی نہیں تھی کہ خیالات کو جامع و مانع طور پر سلاست و صحت کے ساتھ بیان کر دیا تھا۔ بلکہ ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ اس میں بیکن نے اسی تجرباتی تحلیل کو انسانی زندگی پر عائد کیا تھا جسے زمانۂ مابعد

میں اسس نے سائنس کی کلید قرار دیا۔ اس کی شہرت فوراً ہی ملک کے اندر اور ملک کے باہر بہت پھیل گئی مگر بیکن اس بلند آوازگی پر قانع نہیں تھا اسے خیال تھا کہ اس میں نفع رسانی خلائق کی بہت بڑی قوت ہے اور اس معاملہ میں اس کا مطمح نظر بھی بہت بلند تھا مگر یہ وہ زمانہ تھا کہ اس قسم کے مقاصد کا حصول شاہی توّسل کے سوا ناممکن تھا اور اس وقت بیکن کے لئے کسی سیاسی عہدے کا حاصل کرنا ہمیشہ سے زیادہ دشوار تھا۔ پارلیمنٹ میں شامل ہونے کے بعد ہی اس نے الیزبتھ کے ایک مطالبہ امداد کی سخت مخالفت کرکے اسے کبیدہ خاطر کر دیا تھا اور اگرچہ بے انتہا معذرت اور آیندہ ہر طرح پر درباری امور میں مخالفت سے باز رہنے کے باعث یہ خطا معاف ہوگئی تھی مگر اسے عدالت شاہی میں کسی عہدے کے دئے جانے سے پے در پے انکار کیا گیا۔ جب اس کا "مجموعۂ مضامین" شائع ہوا ہے اس وقت صرف اتنا ہوا کہ ملکہ کے مشیر قانونی کے طور پر اسے کچھ ترقی حاصل ہوگئی ملکہ کا یہ اعراض اس کے عام طرز روش کے بالکل خلاف تھا مگر پے در پے بیکن کی اخلاقی کمزوریوں کے ظاہر ہونے سے ملکہ کے اعراض کا بجا ہونا ثابت ہوگیا ہے کہ کیوں اس نے اپنے ملک کے قابل ترین شخص کو اپنی مجلس میں جگہ نہ دی۔ الیزبتھ نے جن لوگوں کو خدمتیں سپرد کی تھیں وہ زیادہ تر ایسے لوگ تھے جن میں خدمات عامہ کا احساس نہایت قوی تھا اور ان کی تمام دماغی قوت اسی میں

صرف ہوتی تھی۔ وہ لوگ ملکہ کا جس قدر ادب و احترام کرتے تھے وہ ہماری نظر میں نہایت ہی مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے مگر اس ادب و احترام کی باگ پر جوش حب الوطنی اور پُر زور احساس مذہبی کے ہاتھوں میں ہوتی تھی اور باوجودیکہ انہیں حقوق شاہی کا نہایت درجہ پاس و لحاظ تھا پھر بھی وہ کبھی قانون کو پس پشت نہیں ڈالتے تھے بیکن کی کیفیت یہ تھی کہ جس طرح اس کی ذہانت کی عظمت و جدت نے اسے اس قسم کے لوگوں سے ممتاز کر دیا تھا اسی طرح اس کی اخلاقی بے حسی نے بھی اسے ان لوگوں سے جدا کر دیا تھا۔ علوم کی طرح سیاسیات میں بھی وہ ازمنۂ گزشتہ کی کچھ وقعت نہیں کرتا تھا۔ اس کے نزدیک قانون، آئینی امتیازات، مذہب سب کے سب صرف اسی غرض سے تھے کہ کسی نہ کسی طرح شائستہ حکومت کی جائے۔ اور یہ مقاصد اگر کسی مختصر طریق سے حاصل ہو سکتے ہوں تو ان کے لئے طول و طویل ذرائع اختیار کرنا اس کے نزدیک محض لغویت تھی۔ بہت بڑے بڑے معاشرتی و سیاسی خیالات اس کے پیش نظر تھے وہ چاہتا تھا کہ قانون کی اصلاح و انضباط ہو، آئرلینڈ میں تہذیب پھیلائی جائے کلیسا کو مفاسد سے پاک کیا جائے اور کچھ زمانہ بعد انگلستان اور اسکاٹلینڈ کو متحد کر دیا جائے۔ مادی ترقی و اشاعت تعلیم اور اسی قبیل کے اور بہت سے خیالات اس کے ذہن میں تھے اور بیکن کی نظر میں ان اغراض کے حاصل کرنے کا مختصر د

آسان طریقہ یہ تھا کہ تاج کے اختیارات سے کام لیا جائے۔ لیکن اس قسم کی شاہی طاقت کا خیال الیزبتھ کے کسی جانشین کو کیسا ہی دلفریب کیوں نہ معلوم ہوا ہو، خود الیزبتھ کو اس میں لطف نہیں آتا تھا اور اس کے آخر عہد تک بیکن کے حصول عروج کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔

نووم آرگینم

قانون جدید

بیکن نے اپنی آخری زندگی میں یہ کہا تھا کہ "میں اپنے نام و یادگار کے طور پر اس کتاب کو لوگوں کے لطف اُٹھانے اور تمام قوموں اور آئندہ نسلوں کے لئے چھوڑ جاتا ہوں" اس نے اوائل عمر میں جس فلسفیانہ غور و فکر کا آغاز کیا تھا اس کے لئے وہ سیاسی مصروفیت اور درباری سازشوں کے باوجود بھی وقت نکال لیتا تھا۔ چوالیس برس کی عمر میں پہنچکر اسے الیزبتھ کی طرف سے اپنی سیاسی امیدوں میں بالکل مایوسی ہوگئی۔ اسی زمانے میں اس نے (Advancement of Learning) "ترقی علوم" شائع کی۔ اس کتاب کی اشاعت سے پہلی بار اس نئے فلسفے کی قطعی ہئیت قائم ہوئی جسے وہ خاموشی کے ساتھ ترتیب دے رہا تھا۔ خود اسی کے الفاظ ہیں کہ وہ اس کتاب کے مکمل ہونے سے علوم کی ایک عام قابل وثوق حدبندی ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ کون کون سے حصے ابھی بحال خود بیکار پڑے ہوے ہیں اور انسان کی کوششوں نے ان میں تبدیلی و ترقی نہیں کی ہے۔ یہ ترتیب اگر سمجھ کر ذہن نشین کرلی جائے تو اس سے تجاویز عامہ اور ذاتی کوششوں دونوں کو مدد

ملے گی۔" اس کا دعویٰ یہ تھا کہ صرف اسی قسم کی تجدید سے یہ ہو سکتا ہے کہ لوگ بیکار علوم کو ترک کر کے مفید علوم کے حاصل کرنے پر متوجہ ہوں، حصول علم کے لئے بیکار ذرائع نہ اختیار کریں اور علم کی اصلی غرض کی طرف اس طرح ملتفت ہوں کہ "اسے خالق کائنات کی عظمت و جلال کا ایک گرانبہا خزانہ اور انسانی حالت کی درستی کا وسیلہ تصور کریں" "نووم آرگینم" درحقیقت ایک سلسلہ کتب کا مقدمہ تھا جسے تجدید عظیم (Instauratio magna) بنانے کا ارادہ تھا مگر اس کا تکمیل کو پہنچانا مصنف کی قسمت میں نہیں تھا۔ اس کے جو حصہ اس وقت موجود ہیں وہ الیزبتھ کے دور حکومت کے بعد شائع ہوئے تھے "تصورات ذہنی ومشہودات" نووم آرگینم کا پہلا خاکہ تھا جو مکمل صورت میں ۱۶۲۰ء میں جیمز کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس سے ایک برس بعد بیکن نے اپنی (تاریخ فطرتی و تجربیاتی) تیار کی مجوزہ "تجدید عظیم" کا جو حصہ واقعی مکمل ہوا وہ اسی تاریخ "نووم آرگینم" اور "ترقی علمی" (Advancement of Learning) پر مشتمل تھا۔ اس میں سے صرف آخری دو کتابوں کے کچھ اجزا ہم تک پہنچے ہیں۔ ان کتابوں کے بعد زنیہ ادراک Ladder of the Understanding شائع ہونے والا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ تجربے سے گزر کر علم و ادراک کی طرف توجہ کی جائے۔ سلسلے میں "پیش بینی" (Anticipation) یعنی فلسفہ جدید کی تحقیقات کے غیر منضبط اصول کا نمبر اس کے بعد تھا اور آخر میں "علم بصورت عمل"

Science in Practice پر اس سلسلہ کا خاتمہ ہونے والا تھا مگر بیکن ان تینوں کتابوں کی تکمیل آیندہ نسلوں کے لئے چھوڑ گیا بیکن نے کہا تھا کہ "یقین ہے کہ ہمارا یہ ابتدائی کام نظر حقارت سے نہ دیکھا جائیگا - غالباً نسل انسانی کے لئے یہ مقدر ہوچکا ہے کہ وہ اسے اس طرح تکمیل کرے گی کہ جو لوگ دنیا کی صرف موجودہ حالت پر نظر کرتے ہیں وہ بآسانی اس کا تصور بھی نہیں قائم کر سکتے۔ کیونکہ اس سے انسان کو صرف خیالی نفع نہیں ہوگا بلکہ ان کے سارے نیک و بد اور ان کی ساری قوت کا انحصار اسی پر ہوگا " لیکن جب ہم ان الفاظ سے قطع نظر کر کے بیکن کے عملی کاموں کو دیکھتے ہیں تو یہ ممکن نہیں کہ ہمیں ایک گونہ مایوسی نہ ہو - جس قدیم فلسفے پر اس نے اعتراضات کئے تھے اسے اس نے کماحقہٗ سمجھا ہی نہ تھا - اس کا خیال یہ تھا کہ غلط طریقۂ تحقیقات کے باعث انسان کی ذہنی قوت تباہ ہو رہی ہے اور اس خیال سے جو وحشت اس کے دل میں پیدا ہوگئی تھی اس کے باعث اس نے قیاس کو ذریعۂ تحقیقات قرار دینے کے اصلی فوائد سے بھی آنکھیں بند کرلی تھیں - اُس فلسفے کو ایسی نظر حقارت سے دیکھنے میں اسے اس وجہ سے اور بھی تقویت ہوگئی کہ وہ خود علوم ریاضیات سے ناواقف تھا اور علوم طبیعیات و نجوم کے عظیم الشان قیاسی مسائل اس کے وقت میں موجود نہیں تھے - زمانۂ جدید کے علوم کا بھی اسے کچھ زیادہ صحیح اندازہ نہیں تھا - بیکن نے جس خالص استقرائی

طریقے کی طرف لوگوں کی توجہ منعطف کر دی تھی اس سے وہ خود کوئی عمدہ نتیجہ نہ پیدا کرسکا۔ "تحقیقات فطرت" کے جس طریقے پر وہ اس قدر نازاں تھا وہ علمی اغراض کے لئے بیکار محض تھا اور موجودہ زمانے کے اصحاب تحقیق کے نزدیک مطلق اس کی کوئی وقعت نہیں ہوسکتی۔ بیکن کے تصانیف میں جن موقعوں پر صحت کا پہلو غالب ہے انہیں خود اسکا نتیجۂ فکر کہنا دشوار ہے ڈیوگلڈ اسٹوارٹ کا قول ہے کہ "یہ امر مشکوک ہے کہ آیا اس کے معیّن کردہ طریقہ ہائے تحقیقات میں ایک بھی مہتم بالشان طریقہ ایسا ہے جس کا کچھ نہ کچھ سراغ سابقین کے تصانیف میں نہ ملتا ہو" درحقیقت صرف اتنا ہی نہیں ہوا کہ ازمنۂ جدید کی علمی تحقیقات کے لئے قبل از وقت کسی طریقے کے قائم کرنے میں بیکن کو ناکامی ہوئی بلکہ اس نے خود اپنے وقت کی بڑی بڑی علمی تحقیقات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کوپرنیکس کے نظریۂ علم ہیئت اور گلبرٹ کی تحقیقات تثاقل دونوں کو اس نے نظر حقارت سے دیکھا۔ اس زمانے کے اصحاب سائنس نے بھی اس تحقیر کا ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ ہاروی جس نے دورانِ خون کا مسئلہ دریافت کیا ہے لکھتا ہے کہ۔ "لارڈ چانسلر سائنس پر ایسی ہی خامہ فرسائی فرماتے ہیں جیسی ایک لارڈ چانسلر کے شایان شان ہوسکتی ہے"

باوجود اس کے کہ بیکن نے قدیم یا جدید کسی فلسفہ کی قدر و منزلت کو پوری طرح نہیں سمجھا تھا مگر ازمنۂ مابعد کے لوگ

تقریباً سب کے سب اس امر پر متفق الرائے ہیں کہ "نووم آرگینم" نے علومِ جدیدہ کی ترقی پر قطعی اثر ڈالا - اور یہ خیال بجائے خود بالکل بجا و درست ہے - بیکن کو اگرچہ تجرباتی طریق کے انکشافات میں کامیابی نہیں ہوئی مگر وہی پہلا شخص تھا جس نے علی رؤس الاشہاد یہ ظاہر کیا کہ سائینس کا بھی ایک فلسفہ ہے اور اس امر پر زور دیا کہ عالم مادیات میں علم و تحقیق کو ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ متحد رہنا چاہئے، جس قسم کے معمولی تجربات سے سائینس کی ابتدا ہونی چاہئے ان پر اس نے ایسے شایستہ و وسیع طریقہ سے بحث کی کہ مبتذل باتوں میں بھی ایک شان پیدا ہوگئی - ازمنۂ گزشتہ کے روایات پر حقارت کے ساتھ نظر کرکے اس نے سائینس کے لئے آئندہ ترقی کا راستہ صاف کر دیا - اس امر کو بزور واضح کیا کہ فی الحقیقت سائینس کا کیا رتبہ اور اس کی کیسی قدر ہونا چاہئے - سائینس کی تعلیم سے انسان کی قوت اور خوش حالی مین جیسے عظیم الشان نتائج پیدا ہونے کی توقع ہو سکتی تھی ان کو بھی بخوبی ظاہر کیا - ایک اعتبار سے اس کی طرز عمل نہایت ہی قابل وقعت تھی - اس کے زمانے میں علوم دینیات انسان کی تمام ذہنی قوتوں پر قابض ہوگئے تھے اور اسکے ساتھ ہی وہ ایک ایسے بادشاہ کی ملازمت میں تھا جس کے نزدیک مطالعہ دینیات کو تمام امور پر تفوق حاصل تھا" لیکن اگرچہ بیکن تمام معاملات میں بدل و جان جیمز کا فرمان پذیر تھا مگر اس نے کاسوبون کی طرح اس معاملہ میں اپنے بادشاہ کی

اطاعت نہیں کی بلکہ اتنا بھی نہیں کیا جتنا ڈیکارٹ نے کیا تھا کہ عقلیات کو مذہبی مباحث کی شکل میں ڈھال کر خود علوم دینیات کی ہیئت بدلنے کی کوشش کرتا۔ وہ اس بحث میں پڑنے سے بالکل الگ رہا۔ ملکداری کی ضرورت سے اس نے اصلاح کلیسا وغیرہ کے معاملات میں جس قدر دخل دیا وہ سب خالصتہً ملکی نظم و نسق کی بنا پر تھا۔ علوم انسانی کے تمام اصناف کو اس نے ایک ایک کرکے شمار کیا ہے اور اس سلسلے سے اگر اس نے کسی صنف کو خارج رکھا ہے تو وہ یہی علم دینیات ہے۔ اس کا مذہب مختار ہی اس قسم کا تھا کہ اس طریقے کا اطلاق اس مبحث پر نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ علوم دینیات میں مقدمات مسلّم اور نتائج معلوم تھے۔ حالانکہ بیکن کی غرض و غایت یہ تھی کہ سہل الحصول تجربات کے ذریعہ سے غیر معلوم نتائج حاصل کئے جائیں۔ تحقیقات کے معاملہ میں اس کا سارا نظام عمل اس اصول پر مبنی تھا کہ مسلّمہ رایوں اور مقبولہ روایتوں کا کچھ لحاظ نہ کیا جائے۔ وہ اس امر پر زور دیتا تھا کہ تیقّن کا انحصار صرف ثبوت پر اور ثبوت کا انحصار ان نتائج پر ہونا چاہئے جو عقلی شہادت سے حاصل ہوئے ہوں۔ مگر دینیات کے معاملے میں تمام علمائے دینیات اس امر کے مدعی تھے کہ دلائل عقلی کا مرتبہ دوسرے درجہ پر ہے۔ بیکن نے لکھا ہے کہ "اگر میں اس بحث میں پڑوں تو میں دلائل عقلیہ کی کشتی سے نکلکر کلیسا کے جہاز میں جا رہوں گا اور فلسفے کے جو ستارے ہماری رہبری

کرتے رہے ہیں ان کی ضیا سے ہم آئندہ کو محروم ہو جائینگے"۔ درحقیقت مباحث دینیات کے نتائج کا بجائے خود مسلّم ہونا بیکن کے مقصدِ عظیم سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا تھا اس نے نہایت عالی ظرفی کے ساتھ اس امر کا اعتراف کیا تھا کہ ہر ایک محصل سے غلطی کا ہونا ممکن ہے۔ اس کا خاص کام یہ تھا کہ وہ لوگوں کو علم کی اُن "بے حقیقت نمائشوں" سے متنبہ کرے جو علم کی حقیقی ترقی میں ایک مدت عظیم تک روڑے اٹکاتی رہی ہیں، یہ "بت قبیلہ" "بت غار" "بت بازار" "بت تماشہ* گاہ" یہ وہ غلطیاں ہیں جو یا تو ازروئے تنظیم سے جو تمام انسانوں میں موجود ہے، یا شخصی میلانات سے یا الفاظ اور فقروں کے اس زبردست اثر سے جو انسان کے دل پر موجود ہے اور یا پچھلے زمانہ کی روایت سے پیدا ہوئیں۔ اس قسم کی غلطیوں پر لوگوں کو متنبہ کرنے کو بیکن نے اپنا خاص نصب العین بنا لیا تھا۔ علوم طبعی کو وہ جس درجے پر لانا چاہتا تھا اس کے لحاظ سے بھی یہ مشکل

---

* "بت قبیلہ" وہ خطا پذیری یا غلط انگاری جو نفس انسانی میں موجود ہے۔
"بت غار" بت قبیلہ کے علاوہ انسان کے شخصی اور فردی رجحانات جو اس کے لئے گویا ایک خاص غار ہیں جس میں وہ رہتا ہے۔
"بت بازار" افراد کے اجتماع اور زبان کی وجہ سے غلطیاں +
"بت تماشہ گاہ"۔ مختلف فلسفی مذاہب کی وجہ سے (جو بطور ناٹک کے ہیں) مغالطے۔

تھا کہ دینیات بآسانی اپنے دعوی کو ترک کر کے اس خیال سے موافقت کرلے۔ لیکن کہتا ہے کہ "جس زمانے میں علم اور اہل علم کو خصوصیت کے ساتھ عروج حاصل تھا بلکہ جس زمانے میں معمولی طور پر بھی ان کی حیثیت درست تھی، دونوں زمانوں میں سب سے کم توجہ جس علم پر کی گئی وہ فلسفہ طبیعیات تھا حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ اسی کو تمام علوم کا اصل الاصول قرار دیا جاتا کیونکہ اگر علوم کا تعلق اس اصل سے منقطع کر دیا جائے تو ممکن ہے کہ تراش خراش سے انہیں کام کا بنا لیا جائے مگر اس صورت میں ان کا ترقی کرنا دشوار ہے۔ اخلاقیات و سیاسیات تک کو حقیقی ترقی اسی طرح میسر آئی کہ اسی استقرائی تحقیقات کے طریقے کو انہوں نے اختیار کیا جسے علوم طبعی نے اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا اور تحقیقات کی بنا انہیں شواہد پر قائم کی جو علوم طبعی نے مہیا کئے تھے۔ جب تک فلسفہ طبعی علومِ مخصوصہ سے علحدہ نہ کر لیا جائے گا اور پھر یہ علوم مخصوصہ اسی فلسفہ طبعی کی طرف رجوع نہ کریں گے اس وقت تک یہ توقع نہیں ہو سکتی کہ علوم میں کوئی بڑی ترقی ہو سکے"۔ اسی نقص کے باعث، علم الہیئت، علم المناظر والمرایا، علم موسیقی، اور بہت سے عملی علوم اور زیادہ تعجب انگیز یہ ہے کہ اخلاقی و تمدنی علوم اور منطق سنے بھی مبادیات

سے آگے ترقی نہیں کی بلکہ سطحی فروعی حالت میں محدود ہے علوم طبعیات کی قدر و منزلت کا یہی اعلیٰ تصور تھا جسے سب سے پہلے بیکن نے لوگوں کے ذہن نشین کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ علم، تحقیقات کے اس میدان کی طرف قدم زن تھا جس میں اب تک کسی کا گزر نہیں ہوا تھا۔ کپلر اور گلیلو نئے علم ہیئت کی بنا ڈال رہے تھے، ڈیکارٹ حرکت کے قوانین کا اور ہاروے دوران خون کے راز کا انکشاف کر رہے تھے، لیکن عام لوگوں کو ابھی تک اس تغیر عظیم کا کچھ حس نہیں تھا، تحقیقات طبعی کی اہمیت اور اس کی قوت کی طرف جس شے نے پہلی بار عامۃ الناس کو متوجہ کیا وہ بیکن ہی کی فصاحت بیانی، اسی کا زور اور اسی کا مستحکم اعتقاد تھا فلسفہ جدید کے نتائج و فتوح کے متعلق بیکن ہی کے پُر عظمت تیقن کے باعث اس کے اقتدار کرنے والوں میں بھی اسی کا سا جوش و اعتقاد پیدا ہو گیا۔ بیکن ہی تھا جس کی ذات سے تحقیقات، تجربے اور مقابلے کے دیر طلب و صبر آزما طریقوں کو وقعت حاصل ہو گئی۔ اسی نے واقعات کے مقابلے میں خیالی مسلّمات کو ترک کرنے اور صرف حصول صداقت کے درپے رہنے کو موقّر بنا دیا اور اسی پر علوم جدیدہ کا دار مدار ہے۔



آئرلینڈ (آئرستان)
انگریزی حملے سے ذرا پہلے
انگریزی میل
السٹر
کناٹ
میدھ
لینسٹر
منسٹر
ڈیسمنڈ
اوفالی
کاشل

جزو ہشتم

فتح آئرلینڈ

۱۵۸۸ ـــــ ۱۶۱۰

[اسناد۔ آئرلینڈ کی قدیم تاریخ کے متعلق جو مواد موجود ہے اس کی نسبت پروفیسر اوکری نے اپنی تقریرات دربارۂ مواد تاریخ قدیم (Lectures on the materials of Ancient Irish History) میں بحث کی ہے، عام پڑھنے والے اس مواد کا مطالعہ ڈاکٹر اوڈونوون کی مرتبہ تالیف چار استادوں کے وقائع (Annals of the Four Masters) میں کر سکتے ہیں۔ اس ملک کی مذہبی تاریخ کو کینگین نے اپنی تصنیف "آئرلینڈ کی تاریخ کلیسائی (Ecclesiastical History of Ireland) میں خشک طریقے سے مگر صحت کے ساتھ بیان کیا ہے ہنری ثانی کے زمانے کے سابقہ فتوحات کے متعلق خاص اسناد جیرالڈ ڈی بیری کی تصنیف (Expugnatio et Topographia Hibruica) ہے اس کتاب کو سلسلۂ صحائف کے لئے مسٹر ڈیمک نے مرتب کیا ہے۔ "اینگلو نارمن نظم" (Anglo norman Poem) مرتبہ

مسٹر فریسس محیل دیکرنگ - لندن ۱۸۸۴ء) بھی دیکھنے کی چیز ہے مسٹر فراوڈ نے شاہان ٹیوڈر کے ساتھ آئرلینڈ کے تعلقات کو خاص توجہ سے لکھا ہے مگر صحت واقعات و اصابت رائے دونوں کے لحاظ سے یہ تصنیف مسٹر برور کے اس دیباچہ کی تحقیق سے گری ہوئی ہے جو اس نے ہنری ہشتم کے کاغذات سرکاری کے ساتھ شامل کئے ہیں۔ مسٹر گارڈنر نے اپنی (تاریخ انگلستان (History of England) ماؤنٹجوائے اور چیچسٹر کے تحت میں آخری فتح اور آباد کرنے کے حالات جس وقت نظری و اعتدال کے ساتھ بیان کئے ہیں وہ بھی مسٹر فراوڈ کی تصنیف سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ مسٹر اے۔ جی۔ رچی کے تقاریر بر تاریخ آئرلینڈ (Lectures on the History of Ireland) کے دونوں سلسلے معلومات و خوبی بیان میں ممتاز ہیں)

جنگ اسپین جس زمانے میں کہ انگلستان مرغان زمزمہ سنج کا نشیمن بنا ہوا تھا اسی زمانے (یعنے عہد الیزبیتھ کے آخری برسوں) میں بیرون ملک میں بھی اس کی شوکت و حشمت اور کامیابی کا آوازہ بلند تھا۔ جن شکستوں نے اسپین کی قوت کو توڑ دیا اور دنیا کی سیاسی حالت کو بدل دیا ان میں پہلی شکست آرمیڈا کی شکست تھی۔ دوسرے سال ڈریک اور نارس کے تحت میں پچاس جہاز اور پندرہ ہزار آدمی لسبن۔ پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجے گئے۔ یہ مہم اگرچہ خسارہ کے ساتھ انگلستان کو واپس آئی مگر اس نے قلعہ کا

محاصرہ کیا، ساحل کو تباہ اور خود اسپینی سرزمین پر ایک اسپینی فوج کو پسپا کردیا۔ خزانے کے خالی ہوجانے سے الیزبتھ کو بہت جلد مجبور ہونا پڑا کہ وہ ان کاموں کے لئے صرف رضاکاروں کو اجازت کے پروانے دے دینے پر قناعت کرے۔ یہ ایک قومی جنگ تھی اور خود قوم ہی نے اسے جاری رکھا۔ ارباب تجارت متوسط الحال اشخاص اور امرا نے خود اپنے ذاتی جہازات تیار کئے۔ "سمندری کتوں" کی تعداد برابر بڑھتی جاتی تھی اور وہ اسپینی سمندروں کو صاف کرتے جاتے تھے۔ اسپین کے شاہی و تجارتی جہازات گرفتار ہوہوکر ہر مہینے انگلستان کے بندرگاہوں میں لائے جارہے تھے۔ فرانس میں کارروائی کی ضرورت سے فلپ کو اس دوران میں موقع نہیں ملتا تھا کہ وہ انگلستان پر حملہ کرے۔ آرمیڈا کے منتشر ہونے کے بعد ہی خاندان وَالوَا کا آخری تاجدار ہنری سوم قتل کردیا گیا اور ہنری (نوار) تخت فرانس پر متمکن ہوگیا۔ ایک پروٹسٹنٹ بادشاہ کی تخت نشینی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرانس کے کیتھولکوں کا ایک ایک شخص فوراً ہی لیگ اور اس کے سرگروہوں (یعنی خاندان گیز) کے ساتھ شریک ہوگیا۔ لیگ والوں نے ہنری کو مرتد قرار دیکر اور اس کے ادعائے تخت کو مسترد کرکے بُوربُون کے کارڈنل کے چارلس دہم کے لقب سے بادشاہ ہونے کا اعلان کردیا اور فلپ کو فرانس کا محافظ تسلیم کرلیا۔ اسپین کی فوج اور اسپین کا خزانہ لیگ کی مدد کے لئے وقف ہوگیا اسپین کو اگر اس نئی کوشش میں کامیابی ہوجاتی تو الیزبتھ کی

قطعی تباہی کا باعث ہوتی اس لئے وہ مجبور تھی کہ روپے
اور سپاہ سے ہنری کی مدد کرے۔ چنانچہ ہنری کے خلاف جو
غیر معمولی طاقتیں جمع ہوگئی تھیں اور جن کا مقابلہ وہ پانچ برس
تک کرتا رہا تھا، الیزبتھ نے اس میں ہر طرح پر مدد کی۔ فرانس
اپنے اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تھا
اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اسپین کا ایک ماتحت ملک ہوجائیگا
اور فلپ کو فرانس ہی کے ساحلوں سے انگلستان میں پہنچنے
کی توقع تھی۔ لیکن آخرالامر زمانے نے پلٹا کھایا۔ اہل لیگ
کے برائے نام بادشاہ کا انتقال ہوگیا اور جب ان لوگوں
نے یہ تجویز کی کہ فلپ کی بیٹی کو تخت نشین کردیں۔ تو خود
خاندان گیز کے لوگوں کو حسد پیدا ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی
اس قومی فریق کو تقویت حاصل ہوگئی جو فرانس کو اسپین کے
قدموں کے نیچے ڈال دینے سے گھبراتا تھا۔ ادھر ہنری نے اس
مذہب کو قبول کرلیا جو اس کی رعایا کے گروہ کثیر کا مذہب
تھا اور انجام کار فلپ کی کامیابیوں کی تمام امیدوں کا خاتمہ
1593 ہوگیا۔ ہنری نے پروٹسٹنٹ عقیدے کے ترک کرتے وقت
یہ کہا تھا کہ "پیرس اس قابل ہے کہ وہاں ماس (قدوس)
جاری کیا جائے" (یعنی کیتھولک طریق پر عبادت ہو)
اس مشہور فقرے کا اثر پیرس کی حفاظت ہی تک محدود
نہیں رہا بلکہ اس نے مزید مقاومت کی تمام امیدوں کو خاک
میں ملادیا اور اپنی دوبارہ متحد شدہ قوم کے سرتاج ہونے کی

حیثیت سے بادشاہ نے فلپ کو مجبور کردیا کہ وہ اس کے
خطاب شاہی کو تسلیم کرے اور معاہدہ ویروین کے بموجب صلح پر
۹ رضامند ہوجائے۔ سمندر پر فلپ کی امیدوں کے آخری طور پر برباد
ہوجانے سے فرانس کی نسبت اسکی امیدوں کی تباہی اور بھی تلخ
ہوگئی۔ ۱۵۹۶ء میں جب اس نے ایک نئے آرمیڈا کے بھیجنے کی
دھمکی دی تو اُس کا جواب یہ ملا کہ انگریزی فوج نے قادیسیہ پر
دلیرانہ حملہ کردیا۔ شہر کو لوٹ کر اور جلاکر خاک میں ملا دیا۔
بندرگاہ کے اندر تیرہ جہازوں میں آگ لگادی گئی اور مہم
کے لئے جس قدر سامان جمع تھا سب تباہ کردیا گیا۔ لیکن
اس تباہی و تاراجی پر بھی دوسرے سال ایک اسپینی بیڑہ
جمع ہوکر انگریزی ساحل کی طرف روانہ ہوا اور اس کا حشر
بھی وہی ہوا جو اس سے سابق بیڑے کا ہوچکا تھا، انگریزی
توپوں سے زیادہ طوفان نے اسے تباہ کیا۔ خلیج بسکے میں
اس کے تمام جہاز شکستہ اور ازکاررفتہ ہوگئے۔

فرانس میں فلپ کے منصوبوں کے برباد ہوجانے اور
سمندر پر انگریزوں کی فوقیت کے قائم ہوجانے سے اسپین
کی طرف سے خطرہ بالکل رفع ہوگیا اور الزبتھ کو موقع ملا کہ
وہ یکسوئی کے ساتھ اپنی تمام طاقت اس آخری کام کی طرف
منعطف کروے جس نے اس کے عہد کو اس قدر تابناک
بنادیا ہے۔ آئرلینڈ کی آخری فتح کی کیفیت سمجھنے کے لئے
ہمیں پیچھے مڑکر ہنری دوم کے عہد پر نظر ڈالنا چاہیے۔

ایک زمانہ تھا جب اس جزیرے کا تمدن اس بلندی پر پہنچا ہوا تھا کہ اس کے مبلغین نارتھمبریا کے سواحل کو مذہب و علم کی روشنی سے منور کررہے تھے مگر ہنری ثانی کے زمانے میں آئرلینڈ کی حالت بہت پست ہوگئی تھی، علم وہاں سے بالکل مفقود ہوگیا تھا، آٹھویں صدی میں وہاں عیسویت ایک پُر زور قوت تھی مگر بارھویں صدی میں وہ رہبانیت و توہمات کا مجموعہ ہوکر رہگئی تھی اور عام لوگوں کے اخلاق پر مذہب کا اثر مطلق باقی نہیں رہا تھا۔ کلیسا کے نظم و نسق میں کسی قسم کا زور نہیں رہا تھا، مغربی یورپ کے دوسرے مقامات میں کلیسا نے جو کام انجام دیئے تھے وہ کام آئرلینڈ میں نہیں ہوسکتا تھا، نہ متخاصم قبائل کی طوائف الملوکی میں کلیسا کے ذریعہ سے کوئی انتظام قائم ہوسکتا تھا، اس کے برخلاف وہ اپنے گرد و پیش کی طوائف الملوکی میں خود شریک ہوگیا تھا۔ کلیسا کے سرگروہ اعلیٰ یعنی اسقف اعظم آرماہ ایک قبیلے کا موروثی سردار ہوکر رہگیا تھا، اساقفہ کے حدود ارضی باقی نہیں رہے تھے اور اکثر ان میں سے محض بڑی بڑی خانقاہوں کے دست نگر ہوگئے تھے۔ شاہ السٹر کو اگرچہ شاہان منسٹر لینسٹر اور کناٹ پر اپنی فوقیت کا دعویٰ تھا مگر درحقیقت کوئی مرکزی قوت ایسی نہیں رہی تھی کہ ان مختلف قبائل کو ایک قوم کردے۔ ان چھوٹی چھوٹی سلطنتوں تک میں شاہی اقتدار محض برائے نام ہی تھا۔ اس ہیولانی حالت

میں اگر کسی شے میں زندگی کے آثار تھے تو وہ قبیلہ یا فرقہ تھا۔ ان قبائل کی تنظیمات اس وقت بھی وہی تھیں۔ جو قدیم ترین انسانی تمدن کے وقت میں تھیں۔ اس کی سرداری موروثی ہوتی تھی مگر باپ سے بیٹے کی طرف منتقل ہونے کے بجائے یہ سرداری اُس شخص کا حق ہوتی تھی جو حکمران خاندان میں عمر میں سب سے بڑا ہوتا تھا۔ قبیلے کی زمین اس کے جملہ افراد میں منقسم ہوتی تھی مگر کئی برس کے بعد پھر سے تقسیم ہوا کرتی تھی۔ متبنّیٰ کرنے کا طریقہ ان میں رائج تھا اور متبنّیٰ اولاد اپنے نسبی خاندان کے بجائے اس اختیار کردہ خاندان سے زیادہ قریبی طور پر وابستہ ہوجاتی تھی۔ جزیرے میں اصلاح و ترقی کی جس قدر صورتیں پیدا ہوئیں تھیں وہ ڈین کے طویل و مایوسانہ جد و جہد میں ناپید ہوگئیں۔ حملہ آوروں نے ساحل پر ڈبلن و واٹر فورڈ ولمرک کے جو شہر بسائے تھے وہ آبادی وتمدن کے لحاظ سے بدستور ڈینی شہر تھے، اور آس پاس کی کلٹی قوموں سے ان کی جنگ و جدل ہمیشہ جاری رہتی تھی البتہ کبھی جنگ میں شکست کھاکر انہیں خراج دینا پڑتا اور برائے نام آئرلینڈ کے بادشاہوں کی سیادت بھی تسلیم کرلیتے تھے مگر انگلستان سے جو تعلق آٹھویں صدی میں اُٹھ گیا تھا، گیارھویں صدی میں اسکی تجدید ایک حد تک انہیں شہروں کے توسط سے ہوئی۔ قومی تنفر کی وجہ سے ڈین اس جزیرے کے کلیسا سے الگ ہو گئے تھے اور اس لئے انہوں نے

اپنے اساقفہ کے تعیّن کے لئے مستقر کنیٹربری کی طرف نظر ڈالی اور لینفرنیک اور انیسلم کی مذہبی نگرانی کے حق کو قبول کرلیا اس طرح جو تعلقات پیدا ہوئے ان میں غلاموں کی تجارت کی وجہ سے اور بھی زیادہ رسوخ ہوگیا۔ "فاتح" اور اسقف ولفسٹن نے برسٹل میں اس تجارت کو روک دیا تھا مگر وہ بہت ہی جلد پھر جاری ہوگئی تھی۔ باوجود بادشاہوں کے احکام امتناعی اور کلیسا کے تہدیدات مذہبی کے لوگ انگریزوں کو بھگاکر آئرلینڈ لیجاتے تھے اور انہیں غلامی میں بیچ ڈالتے تھے، بارھویں صدی میں تمام جزیرہ اس قسم کے انگریزوں سے بھرا ہوا تھا۔ پس اس ملک سے جنگ کرنے کے لئے ہنری دوم کی اولوالعزمی کو اگر کسی عذر کی ضرورت تھی تو یہ ایک جائز و واجب عذر موجود تھا اس نے اپنی تاجپوشی کے چند ہی ماہ کے اندر جان (سالسبری)، کو اس جزیرے پر حملہ کرنے کے لئے پوپ کی منظوری حاصل کرنے کی غرض سے روانہ کردیا۔ پوپ ہیڈرین چہارم کے سامنے یہ مہم جنگ مذہبی کے رنگ میں پیش کی گئی ہنری کی اس کارروائی کے وجوہ یہ بیان کئے گئے کہ یہ جزیرہ ممالک عیسوی کی عام جماعت سے الگ تھلگ ہے، علم و تہذیب کا وہاں کہیں پتہ نہیں ہے، باشندوں کے اعمال و افعال نہایت قبیح و ناشائستہ ہیں۔ اس زمانے میں عام عقیدہ یہ تھا کہ تمام جزیرے پوپ کے حدود اقتدار میں ہیں، لہذا آئرلینڈ بھی کلیسائے روما کی ملک متصور ہوتا تھا اور اسی لئے

اس میں داخل ہونے کے لئے ہنری نے ہیڈرین سے اجازت طلب کی۔ ہنری نے اپنی غرض یہ ظاہر کی تھی کہ "وہ کلیسا کے حدود کو وسعت دے گا۔ خرابیوں کی ترقی کو روکے گا، باشندوں کے عادات و اطوار کو درست کرکے انہیں نکوکاری کی طرف راغب کرے گا۔ اور مذہب عیسوی کو شائع کرے گا" اس نے یہ اقرار کیا تھا کہ وہ وہاں کے باشندوں کو قانون کا پابند کرے گا، ان کے قبیح رسومات کی بیخکنی کرے گا" اور پوپ کی سیادت کے اظہار کے لئے بطرس کے نذرانہ (Peter's Pence) کا اجرا کرے گا"۔ ہیڈرین نے اپنے فرمان میں اس مہم پر ۱۱۵۵
اظہار پسندیدگی کیا اور "جوش عقیدت اور توغل مذہب" کو اس کا باعث قرار دیا اور یہ اعلان کردیا کہ آئرلینڈ کے باشندے ہر طرح کی تعظیم و توقیر کے ساتھ ہنری کا خیر مقدم کریں اور مثل اپنے بادشاہ کے اس کی عزت کریں۔ پوپ کا یہ فرمان انگلستان کے بیرنوں کی ایک بہت بڑی مجلس میں پیش کیا گیا مگر ملکہ مٹلڈا کی مخالفت اور مہم کی دشواریوں نے ہنری کو مجبور کیا کہ وہ کچھ دنوں کے لئے اس خیال کو ترک کردے۔ اس اثناء میں اس نے اپنی فوج کو برّاعظم میں ملک گیری کی طرف متوجہ کردیا۔

آئرلینڈ میں خانہ جنگیوں کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا تھا، اسٹرانگ بو اور اُن خانہ جنگیوں سے تمام جزیرہ ابتر ہوگیا تھا مذکورۂ بالا واقعات کے بارہ برس بعد اسی قسم کی ایک خانہ جنگی میں

ڈرمٹ دشاہ لینسٹر اپنے ملک سے بیدخل ہوکر ہنری کے دربار
میں حاضر ہوا اور اپنی کھوئی ہوئی سلطنت کے لئے اس کی اطاعت
1168 و وفاداری کا حلف اُٹھایا۔ انگلستان کے نائٹوں نے ڈرمٹ
سے امداد کے وعدے کئے اور وہ آئرلینڈ کو واپس چلا گیا، اس کے
بعد ہی کانسٹیبل (محافظ) آف کارڈیگن کا بیٹا رابرٹ فٹزاسٹیون
ایک چھوٹا سا گروہ اپنے ساتھ لیکر آئرلینڈ کو روانہ ہوگیا۔ اس
گروہ میں ایک سو چالیس نائٹ ساٹھ زرہ پوش اور تین یا
چارسو ویلز کے تیرانداز شامل تھے۔ ان جانبازوں کی تعداد
اگرچہ کم تھی مگر آئرلینڈ کے ملکی سپاہیوں میں یہ قوت نہیں تھی
کہ وہ ان کے گھوڑوں اور ہتھیاروں کا مقابلہ کرسکیں۔ اہل
وکسفورڈ نے ان پر ایک چھاپہ مارا مگر اس کے انتقام میں
ان کا شہر کا شہر برباد کردیا گیا۔ اوسوری کے قبائل کو سخت خونریزی
کے ساتھ شکست دی گئی۔ ڈرمٹ کے آدمیوں نے اس کے
قدموں کے سامنے مقتولین کے سروں کا ڈھیر لگا دیا۔
اس نے اپنی فتح کی وحشیانہ مسرت میں ان میں سے ایک
سر کو اُٹھا لیا اور اپنے دانتوں سے اس کی ناک اور
ہونٹھ نوچ ڈالے۔ تازہ فوجوں کے ساتھ مورِیس فٹزجیرلڈ
کا ورود رچرڈ کلیر (ارل پمبروک) داسٹرنگوئل کی آمد کا پیش خیمہ ثابت
1169 ہوا، رچرڈ کلیر ایک تباہ شدہ بیرن تھا اور لوگوں نے اسکا
نام اسٹرانگ بو (سخت کمان) رکھدیا تھا وہ ہنری کی ممانعت
کی پروا نہ کرکے ڈرمٹ کے اجیر کے طور پر پندرہ سو آدمیوں

کو لئے ہوئے واٹرفرڈ کے قریب اُتر پڑا، شہر پر حملہ کرکے اسے فتح کرلیا گیا اور ارل اور بادشاہ کی متحدہ فوجیں ڈبلن کے محاصرے کے لئے آگے بڑہیں۔ شاہ کناٹ کو جزیرے کے تمام قبائل اپنا بادشاہ اعلیٰ تسلیم کرتے تھے، اس نے شہر کے بچانے کی کچھ کوشش کی مگر باوجود اس امداد کے ڈبلن پر قبضہ ہوگیا اور رچرڈ نے ڈرمٹ کی بیٹی ایوا سے عقد کرلیا ان فتوحات کے بعد ہی بہت جلد اس کے خسر ڈرمٹ کا انتقال ہوگیا۔ اور وہ سلطنت لینسٹر کا مالک بن گیا لیکن اس نئے بادشاہ کو جلد تر انگلستان کو واپس جانا پڑا تاکہ وہ ہنری کے آتش حسد کو فرو کرے۔ اس نے اس مقصد کے لئے ڈبلن کو تاج انگلستان کے حوالہ کردیا اور سلطنت لینسٹر کے لئے مثل ایک انگریزی امیر کے ہنری کی اطاعت کا حلف اُٹھایا اور جب
۱۱۷۱ شاہ انگلستان نے جانبازوں کی اس نئی حاصل کردہ سلطنت کا سفر کیا تو وہ برابر بادشاہ کے جلو میں حاضر رہا اگر قسمت نے ہنری کا ساتھ دیا ہوتا اور وہ اپنی تجویز کو پورا کرسکتا تو اسی زمانے میں آئرلینڈ کی فتح مکمل ہوجاتی۔ اگرچہ شاہ کناٹ اور شمالی السٹر کے سرداروں نے اس کی اطاعت سے انکار کردیا تھا مگر آئرلینڈ کے باقی تمام قبائل نے اس کے آگے سر جھکا دیا اساقفہ نے بمقام کیشل ایک مجلس منعقد کرکے اسے اپنا سرپرست تسلیم کرلیا اور وہ شمال و مغرب کی طرف بڑہنے اور قلعے بنا بناکر اپنے فتوحات کو مستحکم کرنے کی تیاری کررہا تھا کہ اسقف اعظم ٹامس کے قتل سے ایک فتنہ برپا ہوگیا اور

مجبوراً اسے بعجلت تمام نارمنڈی کو واپس جانا پڑا۔ یہ از دست رفتہ موقع پھر کبھی نصیب نہیں ہوا۔ اگرچہ بعد میں کناٹ نے برائے نام ہنری کی سیادت اعلیٰ کو مان لیا، جان ڈی کورسی، السٹر میں
۱۱۷۶ داخل ہوکر ڈاؤن پیٹرک پر جم گیا اور بادشاہ نے یہ انتظام کیا کہ اپنے سب سے چھوٹے بیٹے جان کو والی آئرلینڈ بناکر مستقلاً وہاں مقیم کردیا، لیکن یہ نوجوان شہزادہ ایک خفیف الحرکت شخص تھا، اس نے وہاں کے سرداروں کے بد قطع لباس کا مضحکہ اڑایا اور حقارت سے ان کی ڈاڑھیاں نوچ لیں، ناچار۔ اسے واپس بلالینا پڑا، اور ڈروجیڈا، ڈبلن ٹکیفرڈ، واٹرفرڈ اور کارک کے اضلاع پر انگریزوں کا قبضہ محض قبائل آئرلینڈ کی باہمی جنگ و جدل اور کمزوری کے باعث باقی رہگیا۔ یہی اضلاع اس کے بعد سے "حلقۂ انگریزی" کہلانے لگے۔

حلقۂ انگریزی یا انگریزی کے بیرون اہل آئرلینڈ کو اگر اپنے حملہ آوروں کو سمندر پار کرنے انگریزوں ہی کو اس جزیرے کے بتمامہ فتح کرلینے میں کامیابی ہوگئی ہوتی تو زمانہ مابعد میں جو مصیبت و تباہی اس ملک پر آئی وہ نہ آئی ہوتی۔ اسکاٹلینڈ نے اپنے فاتحین کو جس طرح ملک سے خارج کردیا، اس طرح کی کوشش سے حب الوطنی اور قومی اتحاد کا پیدا ہوجانا ممکن تھا، جس سے یہ متخاصم قبائل ایک قوم بن جاتے۔ نارمنوں نے جس طرح انگلستان کو فتح کرلیا اس طرح کی فتح سے لازم تھا کہ ملک مفتوحہ کے تمام

عرض و طول میں فاتح ملک کا سا قانون، انتظام، امن و تمدن قائم ہوجاتا لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ آئرلینڈ میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ انگریزوں سے خلاصی حاصل کرلے اور نہ وہ اس درجہ کمزور تھا کہ حملہ آوروں کو بالکل ہی روک نہ سکے۔ ملک دو ٹکڑوں میں منقسم ہوگیا تھا اور ان کی مخالفت باہمی کسی طرح ختم نہیں ہوتی تھی۔ یہ تعرض کرنے والے اگرچہ نسبتہً مہذب تھے مگر دیسی قبائل کو ان سے جو نفرت تھی اس کے باعث ان قبائل کا وحشیانہ پن اور بڑھتا جاتا تھا۔ خود یہ متعرضین "حلقہ انگریزی" کے تنگ حدود میں بند ہوکر اپنے گروو پیش کی غیر متمدن حالت میں گھر گئے تھے۔ جو انگریز اس زمین پر بہ زبردستی قابض تھے ان میں جاگیرداروں کی طرح نقص قانون، ظلم و زیادتی اور تنگ خیالی کے تمام صفات پیدا ہوگئے تھے۔ شاہ انگلستان کے ساتھ وفاداری کے قائم رکھنے کے لئے بھی جان کے سے سخت انتظام کی ضرورت تھی، جس نے فوجیں بھیجکر ان کے قلعوں پر قبضہ کرلیا اور سرگروہ بیرنوں کو ملک سے بھاگنا پڑا۔ جان نے اس "حلقے" کو صوبوں میں تقسیم کردیا اور انگریزی قانون کے نفاذ کا حکم دیا مگر اس کی فوج کے روانہ ہوتے ہی پھر مثل سابق طوائف الملوکی ۲۱۰
برپا ہوگئی۔ حلقے سے باہر کا ہر ایک باشندۂ آئرلینڈ دشمن و قزاق سمجھا جاتا تھا اور اس کا مار ڈالنا کوئی قانونی جرم نہیں تھا۔ بیرنوں کی نصف آمدنی سرحد پار کی یورشوں سے حاصل ہوا کرتی تھی اور آئرلنڈ کے قزاق ان یورشوں کا عوض بھی لیا کرتے تھے جن کی تباہی کا

اثر ڈبلن کی دیواروں تک پہنچ جاتا تھا۔ خود "حلقے" کے اندر کے رہنے والے انگریز اپنے دشمنوں اور محافظوں دونوں کے ظلم و جور سے پریشان و تباہ رہتے تھے، اس کے ساتھ ہی انگریزی امرا آپس ہی میں لڑلڑ کر اپنی قوت کو زائل کررہے تھے اور مزید فتوحات یا مفتوحہ ملک کی حفاظت کے لئے انمیں کوئی با اثر اتحاد نہیں قائم ہوتا تھا۔ جب جنگ بینک برن کے بعد اڈورڈبروس اسکاٹلینڈ کی ایک فوج کے ہمراہ ملک میں داخل ہوا تو اہل آئرلینڈ نے اسے اپنا معین و حامی سمجھکر اس کا خیرمقدم کیا اور عام بغاوت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت البتہ "حلقے" کے بیرنوں میں ایک عارضی اتحاد قائم ہوگیا اور
۱۳۱۶ اتھنری کی خونریز جنگ میں انھوں نے اپنی بہادری کے جوہر دکھادیئے، گیارہ ہزار دشمنوں کو قتل کرڈالا اور قبیلۂ او کانز کا نام و نشان تک مٹادیا۔ مگر فتح کے ساتھ ہی طوائف الملوکی اور ذلت پھر عود کر آئی۔ بیرن یوماً فیوماً آئرلینڈی سرداروں کی حالت اختیار کرنے لگے خاندان فٹزموریس کے لوگ (جو ڈسمنڈ کے ارل ہوگئے تھے اور جن کی وسیع اراضی نے جرمنی کے سے "محلدار امرا" کا درجہ حاصل کرلیا تھا) انھوں نے اپنے گرد و پیش کے اہل ملک کا لباس و انداز اختیار کرلیا تھا
۱۳۶۷ قانون کلکینی کے ضوابط اس خرابی کی ترقی کے روکنے میں بیکار ثابت ہوئے۔ قانون کلکینی کے رو سے یہ حکم دیا گیا تھا کہ انگریزی نسل کا کوئی شخص آئرلینڈ کی زبان، نام یا لباس

نہ اختیار کرے۔ حلقے کے اندر انگریزی قانون کا اجرا لازمی تھا اور ملکی قانون کو (جسے قانون برہین کہتے تھے اور جس کا رواج بڑھتا جاتا تھا) بغاوت کا فعل قرار دیا۔ انگریزی حدود کے انگریزوں کا آئرلینڈ کے لوگوں سے عقد کرنا یا کسی باشندہ آئرلینڈ کا کسی انگریز کے بچے کو متبنی کرنا بھی بغاوت قرار پایا تھا۔ قوانین اگرچہ سخت تھے مگر ان دونوں قوموں کے امتزاج باہمی کے روکنے میں وہ بیکار ثابت ہوئے معہذا "حلقے" کے امرا کی روز افزوں آزادی کے باعث انگریزی حکومت کی اطاعت صرف ایک ظاہر داری رہ گئی تھی۔ یہی باعث تھا کہ رچرڈ دوم نے اس جزیرے کو کامل طور پر فتح کرنے اور اسمیں انتظام قائم کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ ایک فوج کے ساتھ واٹرفرڈ میں اترا اور ملکی سرداروں کی عام اطاعت حاصل کی مگر "حلقے" کے امرا درشتی کے ساتھ اس کارروائی سے الگ رہے اور رچرڈ کے جزیرے سے جاتے ہی اہل آئرلینڈ نے بھی لینسٹر کے تخلیئے سے انکار کر دیا۔ سنہ ۱۳۹۸ع میں رچرڈ کا نائب ارل مارچ ایک جنگ میں مارا گیا اور رچرڈ نے یہ تہیا کرلیا کہ ازسرنو حملہ کر کے اس کام کو انجام کو پہنچائے مگر انگلستان کے مناقشات اس ارادے میں خلل انداز ہو گئے اور اس کے سپاہیوں کے آئرلینڈ سے روانہ ہوتے ہی اس کی کارروائی کے تمام اثرات محو ہو گئے۔

فرانس کی لڑائیوں کے دوبارہ جاری ہوجانے اور کلابوں والی لڑائیوں کے

بھڑک اُٹھنے سے آئرلینڈ پھر اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا اور جزیرے پر انگریزی اقتدار شاہی محض نام کو رہ گیا۔ آخر کار ہنری ہفتم ملک کو قابو میں لایا۔ سر اڈورڈ پوئیننگز بادشاہ کا نائب ہوکر آیا۔ اور اپنے سرگروہ ارل کلڈیر کے گرفتار کرنے جانے سے تمام اُمرا خالف ہو گئے۔ قانون پوئیننگز کے رو سے "حلقے" کی پارلیمنٹ کو سوائے ان معاملات کے جنہیں اول شاہ انگلستان اور اس کی مجلس نے منظور کرلیا ہو اور کسی معاملہ پر بحث کرنے کی ممانعت کردی گئی۔ تاہم ایک وقت تک اس کی ضرورت رہی کہ حلقے کے امرا ہی غیر مفتوح اہل آئرلینڈ کو مطیع رکھنے میں انگریزی فوج محافظ کا کام دیں اور ہنری نے اپنے قیدی ارل کلڈیر کو آئرلینڈ کا لارڈ ڈپوٹی (نائب السلطنت) بنادیا۔ ہنری کے وزرا نے یہ شکایت کی تھی کہ تمام آئرلینڈ بھی اس شخص پر غالب نہیں آسکتا' بادشاہ نے جواب دیا "تو پھر یہ شخص تمام آئرلینڈ پر غالب آجائے گا"۔ ہنری ہفتم نے اگرچہ آئرلینڈ کو قابو میں لانے کا سامان شروع کردیا تھا مگر اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ حقیقت میں انہیں مطیع کرسکے اور "حلقے" کے بڑے بڑے اُمرا مثلاً خاندانہائے بٹلر جیرلڈین ڈے لاپور، فٹزپیٹرک وغیرہ اگرچہ رسماً بادشاہ کے تابع ہو گئے تھے مگر حقیقتہً وہ شاہی اقتدار کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ اپنے انداز و اطوار اور ظاہری حالت کے لحاظ سے وہ بالکل آئرلینڈی ہوگئے تھے۔ انکے آپس کے جھگڑے بھی آئرلینڈ والوں کے جھگڑوں

قانون پوئیننگز

کی طرح ناقابلِ تناہی ہو گئے تھے اور بدنصیب باشندگان "حلقہ" کے اوپر ان کی مطلق العنانی میں کلٹی طوائف الملوکی کے مصائب کے ساتھ جاگیرانہ جور و ستم بھی شامل ہو گیا تھا۔ تمام باشندے کثرتِ محصول، ظلم و ستم بد انتظامی کے باعث تباہ ہو گئے تھے، ایک طرف آئرلینڈ کے غارتگر انہیں لوٹتے تھے، دوسری طرف خود وہ فوج لوٹتی تھی جو ان غارتگروں کے دفعیہ کے لئے جمع کی جاتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابتدائی آبادکاروں کی، تباہ حال اولاد، اہل آئرلینڈ کی بد انتظامی کو انگریزی "انتظام" پر ترجیح دینے لگی اور حلقے کے حدود برابر ڈبلن کی طرف ہٹتے گئے۔ ساحل کے شہر فصیلوں سے محفوظ تھے اور ان میں بلدی حکومتیں جاری تھیں۔ اس لئے صرف وہی لوگ اس عام ابتری سے بچے رہے ورنہ تمام دوسرے حصص مملکت میں انگریزی حکومت کا تسلط ایک خواب و خیال ہو گیا، اگرچہ حکومت میں اتنی طاقت ضرور تھی کہ علانیہ بغاوت ہو تو اُسے شکست دے۔ حلقے سے باہر کلٹی قبائل میں تمدن و اتحاد باہمی کا اتنا نشان بھی باقی نہیں رہا تھا جو اسٹرانگبو کے وقت موجود تھا۔ قبائل آئرلینڈ کے باہمی جھگڑے ویسے ہی سخت تھے جیسے اجنبیوں سے ان کی نفرت اور ڈبلن کی حکومت کے لئے بہت آسان تھا کہ اپنی حفاظت کے خیال سے وہ ان قبائل میں آپس کی جنگ و نزاع کو قائم رکھے۔ اس قوم کا حال یہ تھا کہ وہ جو

شخص چاہے روپیہ دیکر بیٹے کو باپ سے اور باپ کو بیٹے سے لڑا دے ؛ ملک کے جو حصے خود اہل ملک کے تحت میں تھے ان میں سے صرف شمال کے قبائل میں سولھویں صدی کے اول تیس برس کے اندر سو سے زائد لڑائیوں کے حالات ملک کے وقائع میں مندرج ہیں۔ لیکن آخر وہ وقت آگیا کہ انگلستان اس پریشانی و بد انتظامی کی ہیولانی حالت کو رفع کرکے ایک باقاعدہ نظم و نسق قائم کرنے کے لئے پر زور کوشش کرے۔ ہنری ہشتم اپنے باپ کی اس حکمت عملی کو بالکل ناپسند کرتا تھا کہ آئرلینڈ پر وہیں کے بڑے بڑے امرا کے ذریعہ سے حکومت کی جائے وہ یہ چاہتا تھا کہ جس وسعت و قوت کے ساتھ وہ انگلستان پر حکومت کرتا ہے اسی وسعت و قوت کے ساتھ آئرلینڈ پر بھی حکومت کرے اور اپنے عہد کے نصف آخری حصہ میں اس نے اپنی تمام طاقت اس مقصد کے حاصل کرنے میں صرف کردی۔ درحقیقت اس کی تخت نشینی ہی کے وقت سے ایک مقتدر کے پر زور ہاتھ کا دباؤ پڑنے لگا تھا۔ عہد سابق میں خاندان جیرالڈین کے لوگ بادشاہ کے نام سے آئرلینڈ پر حکمرانی کرتے تھے مگر اب ان لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ بادشاہ کے نام سے وہ یہ کام نہیں لے سکتے۔ ان کا سرگروہ ارل کلڈیر انگلستان میں طلب کیا گیا اور ٹاور میں قید کردیا گیا۔ اس خاندان عظیم نے یہ عزم کیا

کہ ایک بار پھر انگلستان کو اس کی بے بسی کا یقین دلا کر خوف
زدہ کردے۔ چنانچہ لارڈ ٹامس فٹز جیرلڈ کی بغاوت کے بعد ہی
حسبِ معمول اہل آئرلینڈ نے ہر طرف شورش کردی۔ ڈبلن کا اسقف اعظم
قتل ہوا، شہر پر قبضہ ہوگیا، قلعہ کے سامنے سے فوجیں پسپا ہوئیں ۵۳۴
اور تمام "حلقے" میں لوٹ مار مچ گئی لیکن جب انگریزی فوجیں
بڑھیں تو باغی فوراً ہی دلدلوں اور جنگلوں میں بھاگ گئے اور
شورش کا خاتمہ ہوگیا۔ ابتک یہ ہوتا رہا تھا کہ اس قسم کی یورشوں
کا جواب اسی نوعیت کے حملوں سے دیا جاتا تھا اور شاہی
فوجوں کو بھی باغی امرا کے قلعوں کے سامنے سے ناکام
ہوکر پسپا ہونا پڑتا تھا اور یہی پسپائی باہمی گفت و شنود و
مصالحت کی تمہید ہوجاتی تھی۔ لیکن خاندان جیرلڈین کی بدقسمتی
سے ہنری نے آئرلینڈ پر پوری طرح تسلط جمانے کا عزم کرلیا
تھا اور کرامول کا سا شخص اس کی مرضی کو عمل میں لاتے ۱۵۳۵
کے لئے موجود تھا۔ ایک نیا لارڈ ڈپوٹی اِسکیفنگٹن ایک توپخانہ
اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس توپخانہ سے جزیرے کی سیاسی نوعیت
میں حیرت انگیز تغیر واقع ہوگیا۔ جو قلعے اب تک بغاوت کا
ملجا و ماویٰ بنے ہوئے تھے ان کے دھویں اُڑگئے۔ مینوتھ کے قلعے
سے خاندان جیرلڈین، ڈبلن کو دھمکی دیتے تھے اور اپنی حسب مرضی
"حلقے" پر حکومت کرتے تھے، یہ قلعہ دو ہفتے میں مسمار ہوگیا۔
یہ ضرب ایسی اچانک اور ایسی کاری پڑی کہ مزید مقاومت کا
فوراً ہی خاتمہ ہوگیا۔ نہ صرف یہ کہ اس عظیم الشان نارمن

خاندان کی طاقت (جو تمام آئرلینڈ پر حاوی تھا) کلیتہً ٹوٹ گئی بلکہ اس خاندان کا نام لیوا صرف ایک لڑکا باقی رہ گیا۔

ہنری ہشتم

خاندان فٹز جیرالڈ کے زوال کے بعد آئرلینڈ نے یہ سمجھا کہ اس پر بھی کوئی حکمراں ہے۔ ایک جسٹس نے کرامول کو لکھا تھا کہ "اہل آئرلینڈ اس وقت جس قدر خائف رہتے ہیں یہ حالت کبھی بیشتر نہیں تھی۔ سابق کی بہ نسبت پانچ زائد اضلاع میں اس وقت شاہی عدالتیں قائم ہیں" نہ صرف "حلقے" کے انگریز ہنری کے قدموں پر سر رکھے ہوئے تھے بلکہ وکلو اور وکسفرڈ کے آئرلینڈی باشندے بھی اس کے مطیع فرماں ہو گئے تھے اور جہانتک لوگوں کی یادداشت کام دیتی ہے کہا جاتا ہے کہ اسی زمانے میں منسٹر کے اندر پہلی بار انگریزی فوج داخل ہوئی اور جزیرے کے جنوبی حصے کو اطاعت پر مجبور کیا۔ خاندان اوبرائن کا ایک قلعہ تشین کے گزرگاہ کی حفاظت کرتا تھا۔ وہ ایک حملے میں فتح ہوگیا اور اس کے سقوط کے ساتھ ہی تمام کلیر مطیع ہوگیا۔ اتھلون کے قبضے سے کناٹ بھی زیر ہوگیا، اور ذی مرتبت نارمن خاندان ڈی برہ نے اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ مغرب میں اس خاندان نے قریب قریب شاہی اقتدار حاصل کرلیا تھا۔ فتح بہلاہو نے شمال کے قبائل کی مقاومت توڑدی۔ شاہ انگلستان کے اختیارات ڈبلن کی دیوار

۱۵۳۵ کے اندر محدود تھے مگر سات برس کے اندر اندر آئرلینڈ کے تمام

۱۵۴۲ عرض و طول میں اس کی قوت مسلم ہوگئی۔ یہ تسلط کچھ تو ایفنگھم سکیفنگٹن

کے جانشین لارڈ لیسٹر گرے کے زور بازو کا نتیجہ تھا اور کچھ ہنری اور کرامول کا مستحکم عزم اس کا باعث ہوا۔ مگر ہنری جس قسم کی اطاعت چاہتا تھا، وہ اور ہی قسم کی اطاعت تھی۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ اس مفتوح قوم کو مہذب بنائے اور اس پر جبراً قہراً نہیں بلکہ قانون کے ذریعے سے حکومت کرے مگر بادشاہ اور اس کے وزرا کے خیال میں قانون کا مفہوم انگریزی قانون تھا۔ "حلقے" کے باہر جو رواجی قانون جاری تھا، ملک کے ہر ہر قبیلہ میں جس جس قسم کی حکومت رائج تھی اور قبیلوں کے درمیان زمین کی مشترکہ ملکیت کا جو دستور تھا، مدبرین انگلستان یا تو اس سے ناواقف تھے یا وہ ان باتوں کو محض وحشیانہ سمجھتے تھے ایسا ہی اُن کی شاعری اور علم ادب کو بھی (جس نے آئرلینڈ کی زبان کو صیقل کر دیا تھا) وہ سمجھے ہوئے تھے۔ بادشاہ اور وزرا کی نظر میں آئرلینڈ کو مہذب بنانے اور اس کی آشوب انگیز بد انتظامی کو رفع کرنے کی صرف یہی ایک صورت تھی کہ باشندگان مُلک کے کلٹی رسم و رواج کو یک قلم مٹا دیا جائے یعنی آئرلینڈ کو عادات و اطوار، قانون و زبان کے اعتبار سے بالکل انگلستان بنا دیا جائے۔ حلقے کے اندر ڈپوٹی (نائب السلطنت) پارلیمنٹ، جج، شیرف پہلے ہی سے موجود تھے اور یہ مجموعہ انگریزی تنظیمات کی ایک خفیف سی نقل معلوم ہوتی تھی۔ توقع یہ کی جاتی تھی کہ انہیں انتظامات کو آہستہ آہستہ تمام جزیرے پر وسیع کر دیا جائے یہ کبھی یقین تھا کہ انگریزی قانون کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان

اور انگریزی طرز معاشرت از خود رائج ہو جائے گی۔اس تغیر کے عمل میں لانے کی ایک قطعی صورت یہ تھی کہ جزیرے کو بالاستیعاب فتح کرلیا جائے، اور اطراف مُلک میں انگریزوں کی نو آبادیاں قائم کروی جائیں مگر اس طریقے کے اختیار کرنے سے کرامول کا سا قوی العزم شخص بھی جھجکتا تھا اگرچہ خود اسی کے نائب اور نیز "حلقے" کے رہنے والے اس پر زور دیتے رہے تھے۔ اس میں نہائت درجہ کی خونریزی کے علاوہ بے انتہا مصارف کی بھی ضرورت تھی۔ نسبتہً زیادہ محفوظ، کم خرچ اور انسانیت کو لئے ہوئے مدبرانہ طریق یہ تھا کہ آئرلینڈ کے سرگروہوں کو اپنا بنایا جائے، تدبیر اور مستقل فیاضی سے انہیں انگریزی امرا کی صورت میں بدل دیا جائے اور انہیں سرداروں کے توسط سے ان کے جان نثار اہل قبائل میں نئی تہذیب شائع کی جائے اور مُلک کی تدریجی تغیر حالت کے لئے مرور زمان اور استمرار حکومت پر بھروسہ کیا جاے۔ خاندان جیرلڈین کے زوال کے قبل ہی ہنری اس طریقے پر کاربند ہونے کا عزم کرچکا تھا، اور جب فتح نے آئرلینڈ کو اس کے قدموں پر ڈال دیا اس وقت اس نے اس طریقے کے اختیار کرنے پر زور دیا۔ یہ طے پایا کہ سرداروں کو انصاف اور قانونی حکمرانی کے فوائد جتاکر اس طرف مائل کیا جائے۔ ان کا یہ خوف کہ وہ "اپنی جائز اراضی و مقبوضات سے بیدخل کروئے جائیں گے" اس وعدے سے رفع کردیا جائے کہ وہ اراضی و مقبوضات ان کے ساتھ مخصوص کردئے جائیں گے، نرمی کا یہانتک

خیال تھا کہ انگریزی قانون کے نفاذ پر اگر وہ عذر کرتے تو اس پر بھی لحاظ کیا جاتا اور ملک کے حالات کے اعتبار سے طرز عمل و طریق انصاف کو نرم یا سخت کر دیا جاتا۔ جو اراضی اور جو حقوق صاف طور پر بادشاہ کے لئے مخصوص تھے ان کے واپس لینے میں بھی "نرم طریقہ، مدبرانہ چال اور ملائم ترغیبات کو سخت برتاؤ پر ترجیح دینے کا حکم تھا" یہی صلح آمیز طریقہ تھا جسے ہنری اور اس کے دو جانشینوں کی حکومت میں بالتخصیص اختیار کیا گیا۔ اس طریق سے سردار یکے بعد دیگرے "اجازت نامہ" کے قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے تھے جس کی رو سے ان کے قبضہ اراضی کی ذمہ داری کی جاتی تھی اور ان کے اہل قبائل کے متعلق ان کے اختیار میں کسی طرح کا دخل نہیں دیا جاتا تھا۔ شرط صرف یہ ہوتی تھی کہ وہ بادشاہ کی وفاداری کا عہد کریں آپس میں ناجائز جنگ اور رعایا پر جبر کرنے سے باز رہیں ایک معینہ رقم خراج کی ادا کرنے اور بوقت جنگ بادشاہ کی خدمت کرنے کے پابند ہوں۔ وفاداری کے امتحان کے لئے بس اتنا درکار تھا کہ وہ انگریزی خطاب قبول کریں اور اپنے کسی لڑکے کو انگریزی دربار میں تعلیم دلائیں، اگرچہ بعض صورتوں میں (جیسے خاندان اونیل کے معاملے میں ہوا) یہ وعدہ بھی لیا جاتا تھا کہ وہ انگریزی زبان اور انگریزی لباس استعمال کریں گے اور اصلاح اراضی و کاشتکاری کو ترقی

دیں گے۔ ان شرائط کے قبول کرلینے کے لئے محض بادشاہ کے نام کا خوف ہی نہیں دلایا جاتا تھا بلکہ بڑی بڑی رشوتیں بھی دی جاتی تھیں۔ فی الحقیقت اس تغیر سے سرداران قبائل بہت نفع میں رہے۔ نہ صرف یہ کہ انگریزی خطابات کے قبول کرلینے پر معطل خانقاہوں کی زمین انہیں دے دی گئی بلکہ انگریزی عدالتوں نے انہیں سرداروں کو ان زمینوں کا تنہا مالک قرار دے دیا اور آئرلینڈ کے رواج کا کچھ خیال نہ کیا کہ زمین تمام اہل قبیلہ کی ملک ہوتی ہے۔

اصلاح اس طریقے کی خوبی میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ اس کے نقائص اس قسم کے تھے کہ اس زمانے کے مُدبّرین کے لئے ان کا محسوس کرنا مشکل تھا، عہد ٹیوڈر کے مُدبّروں کی مستحکم رائے یہ تھی کہ آئرلینڈ کی نئی زندگی کی اگر کوئی امید ہوسکتی ہے تو یہی کہ وہ ہمہ تن انگلستان کے تمدن میں غرق ہو جائے۔ قومی لباس، رسم و رواج، قوانین اور زبان کے استعمال کی ممانعت ان کی نظر میں اس سے زیادہ نہیں تھی کہ ان آثار وحشت کو مٹا دیا جائے، جو ہر قسم کی ترقی کے راستے میں حائل ہیں۔ لیکن اس موقع پر ایک خطرناک غلطی نے آئرلینڈ کو مذہبی جنگ میں مبتلا کر دیا۔ آئرلینڈ کے سیاسی شیرازے کی طرح ان کا مذہبی شیرازہ بھی بکھرا ہوا تھا۔ اسٹرانگبو کے ورود کے وقت سے آئرلینڈ میں کوئی ایک کلیسا نہ رہا تھا کیونکہ تمام ملک میں ایک قوم باقی نہ تھی "حلقے" کے اندر اور "حلقے" کے باہر

کلیسا میں عقائد و انضباط کی رو سے ذرا بھی فرق نہیں تھا مگر حلقے کے اندر کے تمام پادری انگریزی نسل کے اور انگریزی زبان کے بولنے والے تھے۔ حلقے کے باہر کے پادری سب کے سب آئرلینڈ والے تھے۔ انگریزی حدود کے اندر اہل آئرلینڈ ازروئے قانون خانقاہوں اور کلیساؤں میں داخل نہیں ہونے پاتے تھے اور دیسیوں کی بد دلی کے باعث "حلقے" سے باہر کے گرجوں اور خانقاہوں میں انگریز داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ مذہبی حالت کے اعتبار سے ملک اپنی سیاسی ہی حالت کی سطح پر تھا۔ آپس کے جھگڑوں اور بد انتظامی کا مہلک اثر مذہبی انضباط پر پڑ گیا تھا۔ اساقفہ سیاسی عہدہ دار بن گئے تھے اور اپنے گرد وپیش کے سرداروں کی طرح سخت جنگ جو ہو گئے تھے۔ ان کے مستقر مذہبی کی کوئی خبر گیری نہیں ہوتی تھی۔ خانقاہی گرجے تباہ ہو رہے تھے۔ اساقفہ کے تمام حدود کے اندر گرجے ویران پڑے تھے اور ان میں کوئی پادری تک نہیں رہتا تھا۔ ملک میں اگر واعظ تھے تو وہ صرف گداگر فرائر (برادرانِ مذہبی) مگر فرائروں کے واعظوں کا اثر بہت کم ہوتا تھا۔ ۱۵۲۵ء میں یہ کہا گیا تھا کہ "اگر بادشاہ نے کچھ تدارک نہ کیا تو آئرلینڈ میں اس سے زیادہ عیسائی باقی نہیں رہیں گے جتنے وسط ترکی میں ہیں" ہنری نے جو علاج تجویز کیا بد قسمتی سے وہ علاج مرض سے بھی بدتر نکلا۔ سیاسی طور پر آئرلینڈ و انگلستان ایک تھے اور یہ ایک

طبیعی امر تھا کہ جو انقلاب عظیم ایک ملک کو پوپ سے جدا کر رہا ہو اس کا اثر دوسرے ملک پر بھی پڑے - اس کے نتائج اولاً بہت خفیف معلوم ہوئے - جس " تفوق مذہبی " کے مسئلہ نے انگلستان کو زیر و زبر کر دیا تھا اسے آئرلینڈ میں اگر کسی مخالفت سے سابقہ پڑا تو وہ عام بے اتفاقی تھی - ہر شخص بے سوچے سمجھے اس کے قبول کر لینے کے لئے تیار ہو گیا - انگلستان ہی کی طرح " حلقے " کے اساقفہ و پادری بھی نہایت آسانی سے بادشاہ کی مرضی کے تابع ہو گئے - اور حلقے کے باہر کے بھی کم سے کم چار اسقفوں نے ان کی تقلید کی - ملکی سرداروں اور مجلس شاہی کے امرا نے اسقف روما یعنی پوپ کی اطاعت کے ترک کر دینے اور ہنری کو "حضرت مسیح کے زیر سایہ کلیسائے انگلستان و آئرلینڈ کا سرپرست اعلیٰ" تسلیم کر لینے میں ذرا بھی تامل نہیں کیا - خانقاہوں کے بند کرنے کی بابت رودبار آئرلینڈ کے اس پار جیسی مقاومت ہوئی تھی اس کا یہاں کوئی اثر بھی نظر نہیں آتا تھا بلکہ حریص سرداران قبائل کلیسا کی لوٹ میں شریک ہونے کے لئے خود کمر باندھ کر آمادہ ہو گئے مگر گزشتہ صدیوں کے پر آشوب ہونے پر ہی علوم و مذہب کا جو کچھ تھوڑا بہت چرچا باقی رہ گیا تھا، اس زمانہ میں وہ بھی نہ رہا - آئرلینڈ میں مدرسے اچھے یا برے جو کچھ بھی تھے انہیں امکنہ مذہبی کے اندر تھے - انگلستان میں وکرون (منتظمان کلیسا) کا طریقہ بہت عام تھا مگر آئرلینڈ میں شاذ و نادر کہیں کوئی وکر ہوتا تھا -

وہاں خانقاہوں کی سرپرستی میں جو گرجے تھے ان میں نماز وغیرہ کا انتظام زیادہ تر راہب خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ ان خانقاہوں کے بند ہو جانے سے ملک کے بہت بڑے حصے سے عام عبادت متروک ہوگئی۔ واعظ اگر تھے تو صرف فرائر تھے اور انہوں نے باوجود حکومت کی مخالفت کے اپنے کام اور اپنی تعلیم کو جاری رکھا مگر اس کارروائی سے انہیں خواہ مخواہ انگریزی حکومت کا مخالف بننا پڑا۔

آئرلینڈ میں پروٹسٹنٹ مذہب

با ایں ہمہ اگر وہ تغیرات جو ملک میں بزور جاری کئے گئے تھے یہیں تک ختم ہو جاتے تو انجام کار میں ان سے نقصانات بہت کم ہوتے لیکن مشکل یہ ہوئی کہ روما سے قطع تعلق ہو جانے خانقاہوں کے مٹ جانے اور "تفوق مذہبی" کے قائم ہو جانے سے انگلستان میں خود قوم کے کچھ لوگوں میں مذہبی تغیر کی خواہش پیدا ہوگئی تھی۔ ہنری بھی اس میں شریک تھا اور وہ اندر اندر اسے تقویت پہنچا رہا تھا۔ اس کے خلاف آئرلینڈ میں "اصلاح" کا جوش عام لوگوں میں کسی وقت بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ انگریزی پارلیمنٹ کے جاری کئے ہوئے قانون قبول کر لیتے تھے مگر انہیں خواب میں بھی یہ خیال نہیں تھا کہ اس کا اثر مذہب پر پڑے گا یا عقائد و مراسم کلیسا میں اس کے باعث کوئی تغیر پیدا ہو جائے گا۔ آئرلینڈ میں کسی شخص کی زبان سے بھی یہ نہیں نکلا کہ زیارتوں کے لئے جانا موقوف کر دیا جائے، مجسمے توڑ ڈالے جائیں، یا عام طریقہ

عبادت میں کسی قسم کی اصلاح کی جائے ۔ سب سے پہلے اسقف اعظم
۱۵۳۵ براؤن نے اپنا یہ مقدس فرض قرار دیا کہ "بتوں کو اکھاڑ پھینکے
اور بت پرستی مٹا دے " اس کے بعد سے انگریزی حکومت کی
اس طولانی کوشش کا سلسلہ شروع ہوا کہ ایک ایسی قوم کو نئے عقیدے
کے قبول کرنے پر مجبور کرے جو اپنے قدیم مذہب پر نہایت استحکام
کے ساتھ جمی رہنا چاہتی تھی ۔ براؤن نے یہ کوشش کی کہ وہ
واعظین کو اپنا ہمنوا بنالے مگر انہوں نے نہایت ترش روئی کے
ساتھ علانیہ مخالفت کی ۔ اس مقتدائے اعظم نے کرامول کو
لکھا تھا کہ " میں جب سے آیا ہوں ان لوگوں کو نرمی کے ساتھ
فہمایش کرتا ، کتاب مقدس کے موافق ہدایت کرتا ، موقر طور پر
ان سے قسم لیتا ، سخت سرزنش کی دھمکی دیتا ہوں پھر بھی اس
وقت تک کسی مذہبی یا دنیاوی شخص کو اس امر پر آمادہ وراضی
نہ کرسکا کہ وہ "کلام خدا" کا وعظ کہے یا ہمارے ذی شان
بادشاہ کے جائز خطاب کو تسلیم کرے "۔ "تفوق مذہبی" پہلے
نہایت خاموشی سے قبول کرلیا گیا تھا مگر جب اس کے نتائج
ظاہر ہوئے تو اس پر بھی جرح قدح ہونے لگی ۔ اساقفہ اس امر
پر رضامند نہ ہوے کہ اپنی عبادت کی کتابوں سے پوپ کا نام
مٹادیں ۔ براؤن نے اپنے بڑے گرجے کے مجسمے اور آثار سلف
کے ضائع کردینے کا حکم دیا مگر اسے کرامول کو یہ اطلاع دینا
پڑی کہ "یہ چیزیں رئیس خانقاہ اور کینوں (نقیبوں) کو اپنے
مفاد کے خیال سے اس درجہ عزیز ہیں کہ میرے حکم کی

کوئی پروا نہیں کرتا"، لیکن کرامول اس ارادے پر مستحکم تھا کہ دونوں جزیروں میں ایک ہی طریقہ مذہبی جاری ہونا چاہئے اور اس کے اس عزم سے مقتدائے اعظم کی طبیعت میں بھی کچھ زور پیدا ہوگیا۔ عدول حکمی کرنے والے پادری قید کردئے گئے مجسّمے طاقچوں سے اُتار کر پھینک دئے گئے اور آئرلینڈ کے آثار سلف میں سے سب سے زیادہ قابل احترام شئے یعنی سنٹ پیٹرک کا عصا عین بازار میں جلا ڈالا گیا۔ مگر اس مستعدی میں اس کی تائید جو کچھ بھی ہوئی رود بار آئرلینڈ کی دوسری جانب سے ہوئی۔ خود آئرلینڈ میں کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ آئرلینڈ کی مجلس نے سرد مہری اختیار کرلی۔ خود نائب السلطنت مقام ٹرم میں ایک مجسّمے کے رو برو سر بسجود ہوا، ملک کی پُرخشونت و پُر استقلال مخالفت کے سامنے کرامول کی کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور اس مفتوحہ مملکت میں جن مذہبی تغیرات کو وہ بہ زور جاری کرنا چاہتا تھا وہ اس کے زوال کے بعد ایک مدت تک رُکے رہے۔ لیکن اڈورڈ ششم کے تخت نشین ہونے پر تغیرات کا سلسلہ پروٹسٹنوں نے پورے جوش کے ساتھ پھر جاری کر دیا۔ اساقفہ نائب السلطنت سر انیٹونی سنٹ لیجر کے رو برو طلب کئے گئے اور انگریزی
۱۵۵۱ زبان کی نئی "کتاب ادعیہ" ان کے سامنے پیش کی گئی۔ اہل آئرلینڈ کے لئے انگریزی زبان ویسی ہی نا مانوس تھی جیسی لاطینی مگر اب حکماً تمام حُدود اسقفی میں لاطینی کے بجائے اسی انگریزی زبان کی کتاب کا پڑھنا قرار پایا۔ یہ حکم علانیہ مناقشے کے لئے

ایک اشارہ ہو گیا ڈوڈال استقف اعظم آرماہ یہ بنکارتا ہوا کمرے سے اُٹھ گیا کہ "اب ہر جاہل نماز پڑھانے لگے گا" اور اس کے ماتحت اساقفہ بھی ایک کے سوا سب کے سب اس کے پیچھے روانہ ہو گئے۔ البتہ ڈبلن کے استقف اعظم براؤن نے اطاعت کی روش اختیار کی اور اس کے ماتحت اساقفہ میں سے میتھ لمرک اور کلڈیر کے استقفوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ لیکن اساقفہ کی اس مخالفت پر حکومت خاموش نہیں رہنا چاہتی تھی۔ ڈاؤڈال ملک سے نکال دیا گیا اور استقفوں کی خالی جگھوں پر بیل کے سے نہایت بڑھے ہوئے خیال کے پروٹسٹنٹ مقرر کئے گئے۔ مگر ان باتوں سے خود رعایا کے خیال میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ نئے مذہبی مصلحین آئرلینڈ کی زبان نہیں بولتے تھے اور منبر کے گرد کے عام دہقانی ان کے انگریزی وعظ کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ ملکی پادری اپنی جگہ پر خاموش تھے۔ ایک پُر جوش پروٹسٹنٹ لکھتا ہے کہ "وعظ کہنے کے لئے ہمیں کوئی شخص نہیں ملتا اور بغیر وعظ کے جاہلوں کو کچھ واقفیت نہیں ہو سکتی۔" جن مقتدایان دین نے نئی کتاب ادعیہ کا استعمال شروع کر دیا تھا انہیں لوگ بالکل منحرف سمجھتے تھے۔ استقف میتھ کے وعظ سننے والوں میں سے ایک شخص نے اس سے کہا کہ "اگر لوگوں سے ہو سکتا تو وہ تمہیں کچا کھا جاتے۔" مذہب پروٹسٹنٹ ایک آئرش کو بھی قدیم عقائد سے نکال کر اپنے اثر میں نہ لا سکا

البتہ اس کوشش کا نتیجہ ہوا کہ تمام آئرلینڈ تاج انگلستان کے خلاف یکدل ہوگیا۔ اسٹرانجبو کی فتح سے انگریزوں اور ملک کے اصلی باشندوں کے درمیان سیاسی امتیازات پیدا ہوگئے تھے مگر یہ مدت ہائے دراز کے سیاسی تفرقے مشترک مذہب کی اس نئی کشمکش کے مقابلے میں ناپدید ہوگئے "حلقے" کے اندر اور "حلقے" کے باہر کی کل آبادی ایک ہوگئی۔ یہ ضرور تھا کہ یہ اتحاد ایک آئرلینڈی قوم کی حیثیت سے نہیں بلکہ پیروان مذہب کیتھولک کی حیثیت سے ہوا تھا، اسی یکرنگی مذہب سے قومی یکرنگی کا احساس بھی پیدا ہونے لگا۔ برسوں قبل براؤن نے کرامول کو لکھا تھا کہ "دو انگریز و آئرش دونوں حضور کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں اور اس معاملے میں اپنے باہمی پرانے جھگڑوں کو برطرف کر دیتے ہیں"۔

آئرلینڈ و میری

آئرلینڈ میں مذہب پروٹسٹنٹ کا نفوذ پرچھائیں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا اور میری کے تخت نشین ہوتے ہی پرچھائیں بھی غائب ہوگئی۔ تمام آئرلینڈ میں نئے اساقفہ کے سوا ایک شخص بھی طریق پروٹسٹنٹ پر قائم نہیں رہا تھا اور جب بیل سمندر پار بھاگ گیا اور دوسرے مقتدایان دین بھی اپنی جگہ سے ہٹا دئے گئے تو کلیسا پھر اپنی سابق ہئیت پر آگیا۔ خانقاہوں کے دوبارہ جاری کرنے کے لئے کسی قسم کی کوشش نہیں کی گئی۔ میری نے اپنے "تفوق" کے اختیار سے

کام لیکر جن اسقفوں کو چاہا موقوف کر دیا اور جنہیں چاہا مقرر کر دیا اور اپنے مذہبی کاموں میں پوپ کی دخل دہی کو وہ اسی زور کے ساتھ مسترد کرتی رہی جس طرح اس کے باپ نے کیا تھا۔ ماس (قداس) جاری ہو گیا، قدیم طریقۂ عبادت کی پھر عزت ہونے لگی۔ اور ایک عرصہ کے لئے حکومت اور آئرلینڈ کی رعایا کے درمیان مذہبی اختلافات مٹ گئے۔ لیکن ایک خطرے کے رفع ہونے پر دوسرا خطرہ پیش آگیا۔ ہنری ہشتم اور اس کے جانشین نے ارتباط و اختلاط کا جو طریقہ اختیار کیا تھا انگلستان اس سے تنگ آگیا تھا، اس وقت تک اس معاملے میں وولزی و کرامول نے جو پیش بینی کی تھی اُس میں پوری پوری کامیابی ہوئی تھی۔ سردارانِ قبائل خاموشی کے ساتھ اس تجویز سے متفق ہوتے جاتے تھے اور اہل قبیلہ بھی اس نئے نظم و نسق میں اپنے سرداروں کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔" ارل ڈسمنڈ کو اپنا طرف دار بنالینے سے گویا ایک قلیل خرچ سے تمام منسٹر پر قابو حاصل ہوگیا۔ او برائن کو ارل کا درجہ دیدینے سے سارا ضلع مطیع ہوگیا۔" میکو یلیئم، لارڈ، کلین رکارڈ ہو گیا اور خاندان فٹز پیٹرک بالائی اوسوری کے بیرن بن گئے۔ شمال کے سب سے بڑے سردار نے ارل ٹائرون کا خطاب قبول کرلیا تھا۔ اس کا انگریزی دربار میں آنا ترقی تہذیب میں نمایاں طور پر ایک قدم آگے بڑھ جانا تھا۔ جزیرے کے جنوب میں انگریزی تمدن آہستہ آہستہ

پھیلتا جاتا تھا، اور وہاں کے سردار انگریزی حکام کے پہلو بہ پہلو عدالت میں بیٹھنے لگے تھے۔ لمرک اور ٹپریری کے درمیان جو وحشی قبائل آباد تھے، ان کے جھگڑوں اور بدنظمیوں کے روکنے کی بھی تھوڑی بہت تدبیر ہوگئی تھی۔ "ان تمام حصص ملک میں لوگ رہزنی وغیرہ سے بے خوف و خطر اطمینان سے سفر کر سکتے تھے۔" صوبہ کلین رکارڈ جو جنگ کی وجہ سے بالکل ویران ہوگیا تھا اب وہاں زراعت کی ترقی ہو رہی تھی۔" البتہ ٹائرون اور شمال میں اب تک قدیم بدنظمی کا روکنے والا کوئی نہ تھا۔ بیشک ترقی کی رفتار ہر جگہ سست تھی اور انگریزی نائبان سلطنت کو بہت کچھ اپنی طبیعت پر جبر کرنا پڑتا تھا۔ لیکن حقیقی ترقی کی اگر کوئی امید تھی تو اسی صبر و تحمل میں تھی اور آثار ایسے تھے کہ ڈبلن کی حکومت اس انتظار سے بیزار معلوم ہوتی تھی۔ پروٹکٹر (محافظ سلطنت)، سمرسٹ کے تحت میں ایک نائب سلطنت سر اڈورڈ بلنگھم سرداروں کے ساتھ سخت برتاؤ سے پیش آیا، اس سے جو جوش بغاوت پیدا ہوا وہ اسی وقت فرو ہوا جب خزانے کے خالی ہو جانے کے باعث بلنگھم کو اندرون ملک سے اپنی متعین کردہ فوجیں واپس بلانا پڑیں۔ میری کے عہد حکومت میں دوسرے نائب السلطنت ارل سسکس نے بیسکار شمال کے سرکش قبائل پر پیہم یورشیں شروع کر دیں۔ انہیں میں سے ایک یورش میں آرماہ کا بڑا گرجا اور تین دوسرے گرجے جلا دئے گئے۔ اصول آشتی میں اس سے بھی زیادہ سخت خلل

اس وقت پڑا جب انگریزوں کو بسانے کا وہ طریقہ جاری کیا گیا جسے ہنری برابر نا منظور کرتا رہا تھا۔ قبائل اوکارنز کا حصّہ ملک انگریز آباد کاروں کو دیدیا گیا اور فلپ اور میری کے اعزاز میں اسے کنگز کاؤنٹی (بادشاہ کا صوبہ) اور کوئینز کاونٹی (ملکہ کا صوبہ) کے ناموں سے موسوم کیا گیا۔ ان آباد کاروں اور بیدخل شدہ قبائل میں فوراً ہی نہایت وحشیانہ جنگ شروع ہوگئی، اور اس کا خاتمہ صرف اس طرح ہوا کہ دوسرے عہد میں اس طبقۂ ملک سے اہل آئرلینڈ کا نام و نشاں تک مٹا دیا گیا۔ دوسرے اضلاع میں نوآبادی کو وسعت دینے کی غرض سے غیر آباد اراضی کی پیمائش کے لئے خاص عہدہ دار مقرر ہو گئے تھے مگر جنگ فرانس کے دباؤ نے ان وسیع تجاویز کو روکدیا الیزبتھ نے تخت نشین ہوتے ہی اس ضبطی و آباد کاری کے خطرے کو سمجھ لیا اور سیسل نے اپنی دانشمندی سے ہنری کا زیادہ وقت طلب مگر نسبتہً محفوظ طریقہ اختیار کیا۔

آئرلینڈ و الیزبتھ

مگر انگریزوں کی اس ستم گاری کی وحشت انگیز خبر باشندگان ملک میں پہلے ہی شائع ہوچکی تھی، اسی وجہ سے شمال میں بغاوت ہو گئی اور ایک ایسا زبردست و قابل سرگروہ پیدا ہوگیا کہ حکومت کو اس زور و قابلیت کے شخص سے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ قبیلہ اونیل کے سردار کے ارل ٹائیرون کا خطاب قبول کرلینے سے انگریزی اور آئرش طریق وراثت میں تصادم کا ہونا لازمی تھا اور وہ ہوا۔ ارل کے انتقال پر انگلستان نے

اس کے سب سے بڑے بیٹے کو اس کی امارت کا وارث تسلیم کیا۔ دوسری طرف قبیلہ اپنے قدیم استحقاق پر اڑا رہا کہ وہ ارکان خاندان میں سے جسے چاہے سردار منتخب کرلے اور اس نے ارل کے ایک چھوٹے بیٹے شین اونیل کو ترجیح دی، جس کے جائز اولاد ہونے میں اس بڑے بیٹے کی بہ نسبت اشتباہ کم تھا۔ اس معاملہ کو بزور شمشیر طے کرنے کے لئے سکس نے شمال کی طرف کوچ کیا مگر اس کے السٹر پہنچنے کے قبل ہی شین نے اپنی مستعدی سے اپنے حریفوں (یعنی ڈونگال کے خاندان اوڈانل) کی بد دلی کو مٹا دیا اور انیٹرم کے اسکاٹ کو اپنا جانبدار بنا لیا سکس نے لکھا ہے کہ "اس کے قبل کبھی کسی اسکاٹ یا آئرش کو یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ وہ میدان یا جنگل میں کسی انگریز سے چار آنکھ کرسکے"، مگر شین نے اپنے آدمیوں میں ایک نئی ہمت کی روح پھونک دی تھی۔ اس کے آدمیوں کی تعداد نائب السلطنت کی فوج کی تعداد سے نصف بھی نہیں تھی مگر اسی تعداد سے اس نے نائب السلطنت کی فوج کو ہزیمت دیکر اسے آرماہ کی طرف پلٹنے پر مجبور کر دیا۔ معافی کے وعدے سے وہ لندن جانے پر رضامند ہوگیا، اور وہاں پہنچکر فریب آمیز طور پر اطاعت کا اظہار کر دیا مگر وطن پہنچکر محفوظ ہوتے ہی اس نے تمام شرائط کو پس پشت ڈال دیا۔ نائب السلطنت نے اسے کسی حیلے سے گرفتار کرلینے یا زہر دیدینے کی بہت کوششیں کیں مگر سب بیکار ثابت ہوئیں۔ آخر تھک کر اس جد و جہد کو چھوڑ دیا

اور عملاً شین ہی شمال کا مالک بنا رہا۔ اس نے کناٹ پر حملہ کیا، اور کلین رکرڈ پر سخت دباؤ ڈالا۔ اور ڈبلن کی مجلس کے تعرضات کا دلیرانہ بے باکی کے ساتھ جواب دیا۔ اس نے جواباً یہ کہا کہ "میں نے ان علاقوں کو تلوار سے فتح کیا ہے اور تلوار ہی سے ان پر قابض رہوں گا"۔ مگر جب سسکس کے بجائے سر ہنری سڈنی نائب السلطنت ہوکر آیا تو اس کی قوت عمل و حسن تدبیر کے سامنے یہ تمام زور و شور ہوا ہوگیا۔ انگریزی فوج جب "حلقے" کی طرف سے بڑھی تو اس کے ساتھ ہی شمال کے رقیب قبائل کو بھی اونیل کے خلاف شورش پر آمادہ کر دیا گیا۔ شین نے خاندان اوڈانل سے شکست کھاکر اینٹرم میں پناہ لی۔ وہاں اس کے اور اس کے اسکاٹ میزبانوں کے درمیان حالت نشے میں کچھ فساد ہوگیا اور ان لوگوں نے اس کا قیمہ کر ڈالا۔ سڈنی کی اس فتح سے اس بدنصیب ملک کو دس برس امن کے مل گئے۔ مگر دربار پوپ نے اس کے قبل ہی آئرلینڈ کو اپنے مفید مطلب سمجھکر الیزبتھ سے مقابلہ کی جولانگاہ قرار دیدیا تھا۔ درحقیقت عملی طور پر مذہبی معاملہ کا وہاں کوئی ذکر ہی نہ تھا۔ یہ ضرور ہوا کہ الیزبتھ کی جانشینی پر پروٹسٹنٹ کے مذہبی طرز عمل کی تجدید کی گئی۔ روما سے ترک تعلق کا پھر اعلان کیا گیا، نئے "قانون اتفاق" نے انگریزی "کتاب ادعیہ" کو جزیرے میں جبراً جاری کیا اور جن عبادتوں میں اس کا استعمال ہوتا تھا ان میں حاضری

لازمی قرار دے دی۔ مثل سابق قانون عام طور پر قبول کرلیا گیا، "حلقے" کے باہر کے اساقفہ نے بھی بالعموم اس سے اتفاق کرلیا، ہمیں جہاں تک علم ہے اگر کوئی حصہ اس سے مستثنےٰ رہا تو وہ انتہائی جنوب و شمال کا ملک تھا، بوجہ دوری وہاں مخالفت میں خطرہ نہیں تھا مگر "قانون اتحاد" کی اس ظاہری اطاعت کا اصل سبب یہ تھا کہ وہ ایک ردّی کاغذ کی طرح پڑا رہا اور اس کے سوا کچھ اور ہونا بھی نہیں تھا۔ انگریز پادریوں یا انگریزی داں آئرش پادریوں کی کافی تعداد کا ملنا غیر ممکن تھا۔ حلقہ ہائے اسقفی میں میتھ سب سے زیادہ مہذب حلقہ تھا، وہاں کا حال یہ تھا کہ دیہاتوں کے سو نائب پادریوں میں سے دس بھی ایسے نہ تھے جو اپنی زبان کے علاوہ کوئی اور زبان جانتے ہوتے۔ وعدہ کیا گیا تھا کہ کتاب ادعیّہ کا ترجمہ آئرلینڈ کی زبان میں کردیا جائے گا مگر یہ وعدہ کبھی پورا نہیں ہوا، اور خود قانون کی آخری دفعہ نے اس امر کا اختیار دیدیا تھا کہ تا حکم ثانی کتاب ادعیّہ لاطینی میں پڑھی جاسکتی ہے۔ مگر دوسرے دفعات کی طرح یہ دفعہ بھی معطل رہی اور الیزبتھ کے تمام زمانۂ حکومت میں "حلقے" کے امرا بے روک ٹوک ماس (قداس) میں شریک ہوتے رہے۔ درحقیقت آئرلینڈ میں کسی قسم کی مذہبی بازپرس نہیں ہوتی تھی اور شین اونیل کی متعدد شکایات میں مذہبی تکالیف کی ایک شکایت بھی نہیں ہے مگر روما، اسپین کیتھولک مبلغین اور جلا وطن اہل آئرلینڈ کا خیال کچھ اور ہی

تھا۔ وہ یہ ظاہر کرتے تھے اور شاید یقین بھی کرتے ہوں کہ آئرلینڈ کے لوگ مذہبی جور و ستم سے پامال اور اپنی گلو خلاصی کے لئے بیتاب ہیں۔ سنہ ۱۵۷۹ء میں جب دربار پوپ نے الیزبتھ پر اپنے سب سے بڑے اور سب سے وسیع حملے کا ارادہ کیا تو مذہب کیتھولک کے ساتھ اہل آئرلینڈ کی وفاداری ہی کے بھروسہ پر ان لوگوں نے اس مرتد ملکہ کے تخت کے اُلٹ دینے کی امید باندھی تھی۔ مبلغین ابھی انگلستان کے کیتھلکوں کو بغاوت پر آمادہ ہی کر رہے تھے کہ پوپ نے عجلت کر کے اسکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ میں انقلاب برپا کرادیئے۔ ایک آئرش پناہ گزیں، اسٹیوکلی،
آئرلینڈ پر حملہ کرنے کے لئے پوپ اور اسپین پر مدت سے زور ۱۵۷۱
دے رہا تھا۔ آخر سواحل کری پر ایک مختصر سی فوج اُتار کر اس ۱۵۷۹
کی تجاویز کو عمل کا جامہ پہنایا گیا۔ باوجودیکہ دوسرے سال پوپ کا وکیل دوہزار سپاہی ساتھ لئے ہوئے پہنچا مگر نہایت ہی بُری طرح اس کوشش کا خاتمہ ہوا۔ حملہ آور حصن سمروک میں قلعہ بند ہوکر بیٹھ گئے تھے مگر نئے ڈپوٹی لارڈ گرے نے اس قلعہ کو سر کرکے تمام اہل قلعہ کو تہ تیغ بے دریغ کر دیا۔ ارل ڈسمنڈ ایک طولانی تذبذب کے بعد جب ان کی مدد کے لئے اٹھا تو اس نے بھی شکست کھائی اور خود اسی کے مُلک میں اس کا تعاقب کیا گیا۔ متعاقبین نے حالت اضطراب میں ایک ظالمانہ حرکت یہ کی کہ تمام مُلک کو لوٹ کر ویران کر دیا۔ بے رحمی تو ضرور ہوئی مگر منسٹر میں جو کام ہوا، اس سے تمام ملک پر

ت چھا گیا، اور اس کا نفع انگلستان کو اس وقت ہوا جب جنگ
ڈا کے موقع پر کیتھولک کی جد و جہد اپنی انتہائی حد کو پہنچ گئی
مگر اس یادگار سال میں آئرلینڈ کے اندر ایک سردار نے
اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی اگر کچھ کیا تو یہ کہ بنٹری اور سلیگو
ساحل کے قریب جن آفت رسیدوں کے جہازات ٹوٹ گئے
ے ان کا قتل عام کر دیا۔

فتح اور آبادکاری

اس وقت سے تمام ملک میں ہر جگہ حکومت کی قوت مسلّم
ئی مگر اس قوت کی بنیاد محض خوف پر تھی۔ سپاہی جنوب کی
ت و خوں ریزی سے بدمست ہو گئے تھے ان کی زیادتیوں نے
ٹر کی فتح کے بعد ایک ایسی بغاوت کا بیج بو دیا کہ الیزبتھ کو
ں ایسی سخت بغاوت سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ السٹر کے قبائل
سڈنی کی حکمت عملی سے تفرقہ پڑ گیا تھا، اب وہ اپنے
نے والوں کی عام نفرت کی وجہ سے پھر یک دل ہو گئے
ہیواونیل انہیں ایک ایسا سردار مل گیا جو قابلیت میں ٹائشین
بھی بڑھا ہوا تھا، ہیو نے انگریزی دربار میں تربیت پائی
اور عادات و اطوار اور ظاہری حالت کے اعتبار سے وہ
ں انگریز تھا۔ سابقہ جھگڑوں میں وہ برابر وفادار رہا اور
کے صلے میں وہ ٹائرون کا ارل بنا دیا گیا۔ اپنے قبیلے
ایک حریف سردار کے مقابلے میں اس نے حکومت سے
شرط کے ساتھ مدد بھی لی کہ وہ اپنے نئے ملک میں انگریزی
ن اور انگریزی تقسیم اضلاع کا طریقہ جاری کرے گا۔ مگر جب

وہ بلا شرکت غیرے شمال کا مالک ہو گیا تو معاً اس کے برتاؤ میں فرق آنے لگا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے پہلے ہی ایسا خیال قائم کر رکھا تھا یا اسے خود اپنی نسبت انگریزوں کی طرف سے شک پیدا ہو گیا تھا بہر حال اس نے آخر میں علانیہ مخالفت کا پہلو اختیار کر لیا اور لارڈ گرے کے فتوحات کے وقت سے جو امن قائم ہو گیا تھا اس میں ہیو اونیل کی بغاوت نے عین اس وقت کے اطمینان میں خلل ڈالا جب معاہدہ ورونِس اور دوسرے آرمیڈا کی تباہی کے باعث سے اسپین کی کشمکش سے الیزبتھ کو فراغت حاصل ہوئی تھی۔ آرلینڈ کا معاملہ پھر ملکہ کے لئے خاص پریشانی کا باعث ہو گیا۔ ابتداءً یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی سابقہ ظفرمندیوں کا رُخ پلٹ گیا ہے۔ ٹائرون میں انگریزی فوج کے شکست کہا جانے سے شمالی قبائل ایک عام شورش پر آمادہ ہو گئے۔ ۱۵۹۹ء میں اس بڑھتی ہوئی بغاوت کے دبانے کے لئے بہت بڑی کوششیں کی گئیں مگر ان میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس ناکامی کا باعث اگر ملکہ کے نائب نوجوان اسکس کی غدارانہ سازش کو نہ قرار دیا جائے تو بھی اس کی رعونت و نافرمانی ضرور اس ناکامی کا باعث ہوئی۔ اس کے جانشین لارڈ ماؤنٹ جوائے نے آئرلینڈ میں آکر دیکھا کہ وہ صرف ڈبلن کے گرد کے چند میل کا مالک ہے۔ مگر اس نے تین برس میں اس بغاوت کا خاتمہ کر دیا۔ اسپین کی ایک فوج اس بغاوت کو اور بھڑکانے

لئے کینسل میں اتری ہوئی تھی - ان لوگوں نے بھی مجبور
خود کو حوالہ کر دیا - انگریز جس قدر ملک کے مالک ہوتے
۱۶۰۱-۰۳ اس پر وہ مسلسل قلعے بناتے ہوئے اپنے قبضہ کو مستحکم کرتے
- نئے نائب السلطنت کی مستعدی اور بے رحمی نے تمام علانیہ
فوں کو پامال کر دیا، اس کے ان مظالم کے بعد ہی قحط پڑ گیا
تلوار کی تباہی میں جو کچھ کسر رہ گئی تھی وہ قحط سے پوری ہو گئی
اونیل قیدی جنگ کے طور پر ڈبلن میں لایا گیا اور ارل
منڈ دجس نے منسٹر کو دوبارہ بغاوت پر آمادہ کیا تھا
ین کو بھاگ گیا - فتح کا کام آخرالامر انجام کو پہنچ گیا - ماؤنٹ جوائے
ے جانشین سر آرتھر چچسٹر کے تحت میں قابلیت اور مستعدی
کے ساتھ یہ کوشش کی گئی کہ مفتوحہ حصہ ملک میں حکومت،
الت و ملکیت کا خالص انگریزی طریقہ عام طور پر جاری کر کے
س کا انتظام مستقل کیا جائے اور قدیم کلٹی آئین حکومت کو
تیانہ طریق قرار دیکر اس کا نشان تک مٹا دیا جائے - سرداران
۱۶۰۵ بائل کے اختیارات ازروئے قانون سلب کرلئے گئے - ان کی
۱۶۰۸ قیت بڑے امرا اور زمینداروں کی سی کر دی گئی - اور اہل
بائل کو ان کی رعایا ہونے کے بجائے ان کا مستاجر بنا دیا
گیا اور وہ اپنے آقا کے لئے حسب رواج صرف معینہ رقم
خدمت کے پابند کئے گئے - جائداد کے مشترک ہونے کا
بائلی طریقہ منسوخ کر دیا گیا اور قبیلے کی مشترکہ اراضیات انگریزی
قانون کی نقل واری کی صورت میں بدل دی گئی - سرداروں

سے ان کے موروثی اختیارات عدالتی نکال لئے گئے اور ان کے بریہن یارواجی قانون کے بجائے انگریزی ججوں اور جیوری کے ذریعہ سے کارروائی کا طریقہ جاری کیا گیا۔ قوم کلٹ نے اپنی مخصوص ضد کے ساتھ ان تمام کارروائیوں کی مخالفت کی۔ آئرلینڈ کے جیوری جو اس وقت کرتے ہیں وہی انھوں نے اس وقت بھی کیا، یعنی کسی کو مجرم قرار دینے سے انکار کر دیا۔ قبیلے کے لوگ اگرچہ اس بات سے خوش تھے کہ وہ سرداروں کی خود مختارانہ جبر وزیادتی سے آزاد ہو گئے ہیں مگر وہ بدستور انہیں رئیسوں کو اپنا سردار سمجھتے رہے۔ انگلستان کے زور دینے پر چچسٹر نے یہ کوشش کی کہ مذہب میں یکسانی پیدا کی جائے مگر اس میں اسے قطعاً ناکامی ہوئی کیونکہ اہل آئرلینڈ کی طرح "حلقے" کے اندر کے رہنے والے انگریز بھی مذہب کیتھولک پر قائم رہے۔ اس کارروائی کا اگر کچھ نتیجہ ہوا تو یہی کہ اس مذہب مشترک کی بنا پر، دونوں قومیں ملکر ایک نئی آئرش قوم بن گئی۔ تاہم نائب السلطنت کی مضبوط اور اعتدال پسند حکومت نے بہت کچھ کیا اور یہ آثار پیدا ہو چلے کہ اہل ملک بتدریج نئے طریقوں کو قبول کریں گے مگر الزبتھ کے جانشین کے عہد میں انگلستان کی مجلس شاہی نے یکایک ایک عظیم انقلابی طریقہ پر کاربند ہونے کا ارادہ کیا اور اس ارادہ پر عمل کرنا بھی شروع کر دیا۔
۱۶۱۰ یہ انقلاب "آبادکاری السٹر" کے نام سے مشہور ہے۔ چچسٹر کے پرامن و محتاط طرز عمل کو چھوڑ کر ایک وسیع پیمانہ پر

غصب و غارت کا طریقہ اختیار کیا گیا ۔ اس جرم میں کہ کچھ زمانہ قبل اہل ملک نے بغاوت کی کوشش کی تھی شمالی آئرلینڈ کا وہ حصہ تاج کے لئے ضبط کر لیا گیا ۔ اور یہ ساری زمیں اسکاٹش اور انگریزی نسل کے نئے بسنے والوں کے درمیان تقسیم کر دی گئی ۔ اس میں شک نہیں کہ مادی نتائج کے لحاظ سے السٹر کی اس آبادکاری میں نہایت نمایاں کامیابی ہوئی ۔ ٹائرون کے غیر آباد ویرانے نہایت عجلت کے ساتھ کھیت، مکانات، اور چکیوں سے بارونق بن گئے ۔ لنڈن کی مجلس بلدی نے ڈری کی نوآبادی اپنے ذمہ لی اور اس چھوٹے سے شہر کو لنڈن ڈری کا نام عطا کیا جو اپنی بہادرانہ مدافعت کی وجہ سے اس قدر مشہور ہو گیا ہے ۔ دولت و علمیت کے لحاظ سے السٹر کو باقی حصص آئرلینڈ پر جس اقتصادی تمول کی وجہ سے فوقیت حاصل ہو گئی ہے، اس کی بنیاد بے شک و شبہ اسی ۱۶۱۰ء کی ضبطی سے قائم ہوئی اور اُس زمانے میں اس بات پر بجز خفیہ بد دلی کے اور کوئی مخالفت بھی نہیں ہوئی جو اہل ملک نکال دیئے گئے تھے رنج و غصہ کے ساتھ ان زمینوں پر چلے گئے جو اس غارت و تاراج کے بعد ان کے لئے باقی رہ گئی تھی لیکن اہل آئرلینڈ کے دلوں سے انگریزی انصاف کا اعتماد بالکل اٹھ گیا اور اس مہلک بد دلی کی بنا قائم ہو گئی جس کا انجام بعد میں ظلم و ستم اور قتل عام پر ہوا ۔

آبادکاری السٹر کا بیان ہمیں اپنی داستان سے باہر نکال

لے گیا۔ ماؤنٹ جوائے کی ظفرمندی نے الیزبتھ کے آخری ایام کو روشن کر دیا تھا مگر اس لبِ گور ملکہ پر جس مایوسی اور اداسی کا ہجوم ہو رہا تھا اُسے کسی طرح کی خوشی مٹا نہیں سکتی تھی۔ تنہائی ہمیشہ سے اس کی رفیق رہی تھی۔ مگر وہ قبر سے جسقدر قریب ہوتی جاتی تھی، اسی قدر اس کی تنہائی پسندی میں زیادتی ہوتی جاتی تھی۔ اس کے اوائلِ عہد کے مُدبّرین و جنگ آزما ایک ایک کرکے اُسکی مجلس سے اُٹھ گئے تھے اور اُن کے جانشین اس کے آخری دم کا انتظار کر رہے تھے اور آئندہ عہد میں اپنے رسوخ کے جوڑ توڑ میں لگے ہوئے تھے۔ اس کے منظور نظر لارڈ اسکس نے دیوانہ وار بغاوت کر دی اور قتل کیا گیا۔ دربار کی قدیم شان و شوکت گھٹتے گھٹتے بالکل مٹ گئی۔ صرف عہدہ دار ملکہ کے گرد رہ گئے تھے، ورنہ "مجلس کے دوسرے ارکان اور اُمرا ہر موقع پر کشیدگی کرنے لگے تھے"۔ اپنی جس رعایا کی ستائش کی وہ اس درجہ خواہاں رہتی تھی وہی اس کے جلوس کے وقت سردمہری اور خاموشی سے کام لینے لگی۔ فی الحقیقت زمانے کا انداز بدل رہا تھا اور اس تغیر کے ساتھ لوگ اس سے رُو گرداں ہوتے جاتے تھے۔ اس کا وہ انگلستان جسے اسی کے نظروں کے سامنے یہ ترقی حاصل ہوئی تھی وہ اپنی متانت اپنے اخلاق اور اپنے سادہ پن کے باعث اس ملکہ سے جو اس "نشأۃ جدیدہ" کی یادگار تھی، اس کے طمطراق، اسکی تخیل پرستی اور اس کی بے باکی سے جھجکتا تھا۔ اپنے زمانے کے

اور لوگوں کی طرح الیزبتھ نے بھی زندگی کا لطف اُٹھایا تھا اب وہ لوگ دنیا سے اُٹھ گئے تھے مگر الیزبتھ اسی طریق زندگی پر اصرار کے ساتھ جمی ہوئی تھی۔ وہ ستر۷۰ برس کی عمر میں تمام وہی سب کام کرتی تھی جو تیس۳۰ برس کی عمر میں کیا کرتی تھی۔ شکار کھیلتی، ناچ میں شریک ہوتی اپنے نوجوان ندیموں سے مذاق کرتی اور اُن کے ساتھ ناز و ادا، خفگی و دل لگی سے پیش آتی تھی۔ اس کے ایک درباری نے اس کے انتقال کے چند ماہ قبل لکھا تھا کہ "ملکہ میں اس وقت جو بانکپن ہے وہ ادھر کئی برس سے نظر نہیں آیا تھا نہ اس میں اس وقت کی سی خوش طبعی پہلے کبھی دیکھی گئی تھی" باوجود مخالفت کے وہ شاندار جلوس کے ساتھ مفصلات کے محلات میں سے ایک محل سے دوسرے محل کی طرف سفر کرتی رہتی تھی۔ وہ مثل سابق کام پر بھی جمی رہتی تھی" اور جو لوگ کسی کام کا حساب نہ دیتے تھے، انہیں حسب معمول جھڑکی بھی دیتی رہتی تھی" مگر موت آہستہ آہستہ اپنا کام کر رہی تھی۔ اس کا چہرہ بے رونق ہو گیا تھا اور جسم بالکل ہڈیوں کا ایک ڈھانچ رہ گیا تھا۔ آخر اس کا نفاست پسندی کا شوق جاتا رہا۔ ایک ہفتہ بھر اس نے کپڑے تک نہیں بدلے، ایک عجیب طرح کا رنج و غم اس پر طاری ہو گیا تھا۔ اس کے آخری دنوں کے دیکھنے والوں میں سے ایک شخص نے لکھا ہے کہ "وہ ایک سونے کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لئے رہتی اور اکثر اسے اپنے ہونٹوں سے

لگا لیتی تھی۔ فی الحقیقت اس کا دل اس قدر بھرا ہوا تھا کہ اب اس میں مزید گنجائش نہیں رہی تھی "۔ رفتہ رفتہ اس کا دل بیٹھ گیا، قوت حافظہ جاتی رہی اور اس کی بد مزاجی ناقابل برداشت ہو گئی۔ اس کی ہمت تک نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس نے یہ حکم دیا کہ ایک تلوار ہر وقت اس کے پاس رکھی رہے۔ اور وقتاً فوقتاً وہ تلوار کو اٹھا کر پردوں میں کونچتی تھی، گویا پردے کے پیچھے سے وہ قاتلوں کی آواز سنا کرتی تھی۔ غذا اور آرام دونوں سے اسے نفرت ہو گئی تھی وہ ایک تپائی پر تکیوں کے سہارے سے تمام رات دن بیٹھی رہتی، انگلی ہونٹھ پر رکھی ہوتی اور نظر فرش پر جمی رہتی تھی۔ زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلتا تھا۔ اس خاموشی کو اگر کسی شے نے توڑا تو وہ اس کی قدیمانہ زور شاہی کی ایک چمک تھی۔ رابرٹ سیسل نے زور دے کر یہ کہا کہ اسے بستر پر لیٹ جانا "چاہیئے"۔ اس لفظ سے وہ ایسی چونک پڑی کہ گویا وہ بگل کی آواز تھی اور جوش کے ساتھ کہا کہ "چاہیئے" کیا بادشاہوں سے خطاب کرنے کے لئے یہی لفظ "چاہیئے" رہ گیا ہے۔ اے ذلیل شخص اگر تیرا باپ زندہ ہوتا تو اسے بھی اس لفظ کے زبان سے نکالنے کی جرأت نہ ہوتی "۔ غصّے کے فرو ہو جانے پر پھر وہی پہلی سی پژمردگی طاری ہو گئی۔ اس نے کہا کہ "تمہاری یہ بے باکی صرف اس وجہ سے ہے کہ تم جانتے ہو کہ میں مر رہی ہوں "۔ اس کے بستر کے گرد جب وزرا نے لارڈ بیچم کی دجو سفک کے حق کا

وارث تھا) جانشینی کا خیال ظاہر کیا تو ایک بار پھر اس نے
جھنجلاکر تھرّائی ہوئی آواز میں کہا کہ "ایک بدمعاش کے لڑکے
کو میں اپنی جگہ پر بٹھانا نہیں چاہتی" مگر جب شاہ اسکاٹ لینڈ
کا نام لیا گیا تو اس نے سوا سر کے اشارے کے اور کوئی
علامت نہیں ظاہر کی۔ درحقیقت اس کے حواس بہت جلد
۱۶۰ جلد معطل ہوتے جاتے تھے اور دوسرے روز صبح سویرے
اس کی زندگی وہ عظیم الشان زندگی جو اپنی عظمت میں تنہا
اور بیگانہ وار تھی خموشی میں ختم ہو گئی۔

نوٹ

اس تاریخ کا جو اڈیشن ۱۹۱۱ء میں الائش اسٹاپفرو گرین نے نظرثانی کرکے طبع کرایا ہے اس میں کچھ ترمیمیں اور اضافے بھی کئے ہیں، خاصکر آئرلینڈ کے بیانات میں بہت تغیر و تبدل کیا ہے۔ چونکہ اصل مصنف کی تحریر کا قائم رکھنا بسا ضروری تھا اس لئے یہ مناسب سمجھا گیا کہ ان ترمیموں اور اضافوں کو بطور ضمیمہ کے آخر میں شامل کردیا جائے، تاکہ اس باب میں جدید تحقیقات و معلومات کی بنا پر جو رائیں تبدیل ہوئی ہیں، ان کا بھی علم ہو جائے اور مصنف کی اصل تحریر بھی بدستور باقی رہے۔

ضمیمۂ باب ہفتم جزو ہشتم

صفحہ ۶۰۹ - سطر ۲۰ (کل پیراگراف ازسرنو ترجمہ کیا گیا)

آئرلینڈ کی آخری فتح کی کیفیت سمجھنے کے لئے ہمیں پیچھے مڑکر ہنری دوم کے عہد پر نظر ڈالنا چاہئے، آئرلینڈ کے مبلغین نے جب اول اول مذہب و علم کی روشنی نارتھمبریا کے سواحل پر منور کی ہے، اس کے بعد سے پھر آئرلینڈ و انگلستان میں تعلقات آمد و شد بہت کم ہو گئے تھے، نارسیمن (اہل شمال) اور ڈینز کے بت پرست گروہوں نے جس طرح انگلستان پر حملہ آور ہوکر وہاں خوفناک تباہی برپا کر دی تھی، وہی حال انہوں نے آئرلینڈ کا بھی کیا تھا۔ ایک صدی کی تباہی کے بعد وسکس کے بادشاہوں کی طرح آئرلینڈ کے بادشاہوں نے بھی اپنے ملک کی خلاصی کے لئے پیہم لڑائیوں کا سلسلہ جاری کیا اور برہم بوریادشاہ منسٹر نے مقام کلانٹارف میں فتح حاصل کرکے آئرلینڈ میں ڈینز کی طاقت کو آخرالامر توڑ دیا۔ اب وہ وقت آیا کہ اس مسلسل و دائمی جنگ نے جس طرح ہر شئے کا شیرازہ بکھیر دیا تھا اسے پھر بتدریج حالت سابقہ پر لایا جائے۔ سواحل کے ڈینز آباد کاروں نے اندرونی ملک کو کبھی فتح نہیں کیا تھا، اور وہاں اہل آئرلینڈ

مثل سابق قبیلوں کی حالت میں آباد تھے، ان گروہوں کا ربط باہمی کمزور سا ہوتا تھا اور اس کا انحصار صرف قرابت پر تھا۔ یہ لوگ بادشاہ کی حکومت کا اعتراف صرف ادائے خراج سے کرتے تھے مگر اس کی اطاعت بہت ہی کم کرتے تھے۔ قبیلوں میں لڑائیاں بکثرت ہوتی رہتی تھیں، مویشیوں کے لئے فسادات ہوتے تھے اور یرغمال حاصل کرنے کے لئے یورشیں ہوتی تھیں۔ دو سو برس کے ڈینی حملوں نے ان خرابیوں کو اور سخت کر دیا تھا اور اس کے ساتھ ہی جنگ کے اور نئے اسباب بھی پیدا کردئے تھے۔ حملہ آوروں نے ساحل پر ڈبلن، واٹر فرڈ اور لمرک کے جو شہر بسائے تھے وہ آبادی و تمدن کے لحاظ سے بدستور ڈینی شہر رہے، اور آس پاس کی کلٹی قوموں سے ان کی جنگ و جدل ہمیشہ جاری رہتی تھی، اگرچہ اکثر لڑائیوں میں شکست کھاکر اُنہیں خراج دینا پڑتا تھا۔ اہل آئرلینڈ سے مخالفت کرتے اور برائے نام آئرلینڈ کے بادشاہوں کی سیادت بھی تسلیم کرلیتے۔ ساحلی شہروں کے ڈینیز نے جن کے تبدیل مذہب کا سلسلہ انگلستان سے شروع ہوا تھا۔ اپنے اساقفہ کے تعین کے لئے بھی مستقر کینٹربیری کی طرف نظر ڈالی اور لینفرینک کی اس مذہبی نگرانی کا حق قبول کر لیا جسے کلیسائے آئرلینڈ نے مسترد کردیا تھا۔ ان غیر ملکیو نکی چھوٹی چھوٹی بادشاہیوں سے نہ صرف مرکزی حکومت کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوگئی تھی بلکہ آپس کی جنگ و جدل کے اسباب و مواقع میں بہت اضافہ ہوگیا

تھا۔ دوسری طرف خوش حالی و اتحاد پیدا کرنے کے لئے بھی بہت زبردست قوتیں اپنا عمل کر رہی تھیں۔ آئرلینڈ کی زندگی محض وحشیانہ بدنظمی کا منظر نہیں تھی۔ آئرلینڈی قانون جس کا مطالعہ سنکس مار (Senchus mor) اور دوسری کتابوں میں ہو سکتا ہے، اس کی تاویل وتشریح، موروثی و عدالتی حکّام تمام جزیرے میں کرتے رہتے تھے، اور خانگی حقوق میں اس قانون کا اثر تہذیب افزا پڑ رہا تھا، اگرچہ مرکزی قوت کی کمزوری نے اس قانون کو چھوٹی چھوٹی بادشاہیوں کے تنازعات میں کام دینے کے قابل نہیں رکھا تھا۔ جو زمینیں قبیلہ کے مشترکہ قبضہ میں ہوتی تھیں ان میں خوش انتظامی کی وجہ سے عام طور پر عافیت و اطمینان کا یقین رہتا تھا۔ ڈینی حملوں کے بعد بھی ایسے مدارس بچ رہے تھے جو اپنے علوم و فنون اور علما کی قابلیت کی وجہ سے شہرۂ آفاق رہ چکے تھے اور علمی گروہوں کی ترقی سے علمیت کے قوی اثر کا پتہ چلتا تھا۔ کلیسائے آئرلینڈ جس کا نظم و نسق قبائلی اصول کے موافق تھا، وہ اعلیٰ قابلیت کے علماء و کاتبان کتب، اور ہر فن کے بے نظیر ماہرین کی قدردانی کرتا تھا۔ دوسری طرف ڈینیز اپنی جگہ پر اپنی وسیع تجارت کا سلسلہ لیکر آئرلینڈ میں آئے تھے۔ اس تجارت میں اہل آئرلینڈ نے بھی حصہ لیا اور اغراض متحدّہ کی وجہ سے دونوں قوموں میں ایک طرح کا امتزاج و اختلاط پیدا ہو گیا۔ آٹھویں صدی سے انگلستان کی با امن آمد و رفت کا جو سلسلہ منقطع ہو گیا

تھا، اب آئرلینڈ کے تاجروں کے کپڑا لیکر آلی تک جانے سے ایک حد تک پھر قائم ہو گیا۔ معہذا برِ اعظم سے زیادہ قریبی تعلق کی وجہ سے کلیسا و سلطنت دونوں میں یکساں ترقیاں نمودار ہوئیں۔ آرماہ کے اسقفان اعظم کے تمام مُلک میں گشت کرنے اور پے درپے مجالس مذہبی کے انعقاد سے اکثر اعتبارات سے کلیسا کی حالت ابتدائی قبائلی حیثیت سے بدل گئی تھی تاآنکہ وہ عام یورپی دنیا کے انضباط کے مشابہ ہو گئی۔ مزید براں جس زمانہ میں کلیسائے آئرلینڈ ڈینیز کے مستقرہائے مذہبی کو کینٹربری کی اطاعت سے نکال کر آرماہ کے تحت حکومت میں لا رہا تھا، اسی زمانہ میں سلطنت بھی عزم و استقلال کے ساتھ یہ کوشش کر رہی تھی کہ ایک وسیع الاقتدار بادشاہ کے تحت میں ڈبلن کو پایہ تخت اور آرماہ کو دارالعلوم قرار دیکر، ڈینز اور اہل آئرلینڈ کو ایک دولت عامہ کے تحت میں متحد کرلیں۔ جزیرے کی خالص کلٹی حیثیت میں کچھ نہ کچھ کمی ہوتی جارہی تھی۔ پس اس قسم کے تقلیبی زمانہ میں باہمی جنگ و جدال اور پریشانیوں کا پیش آنا کوئی تعجب انگیز امر نہیں ہے اور اس لئے اس مُلک سے جنگ کرنے کے لئے ہنری دوم کی اولوالعزمی کو اگر کسی حیلہ کی ضرورت تھی تو ملک کی یہ حالت اس کے اس حیلہ کے لئے کافی تھی۔ اس نے اپنی تاجپوشی کے چند ہی ماہ کے اندر جان (سالسبری) کو اس جزیرے پر حملہ کرنے کے لئے پوپ کی منظوری حاصل کرنے کے لئے روانہ کردیا۔...............

.... اس نے اپنی فوج کو
بر اعظم میں ملک گیری کی طرف متوجہ کر دیا۔

صفحہ ۶۱۶ ...... سطر ۹

اور .... کھلانے لگے۔

(طبع جدید) - لیکن یہ نو وارد انگریز اپنے سمندری ساحل کے ڈروجیڈا ، ڈبلن ، ویکسفرڈ ، واٹرفرڈ اور کارک کے محصور قصبوں میں محفوظ و مصئون تھے جہاں سے کوئی اندرونی طاقت ان کو خارج نہیں کر سکتی تھی ۔ اور گرجوں اور خانقاہوں کے مواقع پر (جو مقابلہ سے بالکل بے بس تھے) قبضہ کر کے انہوں نے حصاروں کا ایک مضبوط سلسلہ قائم کر لیا تھا اور اس طرح قبائل کے اختلافات سے کام لیکر اور انہیں اور بڑھاکر وہ اندرون ملک میں اپنی قوت کو وسعت دے سکتے تھے۔

صفحہ ۶۲۰ ...... سطر - ۱۹

اپنے انداز و اطوار .... شامل کرلیا تھا۔

(طبع جدید) نارمنوں کے آپس کے جھگڑے بھی ویسے ہی غیر مقطوع تھے جیسے خود آئرلینڈ کے قبائل کے تھے اور سرحدی علاقوں میں زیادہ بیباک اشخاص کلٹی سرداروں کے ملکی قانون کے حدود اختیار سے بڑھی ہوئی جبر ستانیوں کے ساتھ اپنی جاگیرانہ ظلم و زیادتی کے مصائب کا بھی اضافہ کر دیتے تھے ۔

صفحہ ۶۲۲ ...... سطر - ۲۱

اس خاندان عظیم .... ایک لڑکا باقی رہگیا۔

(طبع جدید) ایک خط جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس کے شدید ترین دشمن الن (اسقف اعظم ڈبلن) نے جعلی طور پر بنایا تھا، اس کے (کلڈیر کے) بیٹے سلکن ٹامس کے پاس پہنچا دیا گیا، جس میں اسے یہ اطلاع دی گئی تھی کہ اس کا باپ قتل کر دیا گیا ہے، ٹامس بیس برس کا ایک نو عمر شخص تھا اس نے... مایوسی میں اپنے پیروؤں سے مسلح ہونے کے لئے کہا اور اسقف اعظم الن کو بھاگتے ہوئے گرفتار کر کے مار ڈالا۔ یہ باغی جب قلعہ کے سامنے سے پسپا کئے گئے تو وہ اندرون ملک کی طرف ہٹ گئے۔ کلڈیر کو جب یہ خبر ہوئی کہ اس کا بیٹا غدار قرار دیدیا گیا ہے تو وہ دل شکستہ ہو کر ٹاور میں مر گیا۔ ہنری نے اب آئرلینڈ پر پوری طرح تسلط جمانے کا عزم کر لیا اور کراموِل اس کی غرض کو عمل میں لانے کے لئے موجود تھا۔ ایک نیا لارڈ ڈپوٹی (نائب السلطنت) ایک توپخانہ اپنے ساتھ لایا جس سے جزیرے کی سیاسی نوعیت میں حیرت انگیز تغیر واقع ہو گیا۔ خاندان جریلڈائن کا قلعہ، مے نوتھہ چند دنوں میں سر ہو گیا اور چھ ماہ بعد ارل ٹامس نے جان بخشی کی شرط پر اطاعت قبول کر لی۔ اسے لندن میں لایا گیا اور اپنے پانچ چچاؤں کے ساتھ اسے بھی ٹائبرن میں پھانسی دیدی گئی۔ اب اس نارمن خاندان کی طاقت جو تمام آئرلینڈ پر حاوی تھا بالکل ٹوٹ گئی اور صرف ایک نوخیز لڑکا جو ایک گھانس سے بھری ہوئی ٹوکری میں چھپ کر بھاگ گیا تھا، اس خاندان کا نام لیوا رہ گیا۔

صفحہ ۶۲۸......... سطر - ۹

اس طریقے کی .... مشکل تھا۔

(طبع جدید) اس طریقے کے نقائص ایسے تھے کہ اس زمانہ کے مُدبّرین سے بہ مشکل یہ توقع ہوسکتی تھی کہ وہ اسے محسوس کریں گے۔

صفحہ ۶۲ .... سطر - ۹

ملکی سردارڈن .... متروک ہوگئی۔

(طبع جدید) مجلس شاہی کے اُمرا اور سرکاری عہدہ داروں نے اسقف روما یعنی پوپ کی اطاعت کے ترک کر دینے اور ہنری کو حضرت مسیح کے زیر سایہ کلیسائے انگلستان و آئرلینڈ کا سرپرست اعلیٰ تسلیم کرلینے میں مطلق تامل نہیں کیا۔ پارلیمنٹ کی سخت مخالفت کے باوجود خانقاہوں کے بند کرنیکا قانون بزور نافذ کر دیا گیا۔ چند برس کے اندر اندر "حلقہ انگریزی" میں تقریباً پچاس خانقاہیں بند کر دی گئیں۔ البتہ آئرلینڈ ی اضلاع میں اس کارروائی کی رفتار ست و غیر متیقّن رہی اور وہاں پر یہ تباہی انگیز کام دوسری صدی تک مُکمّل نہیں ہوا۔ اس کارروائی کے نتائج تہذیب و تمدن اور مذہب کے لئے مُہلک ثابت ہوئے۔ حلقہ کے اندر ان مذہبی مکانات کے علاوہ اور کہیں مدارس کا وجود نہیں تھا۔

صفحہ ۶۲۱ .... سطر ۲....

واعظ اگر تھے تو صرف فرائر تھے

(طبع جدید) حذف

صفحہ ۶۳۴ ...... سطر ۸ ... با این ہمہ .... کم ہوئے لیکن۔

(طبع جدید) حذف

صفحہ ۶۳۶ ...... سطر ۱۷ ۔

فٹز پیٹرک

(طبع جدید)۔ میکگیولا فیڈریوگ

صفحہ ۶۳۶ ...... سطر ۔ ۲۰

تہذیب میں نمایاں طور پر ایک قدم آگے بڑھ جاتا تھا۔

(طبع جدید) شمال کے زیر کرنے میں نمایاں طور پر ایک قدم آگے بڑھتا جاتا تھا۔

صفحہ ۶۳۷ ...... سطر ۱۲ جزیرے کے جنوب میں ... لگے تھے۔

(طبع جدید) حذف

صفحہ ۶۳۸ ...... سطر ۔ ۲

قبائل اوکانر کا حصۂ ملک انگریز آبادکاروں کو دیدیا گیا۔

(طبع جدید) اوکانرنیلی اور قبائل لکس کا حصۂ ملک انگریز آبادکاروں کو دیدیا گیا۔

صفحہ ۶۳۹ ...... سطر ۔ ۴

شین اونیل

(طبع جدید) شین (سیگھین) اونیل۔

صفحہ ۶۴۴ ...... سطر ۱۰ ......

شین نے خاندان اوڈانل سے شکست کھاکر ...... دس برس امن کے مل گئے۔ بگڑ گیا

(طبع جدید) شین نے خاندان اوڈانل سے شکست کھاکر مدد کے لئے اسکاٹ سے خط و کتابت شروع کی مگر ایک اسکاٹ کی تدبیر سے جس سے سڈنی نے اس کے قتل کرنے کے لئے قرار داد کر لی تھی۔ ایک ہنگامی جھگڑے میں مار ڈالا گیا۔ نائب السلطنت نے اب اپنی سپاہ کو منسٹر کے زیر کرنے کی طرف متوجہ کیا جہاں خاندان ڈسمنڈ کے بہت بڑے سرگروہ جمیز فٹز مارس نے انگریزوں کی اس دست درازی کا مقابلہ اس طرح کیا کہ مشترک مذہب کے رشتۂ ارتباط سے آئرلینڈی انگریزوں اور اصلی باشندوں کو نائب السلطنت کے خلاف متحد کرلیا۔

صفحہ ۶۶۱..... سطر ۱۸

درحقیقت آئرلینڈ میں .... ایک شکایت نہیں ہے۔

(طبع جدید) درحقیقت کسی قسم کی شدید مذہبی باز پرس نہیں ہوتی تھی اور جو جنگ و جدل جاری تھی ان کی بنا سیاسی و مذہبی تفوّق کے حصول پر تھی۔

صفحہ ۶۶۲..... سطر ۔۱۵

ارل ڈسمنڈ .... ویران کر دیا۔

(طبع جدید۔ بعد جملہ مذکورۂ بالا)۔ منسٹر میں انگریز صاحبان جائداد کے آباد کرنے کے بعد خاندان ڈسمنڈ کا علاقہ بھی ضبط کر لیا گیا، اور اسے متعدد جائدادوں میں تقسیم کر کے نئے آنے والوں کو دے دیا گیا۔

صفحہ ۶۴۶ .... سطر - ۶

قبیلہ کے لوگ اگرچہ اس بات سے بہت خوش تھے ..... سردار سمجھتے رہے۔

(طبع جدید) وہ بدستور اپنے سرداروں کو سردار سمجھتے رہے۔ انہوں نے قبیلہ کی زمینوں اور ان کی سرحدوں کی روایات کو قائم رکھا۔

صفحہ ۶۴۶ .... سطر - ۰

پیچسٹر کے با امن .... اختیار کیا گیا۔

(طبع جدید) ایک وسیع پیمانہ پر غضب وغارت کا طریقہ اختیار کیا گیا۔

صفحہ ۶۴۷ .... سطر - ۵

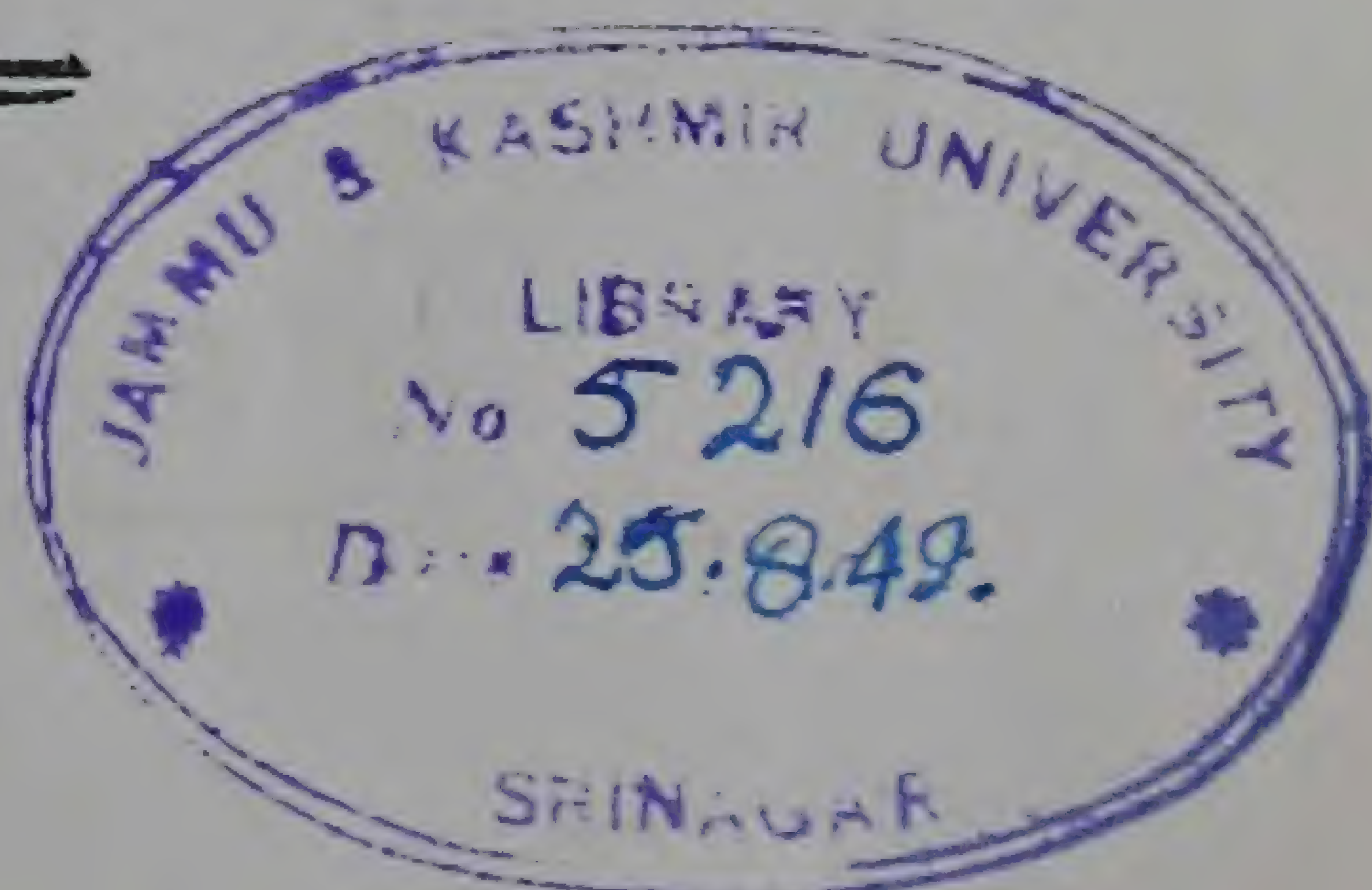
اس میں شک نہیں .... کامیابی ہوئی۔

(طبع جدید) - حذف

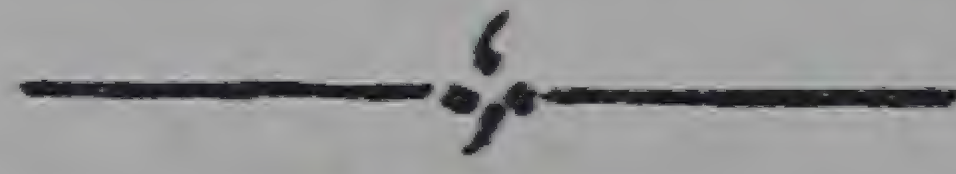
صفحہ ۶۴۷ .... سطر ۱۱ .....

دولت وعلمیت کے لحاظ سے .... اور کوئی مخالفت بھی نہیں ہوئی

(طبع جدید) السٹر کی اقتصادی تجدید کی بنا اس زمین پر اس قوم کی آباد کاری سے قائم ہوئی جو حکومت کے شرائط کے مطابق وہاں آباد ہوئی تھی۔ یہ ایسے کاشتکاروں کی نسل تھی جو اپنے ان حقوق کاشتکاری کے حاصل کرنے کے لئے بڑی سختی سے سینہ سپر رہے جن کے عطا کرنے سے السٹر کے باہر کے تمام لوگوں سے انکار کر دیا گیا۔



صحت نامہ تاریخ اہل انگلستان حصہ دوم



صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷	۵	(کائٹ ،	گانٹ
۱۱	۷	فرانسسی	فرانسیسی
۱۴	۲	بوسئے ہیں	بوٹے ہیں
۱۸	۱	گی رین	گی این
"	۱۷	"	"
۱۹	۵	"	"
۲۳	۱۲	"	"
۲۸	۱۴	پاس بھیجین	پاس نہ بھیجیں
۳۱	۴	مائیس	بائیس
۵۱	۹	اولین	اولیں
۵۲	۱۹	۰ہی	یہی
۵۷	۱۸	جس کی درباریون کی سی وضع	جس کی وضع درباریون کی سی تھی
۶۳	۱۰	پہنے	سپٹے
"	۱۷	وکلف اس	وکلف نے
۶۴	حاشیہ	پراٹسٹنٹ	پروٹسٹنٹ
۶۶	۳	تھی وہ	تہی تو وہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۸	۱۸	اسی مختصر اہل علم کے	اہل علم کے اسی مختصر
۶۹	۱	یاوری	باوری
〃	۶	شکایت کی وکلف	شکایت کی کہ وکلف
〃	۹	دو	د و
۷۲	۲۱	اب	اس
۷۴	۳	یہ	×
۷۸	۴	ویلبن	ویلین
〃	۲۰	ناٹ قانون دان	ناٹ اور قانون دان
۷۹	۴	جبرل	پجرل
〃	۱۳	قبول اور	قبول کرتا اور
۸۰	۱۲	ہوگئی تھیں	ہوگئے تھے
۸۷	۱۹	یہی تھی	یہی نہیں تھی
〃	۲۰	اسی	اس
۹۰	۱۲	اس	اسی
〃	۲۱	وہ عہدہ داروں کا	وہ عہدہ دار انکا
۹۴	۷	اشتراکیت کی	اشتراکیت کے
۹۷	۴	سح	مسیح
	۱۹	جبتک وہ	جبتک وہ اسی ڈیڈورا کا راگ نہ گائے
〃	۲۰	مبن سے	مین اسے

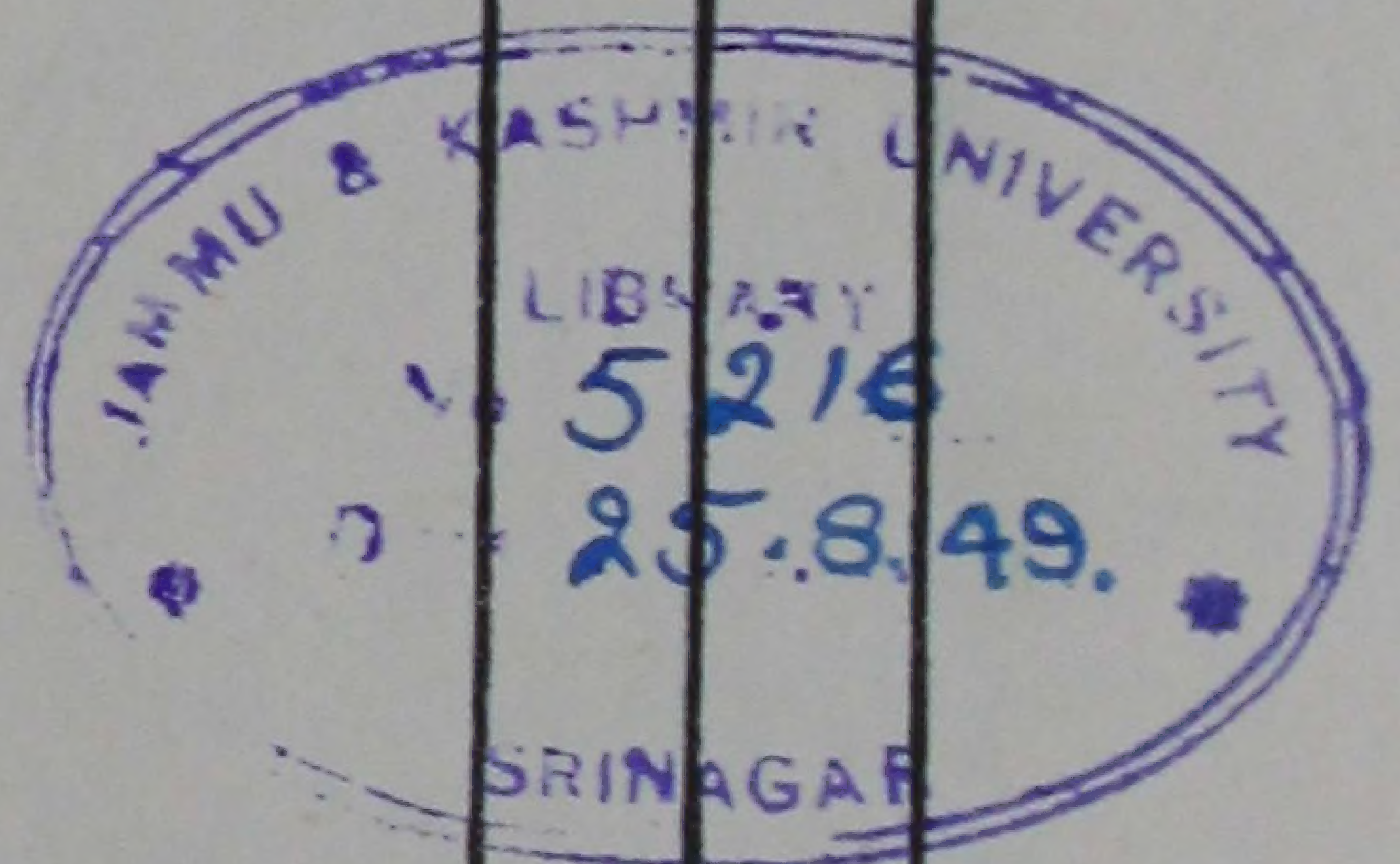
صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۰	۱۱	سیوائے	سیوائے
۱۰۲	۴	جبکی	پنچکی
۱۰۳	۸	سرغنے	سرغنہ
۱۰۸	۱	تلا ہوا ہے	تلا ہوا تھا
۱۰۹	۹	خوش	خوشی
۱۱۵	۱	قائم	قائم
۱۱۸	۱۹	آزاد مردوں	آزاد مزدوروں
۱۲۲	۳	بجز	بجبر
۱۳۴	۱۷	بہی	یہی
۱۴۷	۲۰	آشزہن	آشن کور
۱۵۴	۲	(Societe de) (Historie de France)	(Societe de) (Historie de France)
"	۱۳	مشلے	مشلے
"	۱۸	اعتبار ہے	اعتبار سے
"	۲۲	انتہای	انتہا سے
۱۵۹	۱۰	اس کے	ان کے
۱۶۶	۱۷	مین	مین
۱۹۴	۱۵ ۱۶	یادشا۔ گر	بادشاہ گر
۲۰۱	۱۰	پلمین	پلین
۲۰۲	۱۴	کہ	لکھہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۷	۱۵	دارالعوام	ارکان دارالعوام
۲۱۲	۱۳	بہی کثرت سے	یہی کثرت
۲۱۸	۵	مختلف نہیں ہے	مختلف ہے۔
۲۲۰	۱۱	بعدہی	بعدیں
״	۱۲	علم تجدید	علمی تجدید
۲۲۵	۴	اسی حکم	اس حکم
۲۲۸	۳	ہنری ہفتم	ہنری ہفتم کو
۲۲۹	۸	مارٹن	مورٹن
۲۳۰	۱۵	عدالت ستارہ منزل	(عدالت ستارہ منزل)
۲۳۱	۱۲	عہد کے	عہد کی
۲۳۲	۱۷	فتح رومی سلطنت	فتح اور رومی سلطنت
۲۳۳	۷	صف	صنف
۲۳۶	۱۰	آئی تھی	آتی تھی
۲۳۸	۹	اس کی	یہ اس کی
۲۴۴	۱۵	روسائے	روسا
۲۷۵	۲	قداس	(قداس)
۲۷۶	۶	اول	اول بار
۳۸۵	۱۷	اعتصا	اغتصاب
۳۹۳	۸	سب	سب کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۱۳	۱۴	اس میں ان مورتون	اس میں مورتوں
۴۱۸	۲	خطرۃً	فطرۃً
۴۲۶	۱۵	اس	اسی
۴۲۸	۹	وہ	دو
۴۳۵	۱۳	بائی لینڈر	ہائی لینڈز
۴۵۱	۲	بھی	یہی
۴۵۴	۵	جنمیں	جنہیں
۴۵۸	۲۰	مجبور کیا	مجبور رکھا
۴۶۰	۱	رعایا	رعایائے
۴۶۲	۲۱	اثر	•
۴۶۴	۲۱	نارفک	اس
۴۶۵	۳	اس کے ضرورت	اس کی ضرورت
۴۷۲	۱۳	ان	اون
۴۷۳	۱۴	دولت کی	دولت کے
″	۱۶	کے	کی
۴۷۵	۴	باربرداری بیڑہ	باربرداری کا بیڑہ
″	۱۲	یوسٹن	بوسٹن
۴۷۶	۲۰	ڈہیل	وہیل
۴۸۰	۵	حصہ	حصے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۸۲	۱	کردیا تھا	کردیتا تھا
"	۷	زندگی جدت	زندگی کی جدت
"	۸	ریچون لڑائی	ریچھوں کی لڑائی
۴۸۴	۱۲	ارلی اوستو	اری اوستو
۴۹۰	۶	ابل بڑے ہیں	ابل پڑے ہیں
۴۹۲	۱۲	پیش روؤن	پیشرون
۴۹۴	۱۱	حیثیت	خست
۵۰۱	۱۳	نہیں	انھیں
۵۰۶	۱۳	کا	کی
۵۴۳	۱۰	جزائر	۰
۵۵۲	۴	دوبرس	دوسوبرس
۵۵۴	۱۲	انسانی علم	انسانی کے علم
۵۶۹	۲۰	مجسے	اس مجسمے
۵۸۳	۱۰	انسانون	انسانوں
۵۸۷	۲	کلیسا	کلیسائے
۵۸۹	حاشیہ	زمانے کے بعد	زمانۂ مابعد
۵۹۱	۵	کوشش	کوششیں
۶۰۳	۲	لیکن	بیکن
۶۰۴	۱	سطحی فردی	سطحی و فردی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ر	۲	ہے	ہیں
ر	۱۴	اقتدار	اقتدا
۶۱۳	حاشیہ	اسٹرانگ یو	اسٹرانگ بو
۶۲۶	۵	ہجکتا	جھجکتا
۶۳۴	۷	رہتا جاتھی	رہنا جاتی
۶۴۴	۹	آرلینڈ	آئرلینڈ
۶۶۳	۱۱	صفحہ ۶۴	صفحہ ۶۴۰




THE UNIVERSITY OF KASHMIR